

ہاڑا بجکشن کمیشن (HEC) کے نصاب کے عین مطابق ۹

النور اسلامیات لازمی

برائے

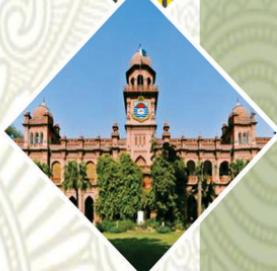
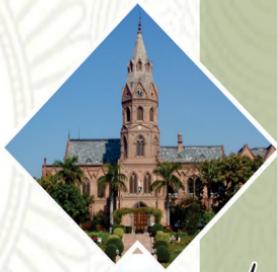
بی۔ ایس پر گرامز، بی ایڈ (آنرز)، بی ایس سی انجینئرنگ
بی بی اے (آنرز)، بی کام (آنرز)

شاهدِ رضا (ایکچوار)

شعبہ اسلامیات، منہاج یونیورسٹی، لاہور

وزنگ فیکٹی، انجکشن یونیورسٹی، لاہور

شیوٹر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد



﴿ہزار ایجوکیشن کمیشن (HEC) کے جدید نصاب کے عین مطابق﴾

النور اسلامیات لازمی

برائے

بی ایس پروگرام، بی ایڈ (آنرز)، بی ایس سی انجینئرنگ
بی بی اے (آنرز)، بی کام (آنرز)

شاهد رضا (لیکچرر)

شعبہ اسلامیات، منہاج یونیورسٹی، لاہور
وزنگ فیکٹری، ایجوکیشن یونیورسٹی، لاہور
ٹیوٹر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

﴿جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں﴾

نام کتاب : (النور اسلامیات لازمی

مکمل : شاہد رضا (لیکچرار)

ایم فل اسلامیات، ایل ایل بی، ایم۔ اے اردو، ایم ایس سی لابریری سائنس

رابطہ نمبر : 0321-4225250

ایمیل : Email:shahidrazapak@gmail.com

قانونی مشیر: قاصد رضا جو سیاہیڈ ووکیٹ، محمد طاہر اعجاز جو سیاہیڈ ووکیٹ

ٹائپیٹل: ابو شہیر احمد، ٹاؤن شپ، لاہور

تعداد: گیارہ سو

قیمت: -/- 340 روپے

﴿ملنے کا پتہ﴾

- | | |
|---|--|
| ۱۔ علمی بک ڈپو، چوک اردو بازار، لاہور۔ | ۲۔ ڈوگر پبلیشورز، اردو بازار، لاہور۔ |
| ۳۔ علم و عرفان پبلیشورز، اردو بازار، لاہور۔ | ۴۔ رکریا یونیورسٹی، بکڈ پو، ملتان۔ |
| ۵۔ منہاج یونیورسٹی بکڈ پو، لاہور۔ | ۶۔ لاہور یونیورسٹی، بک ڈپو، لاہور۔ |
| ۷۔ کوکھر بکڈ پو ٹاؤن شپ، لاہور۔ | ۸۔ چختانی بکڈ پو، 6 بلاک، ٹاؤن شپ، لاہور۔ |
| ۹۔ پنجاب یونیورسٹی، بکڈ پو، نیو کمپس لاہور۔ | ۱۰۔ کالج بک ڈپو، ملتان کتاب گھر، ملتان |
| ۱۱۔ رانا بک سنتر، فیصل آباد | ۱۲۔ کشمیر بک ڈپو، پرانا اردو بازار، راولپنڈی |
| ۱۳۔ لاہور یونیورسٹی، بکڈ پو، لاہور | ۱۴۔ سنٹرل یونیورسٹی آف پنجاب بک ڈپو، لاہور |
| ۱۵۔ انھیمنٹر گگ یونیورسٹی، بکڈ پو، لاہور | ۱۶۔ گجرات یونیورسٹی، بک ڈپو، گجرات |
| ۱۷۔ بہاولپور اسلامیہ یونیورسٹی بکڈ پو، بہاولپور | ۱۸۔ یونیورسٹی آف کراچی، بکڈ پو، کراچی |

﴿انتساب﴾

اُن ہستیوں کے

نام

جنہوں نے سب سے پہلے اُستاد ہونے کا حق ادا کیا

میری مراد

والدین گرامی

ہیں

﴿مشادرت و رہنمائی﴾

- ☆ پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر (ر) پرنسپل اور تنیل کالج، بخارا یونیورسٹی، لاہور
- ☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا (ر) شعبہ اسلامیات، بہاولدین زکریا یونیورسٹی، ملتان
- ☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد ارشد پرنسپل، گورنمنٹ کالج، ناروال
- ☆ پروفیسر ڈاکٹر نعیم انور الازھری شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور
- ☆ پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید قادری شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف لاہور
- ☆ پروفیسر حافظ آصف محمود گورنمنٹ اسلامیہ کالج، گوجرانوالہ
- ☆ پروفیسر حافظ آصف محمود HOD، منہاج یونیورسٹی، لاہور
- ☆ پروفیسر ڈاکٹر علی اکبر الازھری لاہور گیریشان یونیورسٹی، لاہور
- ☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد اصغر جاوید HOD، یونیورسٹی آف لاہور، پاکتن کیمپس
- ☆ پروفیسر ڈاکٹر سلمہ ناز HOD، منہاج یونیورسٹی لاہور
- ☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد کلیم اللہ (UMT)، گجرات کیمپس
- ☆ پروفیسر عمرہ سلیم خان لاہور کالج فاروقیہ کن یونیورسٹی، لاہور
- ☆ پروفیسر محمد فاروق صدیق (Superior) یونیورسٹی، لاہور
- ☆ پروفیسر ڈاکٹر نصیر ایم اے او کالج، لاہور
- ☆ پروفیسر سلطان سندر اسلامیہ کالج، ریلوے روڈ، لاہور
- ☆ پروفیسر ڈاکٹر عقیل احمد یونیورسٹی آف لاہور۔ لاہور
- ☆ پروفیسر ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان پرنسپل، (Emperial) کالج، لاہور
- ☆ پروفیسر حمیر ناز واکس پرنسپل، منہاج کالج برائے خواتین، لاہور
- ☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد شفیق قادری پوسٹ گریجوایٹ کالج، شکرگڑھ، ناروال
- ☆ ڈاکٹر نظر حیات گورنمنٹ کالج، تاؤن شپ، لاہور
- ☆ ڈاکٹر محمد سرو صدیق UVAS، (یونیورسٹی)، لاہور

فہرست

صفحات	عنوانات	نمبر شمار
15	قرآن مجید کا تعارف Introduction to Quran	باب اول
16	لفظ قرآن (Quran) کا مفہوم	1
18	تعارفِ قرآن	2
18	قرآن مجید کے تراجم	3
18	قرآن مجید کی ترتیب	4
18	حروفِ مقطعات	5
19	وحی (Revelation) کی تعریف اور اقسام	6
19	وحی کی صورتیں (Methodsof Revelation)	7
21	مکی سورتوں کی امتیازی خصوصیات	8
21	مدنی سورتوں کی امتیازی خصوصیات	9
22	جمع و تدوین قرآن	10
24	قرآن مجید کی خصوصیات	11
26	علوم القرآن	12
	منتخب آیات کی تشریع	
28	﴿سورۃ البقرۃ﴾ (آیات: ۲۸۲ تا ۲۸۳)	13
32	﴿سورۃ الحجرات﴾ (آیات: ۲۸۴ تا ۲۸۵)	14
43	﴿سورۃ المومنوں﴾ (آیات: ۱۱ تا ۱)	15
47	﴿سورۃ الفرقان﴾ (آیات: ۲۳ تا ۲۷)	16
54	﴿سورۃ الانعام﴾ (آیات: ۱۵۲ تا ۱۵۳)	17

56	﴿سورۃ الاحزاب﴾ (آیات: ۲۱، ۲۰، ۵۸ تا ۵۶)	18
60	﴿سورۃ الحشر﴾ (آیات: ۲۰ تا ۱۸)	19
62	﴿سورۃ الصف﴾ (آیات: ۱۳، ۱)	20
65	سیرت الرسول ﷺ Seerat of Holy Prophet (S.A.W)	باب دوم
66	اسلام سے قبل عرب کے حالات	1
66	عرب کی تاریخ	2
67	زمانہ جہالت	3
69	مطالعہ سیرت کی اہمیت و ضرورت	4
	رسول مکرم ﷺ کی کلی زندگی	
70	ولادت با سعادت	5
72	حلف الفضول میں شرکت	6
72	خانہ کعبہ کی تعمیر نو	7
73	اعلان نبوت	8
74	ہجرت حبشہ	9
75	شعب ابی طالب میں محصور ہونا	10
75	عام الحزن / غم کا سال	11
76	سفر طائف	12
76	بیعت عقبہ اولیٰ و ثانی	13
	رسول مکرم ﷺ کی مدنی زندگی	
77	ہجرت مدینہ	14
78	ہجرت مدینہ کے اسباب	15

80	ہجرت مدینہ کے اثرات	16
83	(Charter of Medina)	17
84	غزوٰت النبی ﷺ	18
84	غزوہ بدر (۵۲ھ)	19
88	غزوہ أحد (۵۳ھ)	20
92	غزوہ حزاب یا غزوہ خندق (۵۴ھ)	21
96	صلح حدیبیہ / بیعت رضوان (۶۱ھ)	22
99	فتح مکہ (۵۸ھ)	23
103	غزوہ حنین / غزوہ ہوازن (۵۸ھ)	24
105	غزوہ توبک (۵۹ھ)	25
105	جیت الوداع (۶۰ھ)	26
111	تعارف حدیث و سُنت Introduction To Hadith & Sunnah	باب سوم
112	حدیث کا معنی و مفہوم	1
112	حدیث کی اقسام	2
114	حدیث و سُنت کی اہمیت	3
115	سند اور متن	4
116	كتب احادیث کے اعتبار سے اقسام	5
117	تاریخ تدوین حدیث	6
121	صحابہ کی تدوین و تعارف	7
124	سُنت اور حدیث	8
125	سُنت کی آئینی حیثیت	9

127	منتخب احادیث کی تشریح	10
161	اسلامی قانون اور اصول قانون کا تعارف Introduction To Islamic Law & Jurisprudence	باب چہارم
162	اصول قانون / فقہ (Jurisprudence)	1
163	اسلامی قانون اور اصول قانون کے بنیادی تصورات	2
168	فقہ اسلامی کا تاریخی ارتقاء	3
171	فقہ کی ضرورت و اہمیت	4
173	فقہ اور اصول فقہ کے مآخذ	5
176	مجہد کی شرائط	6
179	فقہی اختلافات کی حیثیت	7
183	اسلام اور سائنس Islam & Science	باب پنجم
184	سائنس (Science) کے لغوی معنی	1
184	قرآن اور سائنس	2
185	مذہب اور سائنس کا باہمی تعلق	3
193	سائنس (Science) کے ادوار	4
195	مشہور مسلمان سائنسدان	5
199	اسلام کا معاشی نظام Islamic Economic System	باب ششم
200	معاشیات کی لغوی تعریف	1
201	اسلامی معاشیات کی بنیادیں	2

203	اسلامی نظام معاشریات کی خصوصیات	3
206	ارتکاز دولت کے خاتمہ کے لئے اقدامات	4
210	(اسلام اور سود (ربو))	5
212	تجارت کے بنیادی اصول	6
217	اسلام کا سیاسی نظام Political System of Islam	باب ہفتہ
218	سیاست کا لغوی معنی و مفہوم	1
219	اسلامی نظام سیاست کے بنیادی تصورات	2
222	اسلامی نظام سیاست کے رہنمای اصول	3
227	تاریخ اسلام Islamic History	باب ہشتم
228	تاریخ کے لغوی معنی و مفہوم	1
228	تاریخ کی ابتداء کب اور کس طرح ہوئی؟	2
229	تاریخ کی ضرورت و اہمیت	3
229	خلافت راشدہ کا دور	4
230	خلیفہ اول - حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) (11ھ تا 13ھ)	5
235	خلیفہ دوسم - حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) (13ھ تا 24ھ)	6
241	خلیفہ سوسم - حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) (24ھ تا 35ھ)	7
245	خلیفہ چہارم - حضرت علی المقصی (رضی اللہ عنہ) (35ھ تا 40ھ)	8
249	خلافت بنو امیہ (661ھ تا 750ء)	9
250	حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ)	10
251	نظام خلافت اور کارناٹے	11

253	بیزید اول بن معاویہ	12
255	سانحہ کر بلا کی اہمیت	13
255	سانحہ کر بلا کے نتائج و اثرات	14
257	معاویہ ثانی	15
257	عبدالملک بن مروان (705ء)	16
259	حضرت عمر بن عبد العزیز (719ء)	17
265	بنوامیہ کے زوال کے اسباب	18
268	خلافت بن عباس (750ء)	19
272	ہارون الرشید (809ء)	20
273	امون الرشید (833ء)	21
275	خلافت عباسیہ کے زوال کے اسباب	22
279	اسلام کا معاشرتی اور اخلاقی نظام Social & Ethical System of Islam	باب نهم
280	معاشرہ کا لغوی معنی مفہوم	1
281	اسلامی معاشرے کی بنیادیں	2
283	اسلام کا تصور اخلاق	3
287	اسلامی تہذیب و ثقافت Islamic Culture & Civilization	باب دهم
288	ثقافت (Culture)	1
289	تہذیب و تمدن (Civilization)	2
291	اسلامی تہذیب و ثقافت کی خصوصیات	3
299	سابقہ پرچہ جات	

﴿آغازِ سخن﴾

اُس ہستی کا بے پایاں شکر ہے کہ جس نے نہ ہمیں زندگی دی بلکہ اس نے ہمیں مخلوقات میں سے اشرفِ مخلوق بنایا۔ اور اس ذات نے نہ صرف علم کی شمع سے روشناس کرایا بلکہ ہمیں یہ شرف بھی بخشنا کہ ہم دوسروں تک علم کی شمعیں پھیلائیں۔ لہذا آج میں پاکستانی قوم کے نوجوانوں کے لئے سلپیس کی کتاب جو کہ پاکستان کی تمام یونیورسٹیوں میں شامل کورس ہے۔ پیش کر رہا ہوں۔

ہائراً ایجوکیشن کمیشن کے جدید نصاب سے متعلقہ جامع اور مختصر کوئی کتاب بازار میں موجود نہیں تھی۔ کہ جس میں نہ صرف متعلقہ مواد ہو بلکہ اس مواد کو قرآن و حدیث کے حوالہ جات کے ساتھ بیان کیا گیا ہو۔ میں نے دورانِ تدریس اس بات کا مشاہدہ کیا۔ کہ طلباء متحان کی تیاری اور (HEC) کی دی گئی OUTLINE کے مطابق مواد کے حوالے سے پریشان تھے۔ اس دوران میں نے اپنے نوٹس تیار کیے۔ اب ان کو کتابی شکل میں پیش کر رہا ہوں۔ یہ کتاب طلباء کی ضروریات کو احسن طریقے سے پورا کرتی ہے۔ اس کتاب میں درج ذیل خصوصیات ہیں جو کہ طلباء کے لیے معاون ثابت ہو گی۔ اس سے پہلے کسی بھی نصابی کتاب میں اس انداز کے ساتھ کام نہیں کیا گیا ہے۔

۱۔ یہ کتاب ہائراً ایجوکیشن کمیشن کے نافذ کردہ نصاب کے عین مطابق ہے۔

۲۔ قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کی تخریج (Reference) بھی لگا دیئے ہیں تاکہ اسائنتسٹ لکھنے میں طلباء کو حوالہ جات کی آسانی رہے۔

۳۔ ہر موضوع سے متعلقہ اضافی ۱۰۲ اکتب اور ان کے مصنفین دیئے ہیں۔ تاکہ اسائنتسٹ لکھنے اور مطالعہ کرنے میں اضافہ ہو۔ نہیں بلکہ اس سے کتب کا تعارف بھی ہو گا۔

۴۔ تمام موضوعات کو قرآن و حدیث اور جدید علوم کی روشنی سے مزین کیا گیا ہے۔

۵۔ زبان اور اسلوب آسان فہم بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۶۔ ابواب کے آخر پر اس میں سے سوالات دیئے ہیں تاکہ طلباء اور اساتذہ کرام کو آسانی رہے۔

۷۔ HEC کی OUTLINE بھی دی گئی ہے۔

۸۔ آخر پر مختلف یونیورسٹیوں کے پہپڑ دینے ہیں۔ تاکہ طلباء اور اساتذہ کرام کو رہنمائی مل سکے۔ اپنے جملہ اساتذہ کرام کا شکر گزار ہوں کہ آج ان کی دی ہوئی تعلیم کی ایک جھلک کتاب کی صورت میں نئی نسل کے لئے پیش خدمت ہے۔ انشا اللہ جو کہ معاون ثابت ہو گی۔ علاوہ ازیں پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد مجاهد (شعبہ عربی) جن کا شمارہ صرف میرے اساتذہ کرام میں ہوتا ہے بلکہ ان کی ذات میرے لئے مشعل راہ بھی ہے، اور اسی طرح یکچھ رامیر فاروق، یکچھ راجح محمد حسن عباس (منہاج پونوری) اور یکچھ راجح محمد پرویز جن سے بھائیوں جیسا تعلق بھی ہے کا بھی شکر گزار ہوں۔

محترم اساتذہ کرام اور میرے عزیز طلباء و طالبات اس کتاب میں مدد و ہمتی لانے کے لئے اپنی تجویز سے ضرور مطلع فرمائیں۔ آخر پر میں ان طلباء کا بھی شکر گزار ہوں کہ جن کو دورانِ تدریس ان نوٹس سے پڑھایا۔

دُعا کو ہاتھ جب اٹھیں تو بس اتنی گزارش ہے
کرو جب یاد اپنوں کو تو رضا کو یاد کر لینا

شاہد رضا (یکچھ رار)

۲۰ محرم (الحر) ۱۴۴۲

HEC SYLLABY FOR BS Programs ISLAMIC STUDIES (Compulsory)

Ch No 1 : Introduction to Quranic Studies.

- 1) Basic Concepts of Quran
- 2) History of Quran
- 3) Uloom-ul -Quran

Study of Selected Text of Holly Quran

- ☆_Verses of Surah Al-Baqra (Verse No-284-286)
- ☆_Verses of Surah Al-Hujrat (Verse No-1-18)
- ☆_Verses of Surah Al-Mumanoon (Verse No-1-11)
- ☆_Verses of Surah al-Furqan (Verse No.63-77)
- ☆_Verses of Surah Al-Inam (Verse No-152-154)
- ☆_Verses of Surah Al-Ihzab (Verse No.6,21,40,56,57,58.)
- ☆_Verses of Surah Al-Hashar (18,19,20)
- ☆_Verses of Surah Al-Saf (Verse No-1,14)

Ch No 2 : Seerat of Holy Prophet (S.A.W)

- Life of Muhammad Bin Abdullah (Before Prophet Hood)
- 1) Life of Holy Prophet (S.A.W) in Makkah
 - 2) Life of Holy Prophet (S.A.W) in Madina

Ch No 3 : Introduction To Hadith & Sunnah

- 1) Basic Concepts of Hadith
- 2) History of Hadith
- 3) Uloom -ul-Hadith
- 4) Sunnah & Hadith

Selected Study from Text of Hadith 21 Hadith

Ch No 4 :Introduction To Islamic Law & Jurisprudence

- 1) Basic Concepts of Islamic Law & Jurisprudence
- 2) History & Importance of Islamic Law & Jurisprudence

-
- 3) Sources of Islamic Law & Jurisprudence

Ch No 5 : Islam & Science

- 1) Basic Concepts of Islam & Science
- 2) Contributions of Muslims in the Development of Science
- 3) Quran & Science

Ch No 6 : Islamic Economic System

- 1) Basic Concepts of Islamic Economic System
- 2) Means of Distribution of wealth in Islamic Economics
- 3) Islamic Concept of Riba
- 4) Islamic Ways of Trade & Commerce

Ch No 7 : Political System of Islam

- 1) Basic Concepts of Islamic Political System
- 2) Islamic Concept of Sovereignty
- 3) Basic Institutions of Govt. in Islam

Ch No 8 : Islamic History

- 1) Period of Khilaft-E-Rashida
- 2) Period of Ummayyads
- 3) Period of Abbasids

Ch No 9 : Social System of Islam

- 1) Basic Concepts Of Social System Of Islam
- 2) Elements Of Family
- 3) Ethical Values Of Islam

Ch No 10 : Islamic Culture & Civilization

- 1) Basic Concepts of Islamic Culture & Civilization
- 2) Historical Development of Islamic Culture & Civilization
- 3) Characteristics of Islamic Culture & Civilization

باب اول

﴿قرآن مجید کا تعارف﴾

(Introduction to Quran)

- ۱۔ قرآن مجید کا تعارف
- ۲۔ وجی کی اقسام
- ۳۔ کمی، مدنی سورتوں کی خصوصیات
- ۴۔ قرآن مجید کی خصوصیات
- ۵۔ جمع تدوین قرآن
- ۶۔ علوم القرآن

تعارف قرآن مجید

(Introduction to Quran)

لفظ قرآن (Quran) کا مفہوم

قرآن کا لفظ (ق۔ ر۔) "قراء" یقرو سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں پڑھنا (To Read)، جمع کرنا (To add)۔ یہ دونوں معانی قرآن کریم پر صادق آتے ہیں کہ اگرچہ قرآن کا لفظ مصدر ہے، لیکن یہ اسم مفعول کے معنوں میں ہے اور اس سے مراد ایک خاص پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس کلام کو لفظ "قرآن" سے موسم فرمایا ہے۔
 لَا تَحِرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ أَنَّ عَلَيْنَا جَمْعَةً وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ

﴿فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ سورة القيامة : ۱۸۱﴾

(اے حبیب!) آپ (قرآن کو یاد کرنے کی) جلدی میں اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں۔ بے شک اسے (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور اسے (آپ کی زبان سے) پڑھانا ہمارا ذمہ ہے۔ پھر جب ہم اسے (زبان جبریل سے) پڑھ چکیں تو آپ اس پڑھے ہوئے کی پیروی کیا کریں۔

قرآن مجید کی اصطلاحی تعریف

الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ: هُوَ كَلَامُ اللَّهِ تَعَالَى الْمُعْجَزُ الْمُنَزَّلُ عَلَى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ مُحَمَّدٌ بِوَاسِطَةِ أَمِينِ الْوَحْيِ جِبْرِيلٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْمَمْنُوقُ بِالْتَّوَاثِيرِ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے۔ جو مجھہ ہے جسے حضرت جبرايل ﷺ کے ذریعے خاتم الانبیاء والمرسلین پر نازل کیا گیا۔ اور جو تواتر کے ساتھ نقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔

اسماء القرآن

قرآن مجید کے مشہور تقریباً 55 نام ہیں۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

۱. الکتاب: مکمل کتاب (جس میں نہ یہ گنجائش نہیں ہے)
 ۲. ذلک الکتب لا رَبَّ لَهُ فِيهِ سورة البقرة:

(یہ) وہ عظیم کتاب ہے جس میں کسی (قلم کے) شک کی گنجائش نہیں

۲۔ الْفُرْقَانُ: حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والی

﴿وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ﴾ ﴿سورۃ ال عمران: ۳﴾

اور (اب اسی طرح) اس نے حق اور باطل میں امتیاز کرنے والا نازل فرمایا ہے۔

۳۔ الْهُدَى: راہ ہدایت دکھانے والی

﴿هُدَىٰ لِّلْمُتَّقِينَ﴾ ﴿سورۃ البقرۃ: ۲﴾

(یہ) پرہیز گاروں کے لیے ہدایت ہے

۴۔ الْذِكْرُ: زیاد دلانے والی

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الْذِكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ﴾ ﴿سورۃ الحجر: ۹﴾

بے شک یہ ذکر (قرآن) ہم نے ہی اتنا رہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے

﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَةَ وَقْرَانَةً﴾ ﴿سورۃ القيامة: ۷﴾

بے شک اسے (آپ کے سینے میں) جمع کرنا اور اسے (آپ کی زبان سے) پڑھانا ہمارا ذمہ ہے

۵۔ الْنُّورُ اور الْمُبَيِّنُ: روشنی اور ہدایت دیکھانے والی

﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِينٌ﴾ ﴿سورۃ المائدہ: ۱۵﴾

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور یعنی حضرت محمد ﷺ آگیا ہے اور ایک روشن کتاب یعنی قرآن مجید۔

۶۔ الْشَّفَاءُ: روحانی شفا اور پیام صحت

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شَفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾

﴿سورۃ بنی اسرائیل: ۸۲﴾

اور ہم قرآن میں وہ چیز نازل فرماتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے شفاء اور رحمت ہے

اس کے علاوہ بھی قرآن مجید کے اسماء ہیں۔

جیسے: العلم، الحکیم، المجید، مصدق، الحكمت، الموعظہ۔

تعارف قرآن

قرآن میں ایک سو چودہ (۱۱۲) سورت بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ سے شروع ہوتی ہے سوائے سورۃ التوبہ کے۔ لیکن سورۃ النمل، آیت نمبر ۳۰ میں بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ہے۔ سب سے پہلی سورت سورۃ الفاتحہ ہے اور سب سے آخری سورۃ الناس ہے۔ سب سے بڑی سورت سورۃ البقرہ ہے جس کی ۲۸۶ آیات ہیں اور سب سے چھوٹی سورت سورۃ الکوثر ہے جس کی صرف تین آیات ہیں۔

قرآن میں چھ ہزار دو سو چھتیس (6236) آیات ہیں اور پانچ سو اٹھاون (558) رکوع ہیں۔ قرآن کا لفظ قرآن مجید میں 70 بار آیا ہے۔

اس لئے تو مشترق نو ویلڈ کہتا ہے کہ قرآن (کتاب) زیادہ پڑھی جاتی ہے۔

قرآن مجید کے تراجم

پہلا ترجمہ (سورۃ فاتحہ) فارسی زبان میں ہوا۔ جو حضرت سلمان فارسی ﷺ نے کیا تھا۔ قرآن کا لاطینی زبان میں رابرت کیٹن (Robert of Ketton) نے (1123ء) میں ترجمہ کیا تھا۔ جبکہ انگریزی زبان میں ترجمہ ایگنرینڈ راؤس (Alexander Ross) نے (1229ء) میں کیا۔ اردو زبان میں پہلا ترجمہ ۱۸۸۷ء میں شاہ محمد رفیع الدین دہلوی نے کیا۔

قرآن مجید کی ترتیب

قرآن مجید کی سورتوں اور آیات کی تقسیم کو ”تو قیفی“ کہتے ہیں۔ یہ حضور نبی اکرم ﷺ نے الہامی راہنمائی میں اپنی حیات مبارکہ میں کر دی تھی۔

حروف مقطعات

جو حروف آیات کے شروع میں آتے ہیں اور الگ الگ پڑھے جاتے ہیں، ان کو آیات مقطعات اور ان حروف کو حروف مقطعات کہا جاتا ہے، مثلاً الم۔ یہ قرآن کی ۲۹ سورتوں کے آغاز میں آتے ہیں۔

یہ کل چودہ حروف ہیں ا، ل، م، ص، ر، ک، ه، ی، ع، س، ج، ق، ن۔ علماء کا متفقہ نظر یہ ہے کہ ان کا حقیقی مطلب اللہ ہی کو معلوم ہے۔

وحي (Revelation) کی تعریف اور اقسام

تمام الہامی ادیان کی بنیاد اور سرچشمہ وحی ہے۔

وحی کا معنی و مفہوم

وحی کا لفظ اشارہ کرنا، پیغام بھیجنا، دل میں بات ڈالنا، چکے چکے بات کرنا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اصطلاح شریعت میں وحی ایسا ذریعہ ہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی کو علم وہدایت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے:

وَمَا يُطِقُّ عَنِ الْهُوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ ﴿سورة النجم: ۳۰۳﴾

(اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتے۔ اُن کا ارشاد سر اسر وحی ہوتا ہے جو انہیں کی جاتی ہے۔)

اقسام وحی (Types of Revelation)

وحی کی دو اقسام ہیں

۱۔ وحی متلود (وحی جلی)

۲۔ وحی غیر متلود (وحی خفی)

۱۔ وحی متلود (وحی جلی): اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔

۲۔ وحی غیر متلود (وحی خفی): اس سے مراد احادیث مبارکہ ہیں جس کی تلاوت نہیں کی جاتی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا ہر قول اور فعل حکم خداوندی پر منی ہوتا ہے۔ اسی لیے علمائے کرام نے حدیث کو بھی وحی کہا ہے۔

وحی کی صورتیں (Methods of Revelation)

قرآن مجید میں ہے کہ

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَأَيٍ حِجَابٍ أَوْ يُرُسلَ

رَسُولًا فَيُوحَىٰ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ طَانَةً عَلَيْهِ حَكِيمٌ ۝ ﴿سورة الشوریٰ: ۵۱﴾

اور ہر بشر کی (یہ) مجال نہیں کہ اللہ اس سے (براہ راست) کلام کرے مگر یہ کہ وحی کے ذریعے (کسی کوشان نبوت سے سرفراز فرمادے) یا پردے کے پیچھے سے (بات کرے جیسے موئی D سے طور پر سینا پر کی) یا کسی فرشتے کو فرستادہ بنا کر بھیجے اور وہ اُس کے اذن سے جو اللہ چاہے وحی

کرے (الغرض عالم بشریت کے لیے خطاب الٰہی کا واسطہ اور سیلہ صرف نبی اور رسول ہی ہوگا)،
بے شک وہ بلند مرتبہ بڑی حکمت والا ہے۔

- ۱- وجی قلبی ۲- پردے کے پیچھے سے آواز ۳- فرشتے کا اصلی شکل میں
۴- گھنٹی کے بجھن کی صورت میں ۵- فرشتے کا انسانی شکل میں ۶- اللہ تعالیٰ کا براہ راست

نزول قرآن

1. پہلے مرحلے میں قرآن لوح محفوظ پر نازل ہوا۔ اس نزول کا مقصد یہ تھا کہ اسے لوح محفوظ
میں ثابت اور قرآن کو ناقابل تغیر کر دیا جائے۔ اس نزول کی دلیل قرآن میں ہے۔

- ﴿بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَحْفُوظٍ﴾ ﴿سورۃ البروج: ۲۱﴾
2. لوح محفوظ سے آسمان میں موجود ایک مقام بیت العزت میں شب قد رکونا زل ہوا۔

﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ﴾ ﴿سورۃ الدخان: ۳﴾

”بے شک ہم نے اسے ایک باہر کت رات میں اتارا ہے بے شک ہم ڈرنا نے والے ہیں“

3. بیت العزت سے جریل نے بدر تریخ قلب پیغمبر پر اتارا، نزول قرآن کا یہ مرحلہ ۲۲ سال میں
اور ۲۲ دن کے عرصہ پر مشتمل ہے۔

4. مکہ مکرمہ کے قریب پہاڑ جبل نور میں واقع ایک غار ہے۔ غار کی لمبائی سو ادومیٹر ہے۔ حضور
نبی اکرم ﷺ مکہ سے تین میل دور غار حرام میں عبادت اور یادِ الٰہی کے لیے تشریف لے جاتے
تھے۔ عمر مبارک کے اکتا لیسوں برس آپ ﷺ غار حرام میں حسب معمول عبادت میں مصروف
تھے کہ حضرت جبرایل ﷺ پہلی وجی لے کر نازل ہوئے۔ پہلی وجی کی پانچ آیات (سورہ العلق)
میں موجود ہیں اس کے بعد جب اور جیسے سوالات کا تقاضا ہوتا وجی نازل ہو جاتی۔ قرآن مجید کے
نزول کا سلسلہ حضور اکرم ﷺ کی زندگی کے آخری ایام تک جاری رہا۔ آخری آیت جو کہ میدان
عرفات میں نازل ہوئی اس کو آیت دین بھی کہتے ہیں۔

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتَمَّتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾ ﴿سورۃ المائدہ: ۳﴾

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔

قرآن مجید کی مدت نزول

قرآن کی کل مدت نزول 22 سال 2 ماہ اور 22 دن ہے۔ ہجرت سے پہلے کا عرصہ 12 سال 5 ماہ اور 13 دن ہے۔ اسے کلی دور اور بعد از ہجرت کے زمانے کا دورانیہ 9 سال 9 ماہ اور 9 دن کا زمانہ، وہ مدنی دور کہلاتا ہے۔
کلی سورتوں کی تعداد چھیسای (86) جبکہ مدنی سورتوں کی تعداد اٹھائیس (28) ہے۔

ترتیب قرآن

حضور نبی اکرم ﷺ کو اس ترتیب کے متعلق حضرت جبرائیل ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا تھا۔

جب کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی تو آپ ﷺ کا تبیین وحی کو فرمادیتے کہ اس کو فلاں آیت کے بعد یا فلاں سورت کے بعد لکھو۔

مکی سورتوں کی خصوصیات (Features of Makki Surahs)

- ۱۔ کلی سورتیں مختصر ہیں جیسے کہ سورۃ الاخلاص اور سورۃ الکوثر ہیں۔
- ۲۔ کلی سورتوں میں ”یَا يَهُا النَّاسُ“ کے الفاظ سے لوگوں کو مناطب کیا گیا۔
- ۳۔ جن سورتوں میں معروف مقطوعات ہیں، سوائے ان سورتوں کے البقرہ اور آل عمران۔
- ۴۔ وہ سورتیں جن میں لفظ کالا (ہرگز نہیں) آیا ہے۔
- ۵۔ کلی سورتوں میں اکثر کفار اور مشرکین کو عذاب کی وعیدیں سنائی گئی ہیں۔
- ۶۔ کلی سورتوں میں اہل ایمان کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔
- ۷۔ کلی سورتیں اسلوب بیان اور فصاحت و بلاغت کا بے مثل نمونہ ہیں۔
- ۸۔ کلی سورتوں میں حضور اکرم ﷺ کو صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

مدنی سورتوں کی خصوصیات (Features of Madni Surahs)

- ۱۔ مدنی سورتیں زیادہ تر طویل (لبی) ہیں۔
- ۲۔ مدنی سورتوں میں مومنو کو ”يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا“ کے الفاظ سے خطاب کیا گیا ہے۔
- ۳۔ مدنی سورتوں میں ارکان اسلام (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج) کا تفصیلی ذکر ہے۔

- ۴۔ مدنی سورتوں میں جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔
- ۵۔ مدنی سورتوں میں عائی زندگی، نکاح و طلاق اور حدود و قصاص سے متعلق احکام کا ذکر ملتا ہے۔
- ۶۔ مدنی سورتوں میں معاشی زندگی اور تجارتی لین دین اور کاروبار سے متعلقہ احکام کا ذکر ملتا ہے۔
- ۷۔ مدنی سورتوں میں اسلامی ریاست کے لیے بہترین سیاسی نظام کا ڈھانچہ فراہم کرتی ہیں۔
- ۸۔ مدنی سورتوں میں اہل کتاب (یہودیوں اور عیسائیوں) کے باطل عقائد کی تردید کی گئی ہے۔

جمع و تدوین قرآن

قرآن مجید کی جمع و تدوین کو تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

- ۱۔ عہد رسالت
- ۲۔ عہد صدقی
- ۳۔ عہد غنی

۱۔ عہد رسالت

عہد رسالت میں قرآن کریم کی کتابت کا باقاعدہ انتظام ہو چکا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کو کتابتین وحی مقرر فرمایا دیا تھا۔ بعض روایات میں کتابتین وحی کی تعداد چالیس تک ملتی ہے۔ جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تو حضور اکرم ﷺ کتابتین وحی کو بلا کراس آیت کو اس کی جگہ پر لکھوادیتے۔ اس طرح قرآن مجید حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی مکمل طور پر احاطہ خیر میں آچکا تھا۔

جب پورا قرآن مجید نازل ہو چکا۔ تو حضرت جبرايل ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا قرآن مجید اس ترتیب سے پڑھ کر سنایا۔ حضرت عمر و بن عاصی ﷺ کا بیان ہے کہ میں نے عہد نبوی میں سارا قرآن مجید جمع کر لیا تھا۔ عہد رسالت میں قرآن مجید کی کتابت کے لیے زیادہ تر بھجور کی چھال، اونٹ کی چوڑی ہڈیاں اور پتھر کی تختیاں استعمال کی جاتی تھیں اور مسجد نبوی میں ایک صندوق بھی موجود تھا۔

۲۔ عہد صدقی میں جمع و تدوین قرآن

عہد صدقی میں جب جنگ یمامہ (۱۱ھ) مسلمہ کذاب کے خلاف اڑی گئی جس میں ستر حفاظ شہید ہوئے۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورے پر اسے کتابی شکل میں جمع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدقی رضی اللہ عنہ تا مل کے بعد اس مشورہ پر رضامند ہو گئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رض نے قرآن مجید کی تجویز دین کا کام حضرت زید بن ثابت رض کے سپرد کر دیا۔ حضرت زید بن ثابت رض کا تب وہی اور قرآن مجید کے حافظ بھی تھے۔ حضرت زید بن ثابت رض کے سامنے وہ تمام صحیفے اور نوشتہ رکھے گئے جو خود حضور اکرم ﷺ نے اپنی نگرانی میں لکھوائے تھے۔ اس طرح پورا قرآن مجید حفاظت کرام کی مدد سے یکجا کیا گیا۔ قرآن مجید کا یہ نسخہ ”مصحف صدیقی“ کے نام سے موسم ہوا۔ قرآن مجید کا یہ نسخہ حضرت ابو بکر صدیق رض کے بعد حضرت عمر فاروق رض کے پاس رہا اور ان کے بعد نیز خاتم المؤمنین حضرت خصہ ز کی تحویل میں رہا۔

۳۔ تدوین قرآن عہد عثمانی میں

حضرت عثمان غنی رض کے دورِ خلافت میں اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا۔ جن کی مادری زبان عربی نہیں تھی تو انہوں نے قراءتوں کے اختلاف کی حقیقت سے ناواقفیت کی بنا پر آپس میں اختلاف شروع کر دیا۔ اسلامی فوج کے سپہ سالار حضرت حذیفہ رض (جو اس وقت آریمنہ میں تھے) نے ان علاقوں میں نو مسلموں کو قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے ساواہ اپنی علاقائی زبانوں کے لب والہجہ میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رض مجاز سے واپسی پر حضرت عثمان غنی رض کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں صورت حال سے آگاہ کیا۔

حضرت عثمان غنی رض نے صحابہ کرام کے مشورہ سے اس مقصد کے لیے حضرت زید بن ثابت رض کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی۔ حضرت عثمان رض نے اصل صحیفہ حضرت خصہ ز کو واپس کر دیا۔ تیار کردہ نسخوں میں سے ایک ایک نسخہ صوبوں میں بھجوادیا اور ساتھ ایک ایک قاری بھی بھیجا۔ جن میں سے ایک نسخہ مدینہ منورہ میں رکھا گیا۔

پوری امت کو ایک قرأت پر جمع کرنے پر حضرت عثمان غنی رض کو ”جامع القرآن“ کہا جاتا ہے۔

اعراب اور نطق

عرب اہل زبان تھے اس لیے شروع میں ان کو اعراب کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن جب عجمی اقوام اسلام میں داخل ہونے لگیں تو ان کے لیے اعراب اور فقطوں کے بغیر قرآن مجید کی تلاوت میں دشواری پیش آنے لگی۔ چنانچہ اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت میں

عراق کے گورنر جاج بن یوسف نے قرآن مجید پر اعراب لگوائے جس سے قراءت میں سہولت پیدا ہو گئی اور قرآن کریم ہمیشہ کے لیے کسی قسم کی تحریف سے محفوظ ہو گیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ ۵۰ھ میں حضرت علیؑ کے شاگرد ابوالاسود الد ولی نے اپنے دوش آگردوں (نصر بن عاصم اور یحییٰ بن یعمر) کے ساتھ مل کر قرآن مجید پر اعراب اور نطقے لگائے۔

قرآن مجید کی خصوصیات (Characteristics of Quran)

قرآن کریم کی خصوصیات درج ذیل ہیں۔

۱۔ محفوظ کتاب

قرآن مجید ایسی کتاب ہے جو اب تک اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ قرآن مجید سے پہلے کی الہامی کتابیں زمانے کے حداثات اور دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکیں اور جو باقی ہیں وہ بھی اپنی اصل حالت میں نہیں۔ ان میں بے شمار تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔ قرآن حکیم بالکل اسی شکل میں موجود ہے جس شکل میں نازل ہوا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔

۲۔ جامعیت

قرآن مجید سے قبل جو کتب نازل ہوئیں ان کا دائرہ محدود تھا وہ خاص حالات و ضرورت کے تحت نازل کی گئیں۔ ان کی تعلیمات محدود تھیں۔ بعض کتب فقہی مسائل کا مجموعہ تھیں۔ بعض صرف مناجات اور دعاوں کا مجموعہ تھیں، بعض میں صرف عقائد بیان کیے گئے تھے، کچھ اخلاقی تعلیمات پر مشتمل تھیں مگر قرآن مجید ایسی جامع کتاب ہے جو زندگی کے ہر پہلو میں ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ اور پوری نسل انسانی کی ہدایت کے لیے نازل کیا گیا۔ اس کی تعلیمات عامگیر اور پوری نسل انسانی کے لیے ہیں۔ اس کے مخاطب انسان ہیں۔

۳۔ زندہ زبان

پہلی الہامی کتب جن زبانوں میں نازل ہوئی تھیں ان میں سے کسی کتاب کی اصل زبان آج دنیا میں زندہ نہیں۔ وہ زبانیں متروک اور مردہ ہو چکی ہیں۔ قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا اور آج بھی اس کے بولنے اور سمجھنے والے کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ عربی زبان

آج بھی بالکل اسی حالت میں ہے جس طرح نزول قرآن کے وقت تھی۔

۵۔ فصاحت و بلاغت والی کتاب

اہل عرب کو اپنی فصاحت و بلاغت پر بڑا ناز تھا۔ وہ اپنی فصاحت و بلاغت کے مقابلے میں غیر عرب اقوام کو بھی یعنی گونگا خیال کرتے تھے مگر جب قرآن پاک نازل ہوا تو اس کے اسلوب بیان کو دیکھ کر سب فصحاء و بلغاء عرب حیران رہ گئے کیونکہ کلمات کی لطافت اور اسلوب کی فصاحت و بلاغت میں قرآن ان شعراء و بلغاء کے کلام سے بہت بلند ہے۔

۶۔ سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب

دنیا میں سب سے زیادہ چھپنے اور سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآن مجید ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دنیا میں کوئی کتاب قرآن مجید کے برابر نہیں پڑھی جاتی۔ صرف قرآن مجید ہی ایسی کتاب ہے کہ دن کے چوبیں گھنٹوں میں ہر لمحے میں دنیا کے کسی نہ کسی حصہ پر اس کی تلاوت کسی نہ کسی صورت میں ہو رہی ہوتی ہے۔ آج دنیا کا گوشہ گوشہ تلاوت قرآن سے گونج رہا ہے۔

۷۔ قبل حفظ

سابقہ الہامی کتابوں میں سے کسی ایک کتاب کا بھی حافظ دنیا میں موجود نہیں۔ قرآن مجید دنیا کی واحد الہامی کتاب ہے جسے لاکھوں مسلمانوں نے اپنے دلوں اور حافظوں میں محفوظ کیا ہوا ہے۔ قرآن پاک کے حافظ ہر دور میں رہے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کے دور میں سینکڑوں صحابہ کرام قرآن پاک کے حافظ تھے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس کا حفظ کرنا آسان ہے۔

ارشادِ بانی ہے: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ ﴿سورۃ القمر: ۷﴾

اور بے شک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے۔

۸۔ آخری الہامی کتاب

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا سلسلہ مکمل فرمادیا ہے جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اسی طرح یہ کتاب بھی ہر قوم اور زمانے کے لیے سرچشمہ ہدایت ہے۔ قیامت تک لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔

ارشاد ربانی ہے: **الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَّتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي** ﴿سورہ المائدہ: ٣﴾
 آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی

علوم القرآن

(Uloom-ul-Quran)

علوم القرآن سے مراد وہ علوم ہیں جو تمیں قرآن مجید نے بتائے ہیں۔ یا ہم اس سے علم حاصل کر سکتے ہیں۔ لہذا ایسے علوم کو شاہ ولی اللہ (احمد بن عبد الرحیم) نے پانچ اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے ایسے علوم پر مشتمل کتاب ”الفوز الكبير فی اصول التفسیر“ تحریر کی جو کہ ہمارے تعلیمی نصاب میں شامل درس ہے۔ یہ کتاب نہ صرف برصغیر؛ بلکہ عرب اور افریقی و یورپی ممالک میں بھی متعارف ہے۔ شاہ صاحب نے اصلاً یہ کتاب فارسی زبان میں لکھی تھی؛ کیونکہ اس وقت ہندوستان میں فارسی زبان کی حیثیت مادری زبان کی تھی۔

الفوز الكبير فی اصول التفسیر کی مشہور شروحات درج ذیل ہیں۔

- ۱۔ ”عون الحجیر“ صوفی عبدالحمید سواتی
 - ۲۔ ”الفوز العظیم“: ”خورشید انور قادری فیض آبادی
 - ۳۔ ”الحجیر الکثیر“، مفتی محمد امین صاحب پالن پوری
- ”الفوز الكبير فی اصول التفسیر“ میں درج ذیل پانچ علوم کو یوں تقسیم کیا ہے۔

۱. علم الاحکام

وہ آیات جو واجب، مندوب، مباح، مکروہ اور حرام سے متعلق ہیں۔ ان کا تعلق عبادات، معاملات سے یا سیاست مدن ہے۔ جیسے نماز کی فرضیت کا حکم اور سود کی حرمت کا بیان۔

۲. علم المخاصمه

اس علم کو علم مباحثہ یا علم مناظرہ بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں چارہ گمراہ فرقوں یہود، نصاری، مشرکین اور منافقین کے ساتھ ان کے عقائد کے حوالے سے جو آیات نازل ہوئیں ان کے بیان کو علم مخاصمه کہتے ہیں۔

۳. علم تذکیر بالاء الله

اس علم میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں مثلاً زمین و آسمان کی تخلیق، ابتدائے کائنات اور اللہ

تعالیٰ کی صفات کا ذکر ہے۔

۳۔ علم تذکیر بایام اللہ

ان واقعات کے بیان کا علم جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اطاعت شعار بندوں کو انعام سے نوازا اور نافرمانوں پر اپنے عذاب کو نازل کیا۔ قرآن حکیم میں فرمانبرداروں اور نافرمان دونوں کے حالات نصیحت کے لیے بیان کیے گئے ہیں۔

۵۔ علم تذکیر بالموت و ما بعد الموت

اس میں موت اور موت کے بعد پیش آنے والے حالات کا علم ہے۔ مثلاً موت کے طاری ہونے اور قیامت، اعمال کا حساب اور ان کی بنا پر جزا و سزا کا علم تذکیر بالموت سے تعلق رکھتا ہے۔

اصول الفہریت سے متعلقہ علوم

وہ علوم جن سے قرآن کو صحیح میں مدد ملتی ہے۔ ان علوم کو اصول تفسیر کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ یعنی ایسے علوم جن کے ذریعے ہم قرآن مجید کی تفسیر اور تشریح کر سکتے ہیں۔

- | | |
|-----------------|-----------------------|
| 1- رسوم القرآن | 2- علم التجوید و قرات |
| 3- اسباب نزول | 4- اعجاز القرآن |
| 5- احکام القرآن | 6- امثال القرآن |
| 7- اقسام القرآن | 8- ناسخ و منسوخ |
| 9- قصص القرآن | |

علوم القرآن علوم سے متعلقہ کتب:

- ۱- مباحث فی علوم القرآن۔ الدکتور صبح صالح
- ۲- البرهان فی علوم القرآن۔ علامہ بدر الدین محمد بن عبداللہ الزركشی
- ۳- الاتقان فی علوم القرآن۔ علامہ جلال الدین سیوطی
- ۴- زبدۃ الاتقان۔ محدث عظیم محمد بن علوی مالکی
- ۵- علوم القرآن۔ جسٹس علامہ قبیل عثمانی
- ۶- المدخل الی علم التفسیر۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری
- ۷- علوم القرآن۔ ڈاکٹر ہمایوں نشس
- ۸- تاریخ التفسیر والمعفسرون۔ غلام احمد حریری

منتخب آیات کی تشریح (Study of Selected Text of Holy Quran)

﴿سورۃ البقرۃ﴾

تعارف:

سورۃ البقرۃ قرآن مجید میں دوسری سورۃ ہے۔ اس سورۃ میں ۲۸۶ آیات ہیں اس سورۃ کا نام اس میں بیان کردہ گائے کا واقعہ سے موسم ہے سورۃ بقرۃ مدینی سورہ ہے۔ تمام سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی سوائے ایک آیت کے جو ۲۸۱ آیت ہے جو حجۃ الاداع کے موقع پر کہ المکرّمہ میں نازل ہوئی۔ اس سورت کا بیشتر حصہ ہجرت مدینہ کے بعد مدینی زندگی کے بالکل ابتدائی دور میں نازل ہوا ہے۔ سلسلہ میں (۲۸۲ تا ۲۸۳) ۲۸۶ آیات شامل ہیں۔

لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ طَوَّانٌ تُبَدُّلُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ
تُخْفُوهُ يُعَلِّمُهُمْ بِهِ اللَّهُ فَيَغْفِرُ لِمَنِ يَشَاءُ وَيَعِذُّ بُمَنِ يَشَاءُ طَوَّالُهُ

﴿علیٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ۲۸۳

”جو کچھ آسانوں میں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، وہ باقی جو تمہارے دلوں میں ہیں خواہ انہیں ظاہر کرو یا انہیں چھپاو اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا، پھر جسے وہ چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے“

۱۔ اللہ تعالیٰ کے اختیارات کی وسعت

اللہ تعالیٰ کی مطلق حاکمیت اور کامل اختیارات کا ذکر کیا گیا ہے کہ زمین و آسمان اور ان کے درمیان جو کچھ بھی موجود ہے اللہ تعالیٰ ان سب کا مالک اور خالق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی تمام ارض و سماء کا مالک ہے۔ اسی لیے انسان کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے سامنے سرنبیں جھکانا چاہیے۔

۲۔ وسوسوں پر گرفت کا ضابط

جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام بہت گھبرائے کہ دل کے وسوسوں سے محفوظ رہنا انسان کے بس میں نہیں۔ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں آ کر گھٹنوں کے بلگر

پڑے اور عرض کرنے لگے کہ یہ آیت مبارکہ جو نازل ہوئی ہے ہم اس کی برداشت کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: پھر کیا تم یہود و نصاریٰ کی طرح یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم نے سنا اور نہیں مانا۔ تمہیں کہنا چاہیے: ہم نے سنا اور مانا۔ اللہ تعالیٰ ہم تیری بخشش چاہتے ہیں۔ ایک حدیث میں روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے میری امت سے دل میں آنے والی باتوں کو معاف کر دیا ہے۔ البتہ ان خیالات پر گرفت ہو گی جن کا اظہار زبان سے کر دیا یا ان پر عمل کیا جائے۔“

امَّنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ طَكُلُّ امَّنَ بِاللَّهِ وَمَلِئَكَهُ
وَكُتبَهُ وَرُسُلَهُ قَدْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُسُلِهِ قَدْ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا
غُفرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمُصِيرُ

﴿۲۸۵﴾ سورة البقرة

”(وہ) رسول اس پر ایمان لائے (یعنی اس کی تصدیق کی) جو کچھ ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا اور اہل ایمان نے بھی، سب ہی (دل سے) اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، (یہ کہتے ہیں): ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی کے درمیان بھی (ایمان لانے میں) فرق نہیں کرتے، اور (اللہ تعالیٰ کے حضور) عرض کرتے ہیں: ہم نے (تیرا حکم) سنا اور اطاعت (قبول) کی، اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش کے طلبگار ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے“

اس سورۃ میں ایمان بالغیب (بن دیکھے ایمان لانا) کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ ایمان بالغیب کے سات اجزاء

- | | |
|--|--------------------|
| ۱۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان | ۲۔ فرشتوں پر ایمان |
| ۳۔ کتابوں پر ایمان | ۴۔ رسولوں پر ایمان |
| ۵۔ قدر پر ایمان | ۶۔ قیامت پر ایمان |
| ۷۔ دوبارہ زندہ ہونے اور حساب کتاب پر ایمان | |

۲۔ توہید و رسالت

تمام الہامی ادیان میں اللہ تعالیٰ کے تصور کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے ہی انسان دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ انبیاء اور رسول ﷺ ان مقدس ہستیوں

کا کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا پیغام انسانوں تک پہنچاتے ہیں۔ تمام انبیاء کرام ﷺ کی بنیادی تعلیمات ایک ہی ہیں۔ جزوی طور پر ان کی شریعتوں میں تبدیلی ہوتی رہی۔ یہ سب رسول (جو ہم نے مبوعث فرمائے) ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، ان میں سے کسی سے اللہ تعالیٰ نے (براہ راست) کلام فرمایا اور کسی کو درجات میں (سب پر) فوکیت دی (یعنی حضور نبی اکرم ﷺ کو جملہ درجات میں سب پر بلندی عطا فرمائی)

۳۔ آخرت پر ایمان

آخرت بنیادی عقائد کا ایک لازمی جزو ہے۔ یوم آخرت پر ایمان لانا متعین کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ آخرت کا لفظ اپنے اندر بہت وسعت رکھتا ہے۔ آخرت سے مراد وہ زندگی ہے جو موت کے بعد شروع ہونے والی ہے۔ اس کے لیے کئی اور الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً یوم حساب، یوم الدین وغیرہ۔ قرآن و حدیث میں یوم القیامہ اور یومبعث کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس دن تمام انسان اپنے اعمال کی جوابدی اور جزا اوسرا کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے۔

لَا يُكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا طَلَّهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط
رَبَّنَا لَا تُؤْخِذْنَا إِنْ نَسْيَنَا أَوْ أَخْطَأْنَا طَرَبَنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا
حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ حَوَافِعُ
عَنَّا وَقَنَهُ وَأَغْفِرْ لَنَا وَقَنَهُ وَارْحَمْنَا وَقَنَهُ أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ

﴿الْكُفَّارُ ۵﴾

”اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا، اس نے جو نیکی کمائی اس کے لیے اس کا اجر ہے اور اس نے جو گناہ کمایا اس پر اس کا عذاب ہے، اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر بیٹھیں تو ہماری گرفت نہ فرماء، اے ہمارے پروردگار! اور ہم پر اتنا بوجھ بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا، اے ہمارے پروردگار! اور ہم پر اتنا بوجھ (بھی) نہ ڈال جسے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں، اور ہمارے (گناہوں) سے درگز رفرما، اور ہمیں بخش دے، اور ہم پر رحم فرماء، تو ہی ہمارا کار ساز ہے پس ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرماء“

۱۔ طاقت کے مطابق بوجھڈالنا

اللہ تعالیٰ انسان کی مجبوریوں اور مسائل کو سمجھتا ہے اس لیے اس نے انسانوں پر اتنا بوجھڈا لایا ہے جتنا وہ برداشت کر سکتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ کے تمام احکام اس اصول پر ہیں پھر ان احکام کے اطلاق میں بھی اس اصول کا لاحاظ رکھا گیا ہے۔ اسلام کے جملہ احکام میں کوئی ایسا حکم نہیں جس پر عمل کرنا انسان کے لیے مشکل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالی۔

۲۔ جزا و سزا کا نظام

یہ اللہ تعالیٰ کے نظام جزا و سزا ہے کہ ہر شخص نے جو نیک اعمال کیے ہوں گے ان کا اسے صد ملے گا اور جو ناہ کیے ہوں گے ان کی سزا ملے گی۔ ہر شخص اسی قصور پر پکڑا جائے گا جس کا وہ مرتب ہوا ہو۔ ہر شخص اپنے اعمال کا خود مدار ہے۔

اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو محاسبے کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ ہر شخص کے اعمال ہی اس کے کام آئیں گے۔ یعنی غلطی پر سزا ملے گی اور عمل صالح، نیکی پر اجر ملے گا۔

۳۔ آزمائش اور ابتلاء سے نجتنی کی دعا

ایمان اور آزمائش لازم و ملزم ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! ہمیں کسی آزمائش میں بدلانہ کر۔ اس میں تین امور کی درخواست کی گئی ہے:

۱۔ وَأَغْفِلْنَا ہمارے جرائم معاف فرمा ۲۔ وَأَغْفِرْلَنَا ہمیں عذاب سے بچا

۳۔ وَارْحَمْنَا ہم پر رحم فرماء

۴۔ کافروں کے مقابلے میں مدد کی دعا

فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكُفَّارِينَ۔ ﴿سورۃ البقرہ: ۲۵۰﴾

اے اللہ تعالیٰ! کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرماء۔

مسلمانوں کو تسلی دی ہے کہ اگر وہ صحیح مومن ہیں اور ثابت قدم رہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی مدد کرے گا۔ لیکن ایک انسان اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کرنے سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اس لیے مدد طلب کرنے کے لیے دعا کی تلقین کی گئی ہے۔

﴿سورہ الحجرات﴾

تعارف:

قرآن مجید کی ۲۹ سورت ہے۔ جو حضور اکرم ﷺ کی مدنی زندگی میں نازل ہوئی۔ اس سورت میں ۲ رکوع اور ۱۸ آیات ہیں۔ اس کا نام آیت ۲ کے فقرے **إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُّرَاتِ** سے مانخوذ ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ سورت جس میں لفظ **الْحُجُّرَاتِ** آیا ہے۔ ہمارے سلسلہ پیش میں یہ مکمل سورۃ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَأْسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ طَإِنَّ اللَّهَ
 سَمِيعٌ عَيْنٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ
 النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرٍ بِعْضُكُمْ لِيَعْضِنَ أَنْ تَحْبَطَ
 أَعْمَالَكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَغْسُلُونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ
 اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبُهُمْ لِتَنْقُويَ طَلَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرٌ

﴿سورہ الحجرات: ۱ تا ۳﴾

عظیم

”اے ایمان والو! (کسی بھی معااملے میں) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو (کہ کہیں رسول ﷺ کی بے ادبی نہ ہو جائے)، بے شک اللہ تعالیٰ (سب کچھ) سننے والا خوب جانے والا ہے۔ اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبی مکرم ﷺ کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور ان کے ساتھ اس طرح بلند آواز سے بات (بھی) نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ کرتے ہو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے سارے اعمال ہی (ایمان سمیت) غارت ہو جائیں اور تمہیں (ایمان اور اعمال کے بر باد ہو جانے کا) شعور تک بھی نہ ہو۔ بے شک جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں (ادب و نیاز کے باعث) اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے چُن کر خالص کر لیا ہے۔ ان ہی کے لیے بخشش ہے اور اجر عظیم ہے“

ا۔ رسول اللہ ﷺ کا مقام

اس آیت مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کے مقام و مرتبہ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ

ان کے ساتھ عام لوگوں کا معاملہ نہ کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی بے ادبی سے انسان دارہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ کے احترام میں ذرا سی کمی بھی اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس سے عمر بھر کی کمالی غارت ہو سکتی ہے۔ زندگی کے کسی معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے رسول کے احکام کی خلاف ورزی جائز نہیں۔

۲۔ آواز کو پست رکھنا

حضور نبی اکرم ﷺ سے ہم کلام ہوتے ہوئے آواز کو پست رکھا جائے۔ انداز گفتگو میں تہذیب و شاشقی کو لحوظ خاطر رکھا جائے۔ اپنی آواز کو نبی اکرم ﷺ کی آواز سے بلند کرنا بہت ہی بڑی بے ادبی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کوئی عام شخصیت نہیں۔ آپ ﷺ کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فرمایا ”وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ، أَنْ تَجْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ“ یعنی ہم نے تمہیں آپ ﷺ کی بارگاہ میں بلند آواز سے گفتگو کرنے سے اس لیے منع کیا ہے کہیں ایسا نہ ہو وہ تم سے غصب ناک ہو جائیں۔ آپ کے غصب کو دیکھ کر جلال الہی بھی جوش میں آجائے اور اس آدمی کے اعمال ضائع ہو جائیں، لیکن اسے پیچھی نہ ہو۔

۳۔ بے تکلفی کی ممانعت

حضور نبی اکرم ﷺ سے گفتگو میں بے تکلفی اختیار نہ کرو۔ جس طرح آپ میں گفتگو کرتے ہو۔ آپ ﷺ کی شان میں بے ادبی انسان کو گناہ گار بناتی ہے۔ آپ ﷺ سے گفتگو میں تہذیب و شاشقی کو لحوظ رکھا جائے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُسَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثُرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَلُوْ
أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۝ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

﴿سورۃ الحجرات: ۲۵﴾

”بے شک جو لوگ آپ کو جروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔ ان میں سے اکثر (آپ کے بلند مقام و مرتبہ اور آداب تقطیم کی) سمجھنیں رکھتے۔ اور اگر وہ لوگ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود ہی ان کی طرف باہر شریف لے آتے۔ تو یہاں کے لیے بہتر ہوتا، اور اللہ تعالیٰ براجنہشے والا بہت رحم فرمانے والا ہے“

ا۔ نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کے آداب

ان دو آیات میں نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عینیہ بن حصن اور اقرع بن حابس ۷۰ آدمیوں کے ساتھ بعد دو پھر مدینہ منورہ میں وارد ہوئے اور نام لے کر آپ ﷺ کو پکارنا شروع کیا۔ آپ ﷺ اس وقت ازواج مطہرات میں سے کسی جگہ میں استراحت (آرام) فرمار ہے تھے۔ تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

بنیادی طور پر اس آیت میں یہ ادب سکھایا گیا ہے۔ کہ باہر سے نام لے کر پکارنا آداب نبوت کے خلاف ہے۔ اگر وہ لوگ آپ ﷺ کے گھر سے باہر نکلنے کا انتظار کرتے اور آوازیں لگانے سے احتراز کرتے تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا۔ چونکہ ان لوگوں سے یہ بات علمی اور غیر مہذب ہونے کی وجہ سے سرزد ہوئی اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ قصور معاف فرمادیا۔ اس میں اشارہ ہے کہ اگر یہ لوگ تو پہ کر لیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے قصور کی معافی مانگ لیں تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ فَبَيِّنُوهُ أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا
بِجَهَالَةٍ فَصُبِّحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَلَمْ يَعْلَمُنَّ ۝ سورة الحجرات: ۶

”اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (شخص) کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تم کسی قوم کو علمی میں (ناحق) تکلیف پہنچا بیٹھو، پھر تم اپنے کیے پر بچتا تر رہ جاؤ،“

تحقیق کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھایا جائے

اس آیت مبارکہ میں یہ حکم ہے کہ جب فاسق شخص کوئی خبر لے کر آئے تو اصل واقعہ کی تحقیق کرو اور اس کے بعد کوئی قدم اٹھاؤ۔ مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ کے بارے نازل ہوئی۔ بہتر یہ ہے کہ اچھے بندے کی بات پر بھی تحقیق کر لی جائے کیونکہ نیک آدمی سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔

۲۔ جلد بازی کا نقضان

اس آیت مبارکہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ کسی بھی کام میں جلد بازی نہ کی جائے بلکہ

جو قدم بھی اٹھایا جائے سوچ سمجھ کر اٹھایا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ بعد میں جلد بازی کی وجہ سے نادم ہونا پڑے۔

۳۔ افواہوں کی ممانعت

اسلام نے اس حکم کے ذریعے افواہیں پھیلانے کا سد باب کر دیا ہے۔ اکثر جھگڑے جھوٹی خبروں کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ ذرا رُاغ ابلاغ کے لیے یہ آیت بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ کہ وہ غیر مصدقہ (قصدیق شدہ) خبریں نہ پھیلائیں۔

وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيْكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِيْ كَثِيرٍ مِنَ الْأَمْرِ لَعَذَّبْتُمْ
وَلِكُنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَرَزَّيْنَاهُ فِيْ قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ
الْكُفُرُ وَالْفُسُوقُ وَالْعُصْيَانُ طُوْلَيْكَ هُمُ الرُّشِدُونَ ۝ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ
وَنِعْمَةً طَوَّالَهُ عَلِيْمٌ حَكِيمٌ ۝

﴿سورة الحجرات: ۷ تا ۸﴾

”اور جان لو کہ تم میں رسول اللہ ﷺ موجود ہیں، اگر وہ بہت سے کاموں میں تمہارا کہنا مان لیں تو تم بڑی مشکل میں پڑ جاؤ گے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان کی محبت عطا فرمائی اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ فرمادیا اور کفر اور نافرمانی اور گناہ سے تمہیں منتفہ کر دیا، ایسے ہی لوگ دین کی راہ پر ثابت اور گامزن ہیں۔ (یہ) اللہ تعالیٰ کے فضل اور نعمت (یعنی تم میں رسول ﷺ کی بعثت اور موجودگی) کے باعث ہے، اور اللہ تعالیٰ خوب جانے والا اور بڑی حکمت والا ہے“

۱۔ اپنی رائے پر حضور اکرم ﷺ کی رائے کو اہمیت دینا

اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا ہے کہ تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول موجود ہیں۔ ان کی اطاعت اور تعظیم تمہارا فرض ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ تم میں موجود ہیں اور آپ ﷺ تمہارے مفادات و مصالح کو بہتر جانتے ہیں اس لیے مومنین کو چاہیے کہ وہ تمام فیصلے آپ پر چھوڑ دیں۔

۲۔ دین کو خواہشات کے تابع کرنا

دین کو خواہشات کے تابع کرنے کی مذمت آئی ہے اور صحیح یہ ہے کہ خواہشات کو دین کے تابع کیا جائے۔

۳۔ حکام نبوی میں فلاح

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا کوئی حکم اور فیصلہ تمہارے لیے کسی طرح تکلیف دہ اور نقصان کا باعث نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو مونوں کا مفاد عزیز ہے۔

وَإِنَّ طَائِفَتَنِي مِنَ الْمُؤْمِنِينَ افْتَلُوا فَاصْلِحُوهَا بَيْنَهُمَا فَإِنْ مَبَغَثُ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوهَا إِنَّمَا تَبْغُى حَتَّى تَفْئَءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَاصْلِحُوهَا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝
إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَاصْلِحُوهَا بَيْنَ أَخْوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ

تُرْحَمُونَ ۝ سورة الحجرات: ۹ تا ۱۰ ۴۰

”اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کریں تو ان کے درمیان صلح کر دیا کرو، پھر اگر ان میں سے ایک (گروہ) دوسرے پر زیادتی اور سرکشی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کا مرتكب ہو رہا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر وہ رجوع کر لے تو دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کر دو اور انصاف سے کام لو، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو بہت پسند فرماتا ہے۔ بات یہی ہے کہ (سب) اہل ایمان (آپس میں) بھائی ہیں۔ سو تم اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کر لیا کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر حرم کیا جائے“

اسلام کے اصول صلح

۱۔ اگر مونین میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں۔ تو ان کے درمیان صلح کرانا اہل ایمان پر فرض ہے۔
۲۔ اگر صلح کی کوششیں کامیاب نہ ہوں تو پھر ظالم گروہ کے خلاف مظلوم کی مدد کرنی چاہیے تا آنکہ ظالم صلح پر آمادہ ہو جائے۔

۳۔ عدل و انصاف کے ساتھ صلح کرائی جائے کیونکہ غیر منصفانہ شرعاً کر کرائی گئی صلح دیرپاہیں ہوتی۔
۴۔ مسلمانوں کے درمیان جھگڑوں میں دوسرے مسلمانوں کا خاموش تماشائی بنے رہنا اس آیت کی رو سے منوع ہے۔ سورہ الانفال: آیت نمبر ایمیں فرمایا: فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنُونَ ”سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈر و اپنے باہمی

معاملات کو درست رکھا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کیا کرو اگر تم ایمان والے ہوں“

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخُرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يُكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ
وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ حَوْلَةٌ تَلْمِيزُ وَأَنْفَسُكُمْ
وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْأَلْقَابِ طَبِيعَةُ الْأَسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ حَوْلَةٌ لَمْ
يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ سورة الحجرات: ۱۱ ۵

”اے ایمان والو! کوئی قوم کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے وہ لوگ ان (تمسخر کرنے والوں) سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں ہی دوسری عورتوں کا (مذاق اڑائیں) ممکن ہے وہی عورتیں ان (مذاق اڑانے والی عورتوں) سے بہتر ہوں، اور نہ آپس میں طعنہ زدنی اور الزام تراشی کیا کرو اور نہ ایک دوسرے کے برے نام رکھا کرو، کسی کے ایمان (لانے) کے بعد اسے فاسق و بد کردار کہنا بہت ہی برا نام ہے، اور جس نے تو نبییں کی سو وہی لوگ ظالم ہیں“

۱۔ اخوت (بھائی چارہ) کے منافی کام

اس آیت مبارکہ میں ان تمام حرکتوں سے منع کیا گیا ہے جو ممنونوں میں نفرت، دوری، ناراضگی اور دشمنی کا باعث بن سکتی ہیں۔ قرآن مجید نے اس سلسلہ میں واضح احکام دیے ہیں کہ ایک قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے۔ دوسرے کے عیب نہ تلاش کرتی پھرے۔ کوئی شخص دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ یہ تمام امور اخوت (بھائی چارہ) کے منافی ہیں۔

۲۔ ایک دوسرے کا مذاق اڑانا

تمسخرہ بھی ہے جس سے دوسرے کی تحقیر اور دل شکنی ہوتی ہے۔ تو ہیں آمیز مذاق سے دوسرے کی خصیت متاثر ہوتی ہے۔ تمسخر یہ ہے کہ کسی شخص کی تحقیر و توہین کے لیے اس کے عیب کا ذکر اسی طرح کرنا جس سے لوگ ہٹنے لگیں۔ قرآن نے مردوں کو الگ اور عورتوں کو الگ سے دوسروں کا مذاق اڑانے کی ممانعت کی ہے۔

۳۔ بڑے القاب سے پکارنے کی ممانعت

کسی کو بڑے القاب سے نہ پکارا جائے۔ کیونکہ اس سے دوسروں کو چڑھاتی ہے اور ان

کا دل پر بیان ہوتا ہے جو نام کسی کی تحقیر کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس نام سے اسے پکارنا منع ہے۔ اور برعے نام رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس آیت مبارکہ میں برآ نام رکھنے کو ایمان لانے کے بعد بدترین جرم قرار دیتے ہوئے اس سے منع کیا گیا ہے۔ ان چاروں امور سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ اخوت کے منافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو لوگ ان کاموں سے تو نہیں کرتے وہ ظالم ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أَمْنُوا إِجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظُّنُنِ إِنَّ بَعْضَ الظُّنُنِ إِثْمٌ وَلَا
تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا طَأْيِحُ بَعْضُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ
أَخِيهِ مَيِّتاً فَكَرِهُتُمُوهُ طَ وَاتَّقُوا اللَّهَ طَ إِنَّ اللَّهَ تَوَابُ رَحِيمٌ ۝

﴿سورۃ الحجرات: ۱۲﴾

”اے ایمان والو! زیادہ تر گمانوں سے بچا کرو بے شک بعض گمان (ایسے) گناہ ہوتے ہیں (جن پر اخروی سزا واجب ہوتی ہے) اور (کسی کے عیبوں اور رازوں کی) جتو نہ کرو اور نہ پیچھے پیچھے ایک دوسرے کی برائی کیا کرو، کیا تم میں سے کوئی شخص پسند کرے گا کہ وہ اپنے مرد بھائی کا گوشت کھائے، سو تم اس سے نفرت کرتے ہو۔ اور (ان تمام معاملات میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ تو بکہ بہت قول فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے“

۱۔ بدگمانی کی ممانعت

اس آیت میں تین افعال کو حرام قرار دیا گیا ہے جن میں سے پہلا فعل بدگمانی ہے۔ امام قرطبی نے لکھا ہے: اس آیت مبارکہ میں ظن سے مراد تہمت ہے یعنی کسی دلیل کے بغیر شک اور وہم کی بنیاد پر دوسرے مسلمان کو مور داڑام ٹھہرانا یا گناہ کا مرتكب خیال کرنا۔ یہ حرام اور ناجائز ہے۔ مسلمانوں کو ایک دوسرے کے بارے میں بدگمانی سے بچنا چاہیے۔ بدگمانی سے تعلقات خراب ہوتے ہیں۔ کسی کے عیبوں کی ٹوہ میں نہ رہو کسی دوسرے کے عیبوں کی تلاش میں نہ رہو۔ کسی کے ایسے راز کو جانے کی کوشش کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح کسی مسلمان کی نجی زندگی کی جاسوسی کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

۲۔ غیبت کی ممانعت

غیبت بہت بڑا گناہ ہے۔ غیبت سے مراد ہے کہ آدمی کسی شخص کی پیچھے پیچھے اسکے متعلق

کوئی ایسی بات کہے جو سے معلوم ہوتا ہے ناگوارگز رے یعنی کسی کو اس کی عدم موجودگی میں برا کھنا غائب ہے۔ اس آیت مبارکہ میں غیبت کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(صحیح بخاری، کتاب المظالم، حدیث: ۲۳۱۰)

جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔“

اگر ایسے اعمال سرزد ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرنی چاہیے۔ یہی تقویٰ کا تقاضا ہے۔

يَا إِيَّاهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُورًا وَقَبَائِلَ

لِتَعَارُفُوا طَإِنْ أَكْرَمُكُمْ عِنْدَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَيْرٌ^۵

﴿سورہ الحجرات: ۱۳﴾

”اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقطیم) کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزد یہ تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو، بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانے والا خوب خبر رکھنے والا ہے،“

۱۔ اسلام کا نظام مساوات

اس میں بتایا گیا ہے کہ تمام انسان ایک مرد اور عورت سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اختلاف اقوام و قبائل کے باوجود بنی نوع انسان کا مورث اعلیٰ ایک ہے۔ سب انسانوں کی اصل اور نسبت چونکہ ایک ہے اس لیے سب برابر ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں نسل پرستی پر کاری ضرب لگائی گئی ہے۔ اس سے یہودیوں کے نسل پرستی کے نظر میئے اور ہندوؤں کے ذات پات کے نظام کی نفی ہوتی ہے۔ اس آیت سے قوم پرستی کی جڑ کاٹی گئی ہے۔

۲۔ خاندان اور قبائل شناخت کی بنیاد

نسل انسانی مختلف خاندانوں اور قبائل میں تقسیم ہے۔ ذات برادریاں اور مختلف قبائل صرف باہمی پہچان کے لیے ہیں۔ کسی قبیلے یا خاندان کو کسی بنیاد پر دوسرے خاندان اور قبیلے پر

برتری حاصل نہیں کیونکہ سب آدم کی اولادیں اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔ اگر کسی شخص کو دوسرے شخص پر کوئی برتری حاصل ہے تو اس کی بنیاد صرف تقویٰ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”بے شک تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ پر ہیز گار ہے۔“

قَالَتِ الْأَغْرَابُ أَمَّا طَقْلُ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلِكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلُ
الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ طَوَّانُ تُطْبِعُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ لَا يَلْتَكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ
شَيْءًا إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾ سورۃ الحجرات: ۱۲

”دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں، آپ فرمادیجھے، تم ایمان نہیں لائے، ہاں یہ کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا، اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو تو وہ تمہارے اعمال (کے ثواب میں) سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخششے والا بہت رحم فرمانے والا ہے،“

1- ایمان اور اسلام

ایمان کا تعلق عقائد پر دل سے ایمان اور زبان سے اقرار کرنے سے ہے اور اسلام کا تعلق ظاہری اعمال سے ہے۔ اللہ تعالیٰ، اس کے رسولوں، کتابوں، ملائکہ اور اسلامی تعلیمات کے مطابق عقیدہ رکھنا ایمان ہے اور عبادات مثلاً نماز ادا کرنا، رزہ رکھنا، حج کرنا اسلام ہے۔ اسلام ظاہری اطاعت کو کہتے ہیں جب کہ ایمان اس کے عکس قبھی کیفیت کا نام ہے۔

2- منافق کا ایمان

منافق کے دل میں ایمان کی شہادت موجود نہیں ہوتی۔ منافق ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کے دل میں ایمان نہیں ہوتا لیکن وہ ظاہری طور پر مسلمان ہوتا ہے۔ دیہاتی منافقین اور دین کے دعوے داروں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: تم مسلمان ہو موسیٰ نہیں کیونکہ ایمان تمہارے دلوں میں نہیں اترتا۔

3- اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت

جو لوگ ظاہری طور پر ایمان کا اظہار کرتے ہیں انہیں بتایا گیا ہے۔ کہ اب بھی وہ اللہ

تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں تو وہ ان کے اعمال میں کمی نہیں کرے گا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے گا۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَهَدُوا
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝

﴿سورۃ الحجرات: ۱۵﴾

”ایمان والے تو صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے، پھر شک میں نہ پڑے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں سے جہاد کرتے رہے، یہی وہ لوگ ہیں جو (دعوےٰ ایمان میں) سچے ہیں“

1- اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا

ایک کامل مونن کی یہ نشانی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلُّوْا عَنْهُ وَإِنْتُمْ تَسْمَعُونَ ۝

﴿سورۃ الانفال: ۲۰﴾

اے ایمان والو! تم اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اس سے رُوگردانی مت کرو حالاں کہم سن رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ان کے دل میں رج بس جاتی ہے اور وہ اسلام کی راہ میں ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔

2- جان و مال سے جہاد

اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان رکھنے والے اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال و جان سے جہاد کرتے ہیں اور اپنی یہ دونوں قیمتی اشیاء اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان کر دیتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعَظَمُ
دَرَجَةً إِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝

﴿سورۃ التوبہ: ۲۰﴾

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں سے جہاد کرتے رہے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درجہ کے لحاظ سے بہت بڑے ہیں، اور وہی لوگ ہی مراد کو پہنچ ہوئے ہیں ۵

**قُلْ أَتَعْلَمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ طَوَّالَهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ
طَوَّالَهُ يُكْلِلُ شَيْءًا عَلَيْمٌ ۝ يَمْنُونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا طَقْلُ لَا تَمْنُوا
عَلَىٰ إِسْلَامَكُمْ حَبْلَ اللَّهِ يَمْنُ عَلَيْكُمْ أَنْ هَذِكُمُ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ**

﴿صَدِيقِينَ ۝ سورہ الحجرات : ۱۶ تا ۱۷ ۴﴾

”فرماد تھے، کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی دینداری جتلار ہے ہو، حالاں کہ اللہ تعالیٰ ان (تمام) چیزوں کو جانتا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔ یہ لوگ آپ پر احسان جلتاتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے ہیں۔ فرماد تھے: تم اپنے اسلام کا مجھ پر احسان نہ جتنا و بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر احسان فرماتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کا راستہ دکھایا ہے، بشرطیکہ تم (ایمان میں) سچے ہو،“

۱۔ ایمان لانے کا احسان جتنا

یہ آیت بعض دیہاتی عربوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ بدلوگ نبی اکرم ﷺ کے سامنے آ کر ظاہر کرتے تھے کہ ہم دلی طور پر اسلام لائے ہیں۔ ان لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ تم محض دنیوی مقاصد اور مال کے حصول کے لیے اسلام کا اظہار کر رہے ہو تم اللہ تعالیٰ پر اپنے اسلام لانے کا احسان جلتاتے ہو اور اپنی دین داری پر فخر کرتے ہو۔ حالانکہ اس وقت اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی محبت ان کے دلوں میں پختہ نہیں ہوئی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا شکر

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں دین قبول کرنے کی توفیق دی۔ اگر تم سچے ہوتے تو نبی اکرم ﷺ پر اس طرح کا احسان جلانے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس آیت میں اشارہ ہے کہ جو شخص نیکی کا کوئی کام کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ تو آسمانوں اور زمین میں تمام چیزوں کو جانتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوَّ اللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

﴿سورة الحجرات: ۱۸﴾

”بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے سب غیب جانتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جو عمل بھی تم کرتے ہو اسے خوب دیکھنے والا ہے“
امنافقین کو تنبیہ

اس سے قبل منافقین کا ذکر آیا ہے۔ اس مناسبت سے وہ یہ نہ سمجھیں کہ ان کے دل میں کھوٹ ہے۔ انکی مسلمانوں کے خلاف سازشوں کو اللہ تعالیٰ نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ ان کی حرکتوں کو جانتا ہے۔

2- عالم الغیب

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ تمہارے ایمان کے بارے بے خبر کیسے رہ سکتا ہے؟ اس آیت مبارکہ میں بتایا گیا ہے کہ تمام آسمانوں اور زمین کے پوشیدہ راز اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ زمین و آسمان کی کوئی براہ اس سے پوشیدہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تمہارے سارے اعمال پر نظر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عالم غیب ہونے کو قرآن مجید میں جگہ جگہ بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ حَلِيمٌ الْغَيْبٌ وَ الشَّهَادَةُ جُهُونُ الرَّحْمَنُ

﴿سورة الحشر: ۲۲﴾

”وَهُنَّ اللَّهُ تعالِیٰ ہے۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، پوشیدہ اور ظاہر کو جانے والا ہے، وہی بے حد رحمت فرمانے والا نہایت مہربان ہے“

﴿سورة المؤمنون﴾

تعارف

قرآن مجید کی ۲۳ سورت جو ۱۸ پارے کے آغاز سے شروع ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کے کمی دور میں نازل ہوئی۔ اس میں ۱۱۸ آیات اور ۶ رکوع ہیں۔ سورۃ المؤمنون کی پہلی گیارہ آیات کے متعلق حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے ان پر عمل کیا وہ خالص

مومن ہے اور دنیا اور آخرت میں فلاح پائے گا۔ سلپیس میں اس کی پہلی گیارہ آیات شامل ہیں۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَالَاتِهِمْ خَشِعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ

اللَّغُو مُعْرِضُونَ ۝ ﴿سورۃ المومنوں: ۱ تا ۳﴾

”بے شک ایمان والے مراد پا گئے۔ جو لوگ اپنی نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں اور جو بیہودہ با توں سے (ہر وقت) کنارہ کش رہتے ہیں،“

لفظ فلاح کے معنی ہیں کہ ہر مراد حاصل ہو اور ہر تکلیف دور ہو۔ یہ لفظ جتنہ مختصر ہے اتنا ہی جامع ہے۔ کامل فلاح تو صرف جنت میں ہی مل سکتی ہے البتہ اکثر حالات کے اعتبار سے فلاح یعنی با مراد ہونا اور تکلیفوں سے نجات پانایہ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

مؤمنین کی سات صفات

- | | |
|-------------------------|----------------------------|
| ۱۔ نماز میں خشوع و خضوع | ۲۔ زکوٰۃ ادا کرنے والا |
| ۳۔ لغویات سے پرہیز | ۴۔ ایقائے عہد کو پورا کرنا |
| ۵۔ شرمگاہوں کی حفاظت | ۶۔ امانتداری کا ادا کرنا |
| ۷۔ نمازوں کی محاظت | |

انمازوں میں خشوع و خضوع

خشوع کے لغوی معنی سکون کے ہیں۔ اصطلاح شرع میں خشوع سے مراد یہ ہے کہ قلب میں بھی سکون ہو اور اعضاء بدن میں بھی سکون ہو۔ وہ فضول حرکتوں سے اجتناب کرے خصوصاً وہ حرکتیں جن سے رسول اللہ ﷺ نے نماز میں منع فرمایا ہے۔ فقہاء نے ان کو مکروہات نماز کے عنوان سے جمع کر دیا ہے۔ حضرت مجاهدؓ نے فرمایا کہ نظر اور آواز کو پست رکھنے کا نام خشوع ہے۔

۲۔ لغویات سے پرہیز

لغو کے معنی فضول کلام یا کام ہے جس میں کوئی دینی فائدہ نہ ہو۔ آیت مبارکہ کا مکمل مفہوم یہ ہے کہ وہ لغویات کی طرح توجہ نہیں دیتے اور اس کی طرف رخ بھی نہیں کرتے۔ جہاں لغو با تین ہو رہی ہوں وہاں جانے سے پرہیز کرتے ہیں۔ اگر کہیں ان سے سابقہ پیش آجائے تو تیزی سے آگے نکل جاتے ہیں۔ یعنی جب کسی الیسی مغلل سے ان کا گزر ہو جہاں لغویات ہوں تو یہ

وہاں سے مہذب طریقے سے گزرجاتے ہیں۔

وَالَّذِينَ هُمْ لِلْزَكُوٰةِ فَعِلُوٰنَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوٰجِهِمْ حَفِظُوٰنَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ
أَرْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكُتُ اِيمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوِّمِينَ ۝ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ
ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْعَدُوُنَ ۝ ﴿سورۃ المومتوں: ۲۷﴾

”اور جو (ہمیشہ) زکوٰۃ ادا (کر کے اپنی جان و مال کو پاک) کرتے رہتے ہیں۔ اور جو (ダメا) اپنی شرمنگاہوں کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں کے یا ان باندیوں کے جوان کے ہاتھوں کی مملوک ہیں، بے شک (احکام شریعت کے مطابق ان کے پاس جانے سے) ان پر کوئی ملامت نہیں۔ پھر جو شخص ان (حلال عورتوں) کے سوا کسی اور کا خواہش مند ہو تو ایسے لوگ ہی حد سے تجاوز کرنے والے (سرکش) ہیں“

۳۔ زکوٰۃ ادا کرنے والا

لفظ زکوٰۃ کے دو معانی ہیں: ایک پاکیزگی دوسرا نشوونما۔ اصطلاح شرع میں مال کا ایک خاص حصہ کچھ شرائط کے ساتھ صدقہ کرنے کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں یہ لفظ اسی اصطلاحی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اگر آیت میں زکوٰۃ کے اصطلاحی معنی لیے جائیں تو اس کا فرض ہونا اور مون کے لیے لازم ہونا آتا ہے اور اگر زکوٰۃ سے مراد ترکیہ نفس یعنی اپنے نفس کو ردائل سے پاک کرنا ہے تو یہ بھی فرض ہے کیونکہ شرک، ریا، تکبر، حسد، بغض، حرص اور بخل سے نفس کو پاک کرنا ترکیہ کہلاتا ہے۔ یہ سب امور حرام اور گناہ کبیرہ ہیں اور نفس کو ان سے پاک کرنا فرض ہے۔

۴۔ شرمنگاہوں کی حفاظت

وہ لوگ جو اپنی بیویوں اور شرعی لونڈیوں کے علاوہ سب سے اپنی شرمنگاہ کی حفاظت کرتے ہیں۔ ان دونوں کے ساتھ شرعی ضابطہ کے مطابق شہوت نفس پوری کرتے ہیں۔ شرعی قاعدے کے مطابق اپنی بیوی یا لونڈی سے شہوت نفس کو پورا کرنے میں کوئی برائی نہیں۔ اس میں اس چیز کی طرف اشارہ ہے کہ اس کو ضرورت کے درجہ میں رکھنا ہے زندگی کا مقصد نہیں بنانا۔ اس کا درجہ اتنا ہے کہ جو ایسا کرے وہ قابل ملامت نہیں۔ البتہ گناہ یہ ہے کہ آدمی شہوت رانی کے لیے اس معروف اور جائز صورت سے تجاوز کرنے لگے۔

۵۔ زنا کی حرمت

زنا اخلاقی جرم ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں اس کی مذمت آئی ہے: ”بے شک یہ بڑی بے حیائی اور غصب (کابا عث) ہے اور بہت برقی روشن ہے“^۵

وَالَّذِينَ هُمْ لَا مُنْتَهُمْ وَعَهْدُهُمْ رَاغُونَ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوةِهِمْ
يُحْفَظُونَ وَأُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ وَالَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ طَهُمْ فِيهَا

خَلِيلُوْنَ ۝ سورة المومون: ۸۱

”اور جو لوگ اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کی پاسداری کرنے والے ہیں۔ ورجو اپنی نمازوں کی (مداومت کے ساتھ) حفاظت کرنے والے ہیں۔ یہی لوگ (جنت کے) وارث ہیں۔ یہ لوگ جنت کے سب سے اعلیٰ باغات (جہاں تمام نعمتوں، راحتوں اور قرب الہی کی لذتوں کی کثرت ہو گی ان) کی وراثت (بھی) پائیں گے، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے“

۱۔ امانت اور ایفاۓ عہد

امانت کا لفظ جامع ہے۔ لفظ امانت میں ہر وہ چیز شامل ہے جس کی ذمہ داری کسی شخص نے اٹھائی ہو اور اس پر اعتماد اور بھروسہ کیا گیا ہو۔ امانت کی کئی قسمیں ہیں اور اس سے مراد وہ تمام ذمہ داریاں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے، اسلامی معاشرے نے یا افراد نے کسی شخص پر عائد کی ہوں۔ مومن کی صفت ہے کہ وہ کبھی امانت میں خیانت نہیں کرتا۔ نبی اکرم ﷺ اکثر اپنے خطبوں میں فرمایا کرتے تھے۔ ”جو امانت کی صفت نہیں رکھتا وہ ایمان نہیں رکھتا جو عہد کا پاس نہیں رکھتا وہ دین نہیں رکھتا“۔ حقوق اللہ میں امانت سے مراد ہے کہ تمام شرعی فرائض و واجبات کا ادا کرنا اور تمام محترمات و مکروہات سے پر ہیز کرنا۔ امانت کی حفاظت اور اس کا حق ادا کرنا بڑا جامع لفظ ہے۔ عہد ایک تو وہ معاهدہ ہے جو دونوں طرف سے کسی معااملے میں لازم قرار دیا جائے اس کا پورا کرنا فرض ہے اور اس کے خلاف کوئی بہانہ کرنا دھوکہ ہے۔ وعدے کو کبھی عہد کہتے ہیں اور اس کا پورا کرنا بھی شرعاً لازم اور واجب ہے۔

حدیث میں ہے۔ **الْعِدَةُ ذَيْنٌ** (تفسیر قرطی، ج ۱، ص ۱۵۵) ” وعدہ ایک قرض ہے“ جس طرح قرض کی ادا یگلی واجب ہے اسی طرح وعدہ کا پورا کرنا بھی واجب ہے۔

۲- نمازوں کی حفاظت

اس سے پہلے نماز میں خشوع اختیار کرنے کا ذکر آیا ہے اور اس آیت مبارکہ میں نمازوں کی حفاظت کا ذکر ہے۔ یہاں صلوٰات کا لفظ جمع اس لیے لا یا گیا ہے کہ اس سے مراد پانچ وقت کی نمازوں ہیں جن کو اپنے وقت پر پابندی سے پڑھنا مقصود ہے۔ اوقات نماز، آداب نماز، ارکان نماز غرضیکہ نماز سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کی پوری تکمیل کرنا، جسم اور کپڑوں کا صاف رکھنا، نماز کے ترتیب ارکان اطمینان سے ادا کرنا یہ سب نمازوں کی حفاظت میں شامل ہے۔

۳- جنت الفردوس کے وارث

فردوس جنت کے لیے معروف ترین لفظ ہے۔ قرآن میں اس کا اطلاق متعدد باغوں کے مجموعے پر کیا گیا ہے جیسا کہ

كَانَتْ لَهُمْ جَنْتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلاً ﴿سورة کھف: ۷۰﴾

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو ان کے لیے فردوس کے باغات کی مہماں ہو گی) فردوس جنت کا الی مقام ہے“

﴿سورۃ الفرقان﴾

تعارف

یہ مکی ۲۵ سورت ہے۔ ۲۷ آیات اور ۲۶ رکوع پر مشتمل ہے۔ پہلی ہی آیت تبرک الذی نزل الفرقان سے ماخوذ ہے۔ یہ بھی قرآن کی اکثر سورتوں کے ناموں کی طرح علامت کے طور پر ہے انداز بیال اور مضامین پر غور کرنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ اس کا زمانہ نزول کی ہے، یعنی زمانہ قیام مکہ کا دور متوسط۔ امام رازی نے کہا ہے کہ یہ سورت سورۂ نساء سے آٹھ سال پہلے اتری تھی۔ اس حساب سے بھی اس کا زمانہ نزول وہی دور متوسط قرار پاتا ہے۔ سلسلہ میں آیت ۲۳ تا ۲۷ شامل ہیں

وَعَبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هُوَنَا وَإِذَا خَاطَبُهُمْ
الْجَهِلُونَ قَالُوا سَلَّمًا وَالَّذِينَ يَبْيَسُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقَيَاماً وَالَّذِينَ

يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا

﴿سورة الفرقان: ٢٣ تا ٢٥﴾

”اور حمان کے (مقبول) بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل لوگ (ناپسندیدہ) بات کرتے ہیں تو وہ سلام کہتے (ہوئے الگ ہو جاتے) ہیں۔ اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے لیے سجدہ ریزی اور قیام (نیاز) میں راتیں بسر کرتے ہیں۔ اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو (ہمہ وقت حضور باری تعالیٰ میں) عرض گزار رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو ہم سے دوزخ کا عذاب ہٹالے بے شک اس کا عذاب بڑا مہلک (اور داغی) ہے۔“

1- زمین پر عاجزی سے چلنا

عبدالرحمن یعنی اللہ تعالیٰ کے بندے جب زمین پر چلتے ہیں تو وہ پرسکون اور وقار سے چلتے ہیں۔ وقار اور ممتازت ان کی نشانی ہے۔ وہ زمین پر اکٹھ کر اور غرور کے انداز میں نہیں چلتے۔ ان کے اعمال تکبیر اور غرور سے پاک ہوتے ہیں۔ اپنی رفتار سے اپنا زور جتنے کی کوشش نہیں کرتے۔

2- جاہلوں کو منہ نہ لگانا

یہاں جاہل سے مراد وہ شخص ہے جو جہالت کے کام کرے یعنی جاہلانہ باتیں کرے اگرچہ علم والا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کا یہ طریقہ ہے کہ وہ گالی کا جواب گالی سے نہیں دیتے بلکہ ان کے ساتھ جو بے ہودگی کا روایہ اختیار کرے وہ اس کو سلام کر کے الگ ہو جاتے ہیں۔

3- راتوں کی عبادت

عبدالرحمن وہ ہیں جو اپنے رب کے سامنے سجدہ اور قیام کرتے ہیں۔ راتیں اس کی یاد میں گزارتے ہیں۔ عبادت میں رات کی عبادت کا خصوصی طور پر اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ وقت آرام کرنے اور سونے کا ہوتا ہے۔ ان کی راتیں غفلت میں نہیں گزرتیں۔ معاشرے کے وہ لوگ جن کی راتیں دعا اور عبادت میں گزرتی ہیں قرآن مجید میں جا بجا ان کی زندگی کے اس پہلو کو نمایاں طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ”ان کے پہلو ان کی خوابگاہوں سے جدار ہتے ہیں اور اپنے رب کو خوف اور امید (کی ملی جملی کیفیت) سے پکارتے ہیں۔“

إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَاماً وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ

﴿يَقْتُرُوا وَ كَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَاماً﴾ **﴿سورة الفرقان: ٢٢﴾** ۲۷ تا ۲۶

”بے شک وہ (عارضی ٹھہر نے والوں کے لیے) بُری قرار گاہ اور (دائیگی رہنے والوں کے لیے) بُری قیام گاہ ہے۔ اور (یہ) وہ لوگ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا ڈلتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا (زیادتی اور کمی کی) ان دو حدود کے درمیان اعتدال پر (بنی) ہوتا ہے“

جہنم براثٹ کا نہ ہے

جہنم عارضی طور پر رکنے کی جگہ اور مستقل قیام کی جگہ یعنی دونوں پہلوؤں سے ایک بُری جگہ ہے۔ جہنم ایک ایسی ہولناک جگہ ہے کہ ایک عارضی منزل کی حیثیت سے بھی گوارہ کیے جانے کے قابل نہیں۔

خرچ میں اعتدال

میانہ روی اسلام کی ایک بنیادی خصوصیت ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے بندے مال خرچ کرنے میں نہ تو فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ ہی کنجوں کرتے ہیں بلکہ وہ اعتدال کی راہ پر قائم رہتے ہیں۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : مَا عَالَ مَنِ افْتَصَدَ

(شعب الایمان، ج ۸، ص ۵۰۳)

حضرت عبد اللہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میانہ روی اختیار کی وہ محتاج نہیں ہوتا۔

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا أَخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَرْتُنُونَ وَمَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ يُلْقَ أَثَاماً ۝ يُضْعَفُ لَهُ الْعَذَابُ

﴿سورة الفرقان: ٢٨﴾ ۲۸ تا ۲۹

”اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی پوجا نہیں کرتے اور نہ (ہی) کسی ایسی جان کو قتل کرتے ہیں جسے بغیر حق مارنا اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اور نہ بدکاری کرتے ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سزاۓ گناہ پا یگا۔ اس کے لیے قیامت کے دن

عذاب دو گناہ کردیا جائے گا اور وہ اس میں ذلت و خواری کے ساتھ ہمیشہ رہے گا۔“

اس آیت مبارکہ میں تین بڑے گناہوں کے بارے میں بتایا گیا ہے:

۱۔ شرک ۲۔ ناجائز قتل ۳۔ زنا

۱۔ شرک سے بچنے کا حکم

اللہ تعالیٰ کے بندوں کی نشانی یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں پکارتے۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ صرف ایک معبد حقیقی کو مصیبت اور مشکل کے وقت پکاریں۔ قرآن میں کئی مقامات پر حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

۲۔ ناجائز قتل

مومینین کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ کسی کو بھی ناجائز قتل نہیں کرتے ہیں۔ جبکہ قتل صرف تین صورتوں میں جائز ہے۔

۱۔ اگر کوئی اسلام قول کرنے کے بعد مرتد ہو جائے (یعنی اسلام کو چھوڑ کر کسی اور مذہب کا اختیار کر لے

۲۔ شادی شدہ شخص بدکاری کرے۔ (یعنی برا فعل (زنا) کرنا)

۳۔ قصاص یعنی قتل کا بدلہ قتل (کسی کو ناجائز قتل کرنا چاہے وہ اہل کتاب ہی کیوں نہ ہو)

۳۔ زنا

تیرا بڑا گناہ زنا ہے۔ یہ بہت بڑا اخلاقی جرم ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں ہے: ”اور تم زنا (بدکاری) کے قریب بھی مت جانا بے شک یہ بے حیائی کا کام ہے، اور بہت ہی بڑی راہ ہے۔“ تفسیر ابن کثیر میں ہے حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے بیٹے! زنا سے بچنا۔ اس کے شروع میں ڈرخوف اور اس کا انجام نہ دامت وحشت ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ قتل کے بعد زنا سے بڑھ کر کوئی اور گناہ ہو۔

الرَّازِيَةُ وَالرَّازِيَنِيُّ فَاجْلَدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدٍ وَلَا تَأْخُذُكُمْ

بِهِمَا رَأَفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَيُشَهِّدُنَّ

عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲: سورہ النور﴾

”بدکار عورت اور بدکار مرد (اگر غیر شادی شدہ ہوں) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو (شرائطِ حد کے ساتھ جرمِ زنا کے ثابت ہو جانے پر) سو (سو) کوڑے مارو (جب کہ شادی شدہ مرد و عورت کی بدکاری پر سزا رجم ہے اور یہ سزا موت ہے) اور تمہیں ان دونوں پر اللہ کے دین (کے حکم کے اجراء) میں ذرا ترس نہیں آنا چاہیے اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، اور چاہیے کہ ان دونوں کی سزا (کے موقع پر مسلمانوں کی) (ایک اچھی خاصی) جماعت موجود ہو،“

إِلَّا مَنْ تَابَ وَأَمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ
حَسَنَتِ طَوَّكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا٥ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ
يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا٦

﴿سورة الفرقان: ۷۰ تا ۷۱﴾

”مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیا تو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جن کی برا نیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا، اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے۔ اور جس نے توبہ کر لی اور نیک عمل کیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف (وہ) رجوع (توبہ) کیا جو رجوع کا حق تھا،“

ا۔ قبولیت توبہ کا بیان

انسان کو بد اعمالیوں پر جہنم کی سزا کی وعید سنانے کے بعد عذاب سے بچنے کی صورت کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اگر وہ توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ مہربان اور بخشنے والا ہے۔ قبولیت توبہ کی پہلی شرط ایمان لانا ہے۔ جو شخص گناہوں سے سچے دل سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی برا نیوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دے گا اور حالتِ کفر میں کیے ہوئے گناہ معاف کر دے گا۔

اسلام میں توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ جب بھی ایمان لے آئیں اور نیک کام کریں اللہ تعالیٰ بچھلے تمام گناہ معاف فرمادے گا۔ اس آیت مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جو مسلمان غفلت سے گناہ میں مبتلا ہو گیا پھر توبہ کر لی اور اپنے عمل کی بھی اصلاح کر لی جس کے عمل سے توبہ کا ثبوت ملتی توبہ قبول ہو گی۔

وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ لَا وَإِذَا مَرُوا بِاللَّغْوِ مَرُوا كِرَاماً٥ وَالَّذِينَ إِذَا
ذُكِرُوا بِإِيمَانِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخْرُجُوا عَلَيْهَا صُمَماً وَعُمَيَاناً٦

﴿سورة الفرقان: ۷۲ تا ۷۳﴾

”اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو کذب اور باطل کاموں میں (قولاً اور عملاً دونوں صورتوں میں) حاضر نہیں ہوتے اور جب بیہودہ کاموں کے پاس سے گزرتے ہیں تو (دامن بچاتے ہوئے) نہایت وقار اور ممتازت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ اور (یہ) وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں ان کے رب کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر بہرے اور انہیں گرفتہ (بلکہ غور و فکر بھی کرتے ہیں)“

اللہ تعالیٰ کے بندوں کی دو خصوصیات بیان کی گئی ہیں:

۱۔ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

۲۔ باطل کی مجلسوں میں شریک نہیں ہوتے۔

۱۔ جھوٹی گواہی نہیں دیتے

زور کے لفظی معنی جھوٹ کے ہیں۔ ہر باطل چیز جھوٹ ہے۔ شہادۃ الزور سے مراد جھوٹی گواہی ہے لیکن اصل میں اس سے مراد جھوٹی گواہی ہی نہیں بلکہ حقائق کو چھپانے کی کوشش کرنا اور ذہنی معنی بات کرنا بھی ہے۔ ان معانی کے اطلاق کے حوالے سے ”لایشہ دون الـزور“ کا معنی ابن کثیر نے یہ بیان کیا ہے کہ حرم کے پسندیدہ بندے جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ مفتی محمد شفیق اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں: جھوٹی گواہی کا گناہ کبیرہ اور وبال عظیم ہونا قرآن و سنت میں معروف و مشہور ہے۔

۲۔ باطل کی مجلسوں میں شریک نہیں ہوتے

اللہ تعالیٰ کے بندوں کا اگر اتفاقاً کسی لغو اور بیہودہ مجلس سے گزر ہو جائے تو وہ سنجیدگی اور شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں اور ان سے نفرت نہیں کرتے کہ یہ گناہوں میں بنتا لوگوں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رض کا اتفاق سے ایک روز کسی بیہودہ اور لغوم مجلس سے گزر ہوا تو آپ وہاں ٹھہرے نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ معلوم ہوا تو فرمایا کہ ابن مسعود کریم ہو گئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی جس میں بے ہوہ مجلس سے کریبوں اور شریفوں کی طرح گزر جانے کا حکم ہے۔

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هُبْ لَنَا مِنْ أَرْوَاحِنَا وَدُرِّيَتْنَا فَرَّةَ أَعْنِيْنَ

وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا٥٥ اُولَئِكَ يُجَزِّوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقُّوْنَ

فِيْهَا تَحِيَّةً وَسَلَمًا٥ خَلِدِينَ فِيهَا حَسُنَتْ مُسْتَقْرًا وَمُقَامًا٥ قُلْ مَا يَعْبُرُ
بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ جَ فَقْدَ كَذَّبْتُمْ جَ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَاماً٥

﴿سورة الفرقان: ٢٧﴾

”اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو (حضور باری تعالیٰ میں) عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب، ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما، اور ہمیں پرہیز گاروں کا پیشوں بنا دے۔ انہی لوگوں کو (جنت میں) بلند ترین محلات ان کے صبر کرنے کی جزا کے طور پر بخشے جائیں گے اور وہاں دعائے خیر اور سلام کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا۔ یہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، وہ (بلند محلاتِ جنت) بہترین قرار گاہ اور (عمده) قیام گاہ ہیں۔ فرمادیت ہے: میرے رب کو تمہاری کوئی پرواہ نہیں اگر تم (اس کی) عبادت نہ کرو، پس واقعی تم نے (اسے) جھٹالایا ہے تواب یہ (جھٹلانا تمہارے لیے) داعی عذاب بنارہے گا“

اہل و عیال کے لیے دعا

رحمان کے بندے دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور بچوں کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے۔ حضرت حسن بصری کی تفسیر کے مطابق آنکھوں کی ٹھنڈک بنانے سے مراد یہ ہے کہ انسان ان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول رکھے۔ یہی انسان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ یہاں اس دعا سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے صرف اپنے نفس کی اصلاح اور اعمال صالح کی فکر نہیں کرتے بلکہ اپنی اولاد اور بیویوں کی اصلاح اور ان کے اعمال اور اخلاق کی فکر بھی کرتے ہیں۔

متقین کا پیشوں

”ہمیں متقی لوگوں کا امام اور پیشوں بنا دے۔“ اس آیت مبارکہ میں متقین کا امام بنانے سے مراد یہ ہے کہ ہم خود بھی متقی بن جائیں اور لوگ ہمارے کردار اور سیرت سے متاثر ہو کر متقی بن جائیں۔ اس میں بظاہر اپنے لیے عزت و تکریم اور منصب اور بڑائی حاصل کرنے کی دعا ہے لیکن اس دعا کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں ایسا بنا دے کہ لوگ دین اور عمل میں ہماری پیروی کریں اور ہمارے علم و عمل سے ان کو فائدہ پہنچے تاکہ ہمیں اس کا ثواب ملے۔

صبر پر عمل

وہ لوگ صبر کے بد لے جنت کی بلند و بالا منزلیں پائیں گے۔ اس آیت میں صبر کا لفظ و سبق معانی میں استعمال ہوا ہے۔ اور یہاں صبر سے مراد ہے دشمنانِ حق کی کارروائیوں کو برداشت کرنا، دین کی خاطر ہر قسم کے مصائب کا سامنا کرنا، شیطان کی ترغیبات اور نفس کی خواہشات کے باوجود اپنے فرائض کو ادا کرنا، حرام سے پر ہیز کرنا، حدود اللہ کو قائم کرنا۔ جنت میں جنتیوں کا خوش دلی سے استقبال کیا جائے گا۔ فرشتے ان کو مبارک باد دیں گے اور سلام کریں گے۔

کافروں کو وعید

اس آیت میں کافروں سے خطاب ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کو جھلایا ہے اس وجہ سے یہ تنذیب اور کفر تھارے گئے کاہر ہیں چکے ہیں۔ الہذا ب تھیں اس کی سزا بھگتا ہوگی۔ دنیا میں اس کی سزا مختلف صورتوں میں ملے گی۔ کفار کو یہ سزا جنگ خندق میں کامل پسپائی اور فتح مکہ کے موقع پر شکست کی صورت میں مل گئی اور کفار کی قوت ختم ہو گئی اور آخرت کی سزا بھی باقی ہے۔

﴿سورۃ الانعام﴾تعارف

سورۃ الانعام قرآن مجید کی چھٹی سورت ہے۔ جس کی ۱۲۵ آیات ہیں۔ یہ ایک کمی سورت ہے۔ قرآن مجید کی اس سورت کے رکوع ۱۶ اور ۷۱ میں بعض آنعام (مویشیوں) کی حرمت اور حلّت کے متعلق اہل عرب کے توهات کی تردید بھی کی گئی ہے۔ اسی مناسبت سے اس کا نام ”الانعام“ رکھا گیا ہے۔ جبکہ سلسلہ پیش میں اس کی آیات ۱۵۲ تا ۱۵۳ شامل ہیں۔

وَلَا تَقْرِبُوا مَالَ الْيَتَيمِ إِلَّا بِالْتَّى هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَلْغُ أَشْدَدَهُ حَوَّاْفُوا
الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقُسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا حَوَّاْذًا قُلْتُمْ
فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَى حَوَّاْذًا وَعَهْدِ اللَّهِ أَوْ قُوَّاطِ ذَلِكُمْ وَصُكْمُ بِهِ لَعَلَّكُمْ

﴿سورۃ الانعام﴾ ۱۵۲

”اور یتیم کے مال کے قریب مت جانا گرا یے طریق سے جو بہت ہی پسندیدہ ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے، اور یہاں نے اور ترازو (یعنی ناپ اور توول) کو انصاف کے

ساتھ پورا کیا کرو۔ ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب تم (کسی کی نسبت کچھ) کہو تو عدل کرو اگرچہ وہ (تمہارا) قربت دار ہی ہوا اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کیا کرو، یہی (باتیں) ہیں جن کا اس نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو،

1- یتیم کے مال کی حفاظت

یتیم اس بچے کو کہا جاتا ہے جس کے والدین اس کی چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو گئے ہوں۔ یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جانے کا مطلب ہے کمال درجہ کی احتیاط کرنا۔ یتیم کے مال کو خرچ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اگر یتیم کی کفالت کرنے والا مالی طور پر مزدور ہے تو ضرورت کے مطابق کچھ لے سکتا ہے۔ جب یتیم بالغ ہو جائے تو اس کا مال اس کے سپرد کر دینا چاہیے۔ یتیم کے مال کی پورے خلوص کے ساتھ حفاظت کرنی چاہیے۔

2: ناپ توں کو پورا کرنے کا حکم

کاروبار میں انہائی دینہنڈاری اور استبازی کا حکم دیا جا رہا ہے۔ خرید و فروخت میں ناپ اور توں پورا کرنے کا حکم ہے۔ حضرت شعیبؓ کی قوم ناپ توں میں کمی کرتی تھی جوان کے لیے عذاب الہی کا باعث بنی۔

3: اسلامی احکام میں آسانی (حق بات کرنا، ایفائے عہد)

شریعت اسلامیہ کا یہ اصول ہے کہ وہ کسی انسان کو اس کی قوت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ انسانوں کی صلاحیتوں، طاقت اور حالات کے اعتبار سے درجے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ طاقت سے زیادہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ جو چیز انسان کی طاقت سے باہر ہے اس پر گرفت نہیں۔ یعنی جب بھی بات کرو حق و انصاف کی بات کرو۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے عدل و انصاف پر مضبوطی سے قائم رہو۔ پھی گواہی دو خواہ کسی عزیز کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ وعدے کا تعلق لوگوں سے ہو یا اللہ تعالیٰ سے، دونوں صورتوں میں ایفائے عہد کی تلقین کی گئی ہے۔

وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَبْيَغُوا السُّلُلَ فَنَفَرَّقُ بِكُمْ
عَنْ سَبِيلِهِ طَذِلُكُمْ وَصُلُكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَقْوُنَ ۝ ۶۳ ۝ اتَّيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ
تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَخْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَعَلَّهُمْ

﴿بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ﴾ سورة الانعام : ١٥٣ ﴿۱۵۳﴾

”اور یہ کہ یہی (شریعت) میرا سیدھاراستہ ہے سوت اس کی پیروی کرو اور (دوسرا) راستوں پر نہ چلو پھر وہ (راستے) تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے جدا کر دیں گے، یہی وہ بات ہے جس کا اس نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پر ہیزگار بن جاؤ۔ پھر ہم نے موسیٰ ﷺ کو کتاب عطا کی اس شخص پر (نعمت) پوری کرنے کے لیے جو نیکو کار بنے اور (اسے) ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت اور رحمت بنا کر (اتارا) تاکہ وہ (لوگ قیامت کے دن) اپنے رب سے ملاقات پر ایمان لا کیں“

سیدھاراستہ

حضور نبی اکرم ﷺ جو دین لائے۔ وہی اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا سیدھاراستہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا راستہ ہی اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی فرمانبرداری ہی وہ اساس مکالمہ ہے جس پر اتحاد ملت کا ایوان تعمیر ہو سکتا ہے۔ جب یہ اساس متنزل ہو گئی تو اس کے بعد ملت کے انتشار کو دور کرنے کی کوئی امید باقی نہیں رہے گی۔

قرآن کے باتے ہوئے راستے کی پیروی کرنا لازم ہے۔ یہی ملت اسلامیہ کی وحدت کی بنیاد ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ہاتھ سے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی سیدھی راہ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے دامن میں مزید لکیریں کھینچیں اور فرمایا: ان میں سے ہر ایک پر شیطان بیٹھا ہے جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتا ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے سیدھی لکیر پر ہاتھ رکھا اور اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

﴿سورة الاحزاب﴾

تعارف

قرآن مجید کی ۳۳ سورت جو ۲۱۲ اور ۲۲ پارے میں ہے۔ اس میں ۹ رکوع اور ۳۷ آیات ہیں۔ آیت ۲۰ سے اس سورہ کا نام ماخوذ ہے۔ اس سورت کے مضامین تین اہم واقعات سے بحث کرتے ہیں۔ ایک غزوہ احزاب جوشوا ۵ھ میں پیش آیا۔ دوسرا غزوہ بنی قریظہ جو ذی القعدہ ۵ھ میں پیش آیا۔ تیسرا حضرت زینب سے نبی ﷺ کا نکاح جو اسی سال ذی القعدہ میں ہوا۔

ان تاریخی واقعات سے سورت کا زمانہ نزول ٹھیک متعین ہو جاتا ہے۔ سلیپس میں اس سورۃ کی آیات: ۶۱، ۵۷، ۵۶، ۴۰ اور ۵۸ شامل ہیں۔

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَرْجَحُهُمْ أَمْهَاتُهُمْ طَوَّلُوا الْأَرْحَامَ
بَعْضُهُمُ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتْبِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَنْ
تَفْعَلُوا إِلَىٰ أُولَئِكُمْ مَعْرُوفًا طَكَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتْبِ مَسْطُورًا

﴿سورۃ الاحزاب: ۶﴾

”یہی (مکرم ملٹیپلیکیٹ) مومنوں کے ساتھ ان کی جانوں سے زیادہ قریب اور حقدار ہیں اور آپ کی ازواج (مطہرات) ان کی ماں ہیں، اور خونی رشتہ دار اللہ تعالیٰ کی کتاب میں (دیگر) مومنین اور مہاجرین کی نسبت (تقسیم و راثت میں) ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں سوائے اس کے کہ تم اپنے دوستوں پر احسان کرنا چاہو، یہ حکم کتاب (اللہ) میں لکھا ہوا ہے“
اس آیت مبارکہ میں حضور ﷺ کی محفل کے آداب کو واضح کیا گیا ہے۔

۱- حضور نبی اکرم ﷺ اور امہات المؤمنین کا مقام

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مومن آپ ﷺ کو، اپنے آپ سے اپنے والدین، رشتہ داروں اور اولاد سے زیادہ عزیز اور محبوب رکھیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کو اس کے والدین اس کی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ اسے محبوب نہ ہو جاؤ۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ازدواج مطہرات تمام امت کی روحانی ماں ہیں ہیں۔ اس لیے ان کا احترام واجب ہے۔ ان کے احترام و تکریم کی وجہ سے ان سے نکاح نہ کرنے کی مون مردوں کو ہدایت دی گئی ہے۔

۲- رشتہ داروں کے حقوق

آپ کے تعلقات میں قریب ترین رحم کے رشتے ہیں۔ اس کے بعد اقارب ہیں۔ پھر دور کے رشتہ دار۔ رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی مقدم ہے۔ زکوہ، خیرات اور میراث میں رشتہ داری کا حق ترجیح رکھتا ہے۔ اس کے بعد دوسرے مستحقین کا حق ہے۔ وراشت صرف رشتہ داری کی بنیاد پر تقسیم ہوتی ہے البتہ اگر کوئی نیکی کے طور پر ہدیہ، تخفیہ یا وصیت کے ذریعے اپنے بھائی

کو کچھ دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ
الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا مَا كَانَ مُحَمَّدًا أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلِكُنْ
رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

﴿سورة الاحزاب: ٢١﴾

”فِي الْحَقِيقَةِ تَمَارِي لِيَ رَسُولُ اللَّهِ مُصَلِّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونہ (حیات) ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ (سے ملنے) کی اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور سب انبیاء ﷺ کے آخر میں (سلسلہ نبوت ختم کرنے والے) ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے“

۱۔ اسوہ حسنہ

اسوہ حسنہ سے مراد ہے اچھا نمونہ۔ اتباع رسول اور حضور اکرم ﷺ کی زندگی کے اسوہ حسنہ ہونے کا حکم ابدی ہے۔ آپ ﷺ کے اقوال و افعال اور احوال پیروی کے لائق ہیں۔ زندگی کے ہر شعبہ میں آپ ﷺ کی زندگی واجب الاتباع ہے۔ یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی جب حضور نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام ﷺ کے ساتھ خندق کھونے میں مصروف تھے۔

۲۔ ختم نبوت

حضور نبی اکرم ﷺ پر نبوت و رسالت کا خاتمه کر دیا گیا۔ آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب ہو گا۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ آپ انبیائے کرام ﷺ کے ختم کرنے والے اور سب سے آخر میں ہیں۔

حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ مُصَلِّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَمْ يَقُلْ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ (الرُّؤْيَا الصَّالِحةُ)

(صحیح بخاری، کتاب التغییر، حدیث نمبر: ۶۵۷۹)

”حضرت سعید بن مسیب ﷺ کا بیان ہے کہ حضرت ابو ہریرہ ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کے حضرت ابو ہریرہ ﷺ کا بیان ہے کہ حضرت ابو ہریرہ ﷺ نے رسول اللہ ﷺ

کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبوت میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہا مساوئے مبشرات کے۔ عرض کی گئی کہ مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا کہ اچھے خواب۔“

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ طَيَّبَهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُوْعَ عَلَيْهِ
وَسَلَّمُوا تَسْلِيمًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعْنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا
وَالآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ۝ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
بَغِيْرِ مَا كُتَّسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِنَّمَا مُبْيِنًا ۝

﴿سورة الاحزاب: ٥٦-٥٨﴾

”بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی مکرم ﷺ پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو واذیت دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت بھیجتا ہے اور اس نے ان کے لیے ذلت انگیز عذاب تیار کر کھا ہے۔ اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو واذیت دیتے ہیں بغیر اس کے کہ انہوں نے کچھ (خطا) کی ہو تو بے شک انہوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ لے لیا۔“

حضور نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام بھیجنا

لفظ ”صلوٰہ“ عربی زبان میں دعا، رحمت، مدح اور ثناء کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو نسبت صلوٰۃ کی ہے اس سے مراد رحمت نازل کرنا ہے۔ اور فرشتوں کی طرف سے صلوٰۃ ان کا آپ ﷺ کے لیے دعا کرنا ہے۔

مولانا مودودی تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی پر صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ پر حمد و رحمة مہربان ہے۔ آپ کی تعریف فرماتا ہے اور آپ کا نام بلند کرتا ہے اور آپ پر اپنی رحمتوں کی بارش فرماتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳، ص ۱۲۳)

اسی طرح ڈاکٹر طاہر القادری، فضیلیت درود وسلام میں فرماتے ہیں۔ کہ درود وسلام ایک منفرد اور بے مثل عبادت، شاندار اور مقبول عمل اور ترقی خداوندی و قرب نبوی ﷺ کا بہترین ذریعہ ہے۔ مقبول ترین اور فوری اثرات و نتائج کے حامل اعمال میں اسے خاص اہمیت

حاصل ہے۔ (فضیلت درود وسلام: ص ۷)

حضور اکرم ﷺ پر درود بھیجا سنت اسلام (عمل خدا) ہے اور خصوصاً نماز میں اس کا پڑھنا مسنون ہے۔ اس پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھ پر درود بھیجا ہے ملائکہ اس پر درود بھیجتے ہیں جب تک وہ مجھ پر درود بھیجتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ایذ ادینا

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو کواذیت دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو کواذیت دینے سے مراد ہے ان افعال کا رتکاب کرنا ہے جسے وہ ناپسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کواذیت دینے سے مراد دو چیزیں ہیں: ایک یہ کہ اس کی نافرمانی کی جائے۔ اس کے مقابلے میں کفر، شرک اور دہریت اختیار کی جائے اور اس کے حلال کو حرام کر دیا جائے، دوسرے یہ کہ اس کے رسول کو کواذیت دی جائے کیونکہ جس طرح رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے اسی طرح رسول پر طعن خدا پر طعن ہے۔ اور رسول کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔

بہتان

اس مقام پر بہتان کی تعریف کی گئی ہے یعنی ”جو عیب کسی انسان میں نہ ہو اور ایسا قصور جو کسی نے نہ کیا ہو“، وہ اس کی طرف منسوب کرنا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ غیبت کیا ہے، فرمایا: ذکر کرک اخاک بما یکرہ یعنی تیرا پس بھائی کا ذکر اس طرح کرنا جو اس نے ناگوار ہو۔ عرض کیا گیا اور اگر میرے بھائی میں وہ عیب موجود ہو؟ فرمایا: ان کان فيه ما تقول فقد اغبته وإن لم يكن فيه ما تقول فقد بهته يعني اگر اس میں وہ عیب موجود ہے جو تو نے بیان کیا تو تو نے غیبت کی اور وہ اس میں نہیں ہے تو تو نے بہتان لگایا۔“

﴿سورۃ الحشر﴾

تعارف

قرآن مجید کی ۵۹ سورت جس کے کوئی ۳۲ آیات ہیں۔ دوسری آیت کے

فَقَرَرَهُوَالَّذِيْ أَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ سے
ما خود ہے۔ مراد یہ ہے کہ یہ وہ سورت ہے جس میں لفظ الحشر آیا ہے۔ لیکن سلسلہ سورتیں میں اس سورت کی
آیات ۱۸ تا ۲۰ شامل ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ امْنَوْا أَتَقُوا اللَّهَ وَلَتَنْتَظِرُ نَفْسُ مَا قَدَّمَتْ لِعَدِيْجٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ طَ
إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَيْتُمُ
أَنْفُسَهُمْ طَأْوِيْنَ كَمُ الْفَسَقُوْنَ لَا يَسْتَوِيَّ أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ
الْجَنَّةِ طَأْصُحُّ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِرُوْنَ ﴿سورة الحشر: ۱۸ تا ۲۰﴾

”اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھتے رہنا چاہیے کہ اس نے کل
(قيامت) کے لیے آگے کیا بھیجا ہے، اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ ان
کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ کو بھلا بیٹھے پھر
اللہ تعالیٰ نے ان کی جانوں کو ہی ان سے بھلا دیا (کہ وہ اپنی جانوں کے لیے ہی کچھ بھلائی آگے
بھیج دیتے)، وہی لوگ نافرمان ہیں۔ اہل دوزخ اور اہل جنت برابر نہیں ہو سکتے، اہل جنت ہی
کامیاب و کامران ہیں“

تشریح:

۱۔ جب کسی نفس نے کوئی عمل کیا تو اگر وہ عمل صالح ہوگا تو اس پر عمل کرنے والے کے
لیے نجات کا باعث ہوگا اور اگر عمل برا ہوگا تو اس کے لیے ہلاکت کا باعث ہوگا۔ اس آیت مبارکہ
میں لفظ ”غَد“ سے مراد یوم قیامت ہے۔ یوم قیامت کو غداں لیے کہتے ہیں کیونکہ قیامت جلد
واقع ہونے والی ہے۔ یہ دنیا ایک دن کی طرح ہے اور آخرت آنے والا دن ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ حکم دے رہا ہے کہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تو
اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا نفس بھلا دیا۔ یہ عجیب حالت ہے کہ آدمی اپنے آپ کو بھلا دے لیکن یہ
حقیقت ہے کہ جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کو بھلا دیتا ہے اس کی حالت اس دنیا میں ایسے ہوتی ہے
جس طرح حیوان۔ یوں وہ اپنی انسانی حیثیت کو بھول جاتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دوزخ میں جانے والے اور جنت میں جانے والے کیساں

نہیں ہوں گے اور نہ دونوں کے حالات برابر ہوں گے۔ اور نہ مزاج برابر ہو گا نہ راستہ اور نہ راستے پر چلنے کا طریقہ۔ غرضیکہ ان کی کوئی چیز یکساں نہیں، ان کی سمتیں جدا جدابیں۔ جن لوگوں نے اپنے رب کو یاد رکھا اور اس کی فرمانبرداری کی وہ اہل جنت میں سے ہیں۔

﴿سورۃ الصف﴾

تعارف

قرآن مجید کی ۲۱ سورت جس کے رکوع میں ۱۲ آیات ہیں۔ اس سلسلہ میں اس سورۃ کی آیت اور ۱۲ اشامل ہیں۔

سَبَّحَ اللَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ^۵
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَمْ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ^۰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُوْنُوا
أَنْصَارُ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيْنَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ
قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ فَامْسَنْتَ طَائِفَةً مِنْ مَنْ بَنَى إِسْرَآءِيلَ
وَكَفَرَتْ طَائِفَةً فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَى عَدُوِّهِمْ فَاصْبَحُوا ظَهِيرَيْنَ^۰

﴿سورۃ الصف: ۱۲، ۱﴾

”جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (سب) اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں، اور وہ بڑی عزت و غلبہ والا بڑی حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو! تم وہ با تین کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو۔ اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے مدگار بن جاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم (پنے) (اپنے) حواریوں سے کہا تھا: اللہ تعالیٰ کی (راہ کی) طرف میرے مدگار کون ہیں، حواریوں نے کہا: ہم اللہ تعالیٰ کے مدگار ہیں۔ پس بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لے آیا اور دوسرا گروہ کافر ہو گیا، سو ہم نے اُن لوگوں کی جو ایمان لے آئے تھے اُن کے دشمنوں پر مدد فرمائی پس وہ غالب ہو گئے“

تسبیح کا مطلب

زمین و آسمان میں جتنی بھی مخلوقات ہیں سب اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں۔ تسبیح سے مراد ہے سبحان اللہ کہنا۔ اللہ تعالیٰ کو ہر شخص اور کمزوری سے پاک بیان کرنا۔ تسبیح دو طرح سے ہوتی ہے۔ 1: زبان قال سے یعنی زبان سے سبحان اللہ اور الحمد للہ کے الفاظ ادا کرنا۔

2: زبان حال سے یعنی کسی چیز کی خوبصورتی کو دیکھ کر اس کے بنانے والے کی تعریف کرنا۔

لفظ حواری کا مفہوم

حضرت عیسیٰ ﷺ کے ساتھیوں کے لیے باہل میں عموماً لفظ شاگرد استعمال کیا گیا ہے لیکن بعد میں اس کے لیے رسول کی اصطلاح عیسائیوں میں استعمال ہو گئی۔ یہودیوں کے ہاں یہ لفظ پہلے ان لوگوں کے لیے بولا جاتا تھا جو یہاں کے لیے چند جمع کرنے کے لیے بھیجے جاتے تھے۔ اس کے مقابلے میں قرآن کی اصطلاح حواری یہود و نصاریٰ کی اصطلاحات سے بہتر ہے۔ اس کی اصل حور ہے جسے کے معنی سفیدی کے ہیں۔ ابن سیدہ کہتا ہے: ہر وہ شخص جو کسی کی مدد کرنے میں مبالغہ کرے وہ اس کا حواری ہے۔ حواری کے معنی مخلص دوست ہے ہیں جو ہر عیب سے پاک ہو۔

قرآن اور تفسیر سے متعلقہ کتب

۱۔ مناج العرفان فی لفظ القرآن، ڈاکٹر محمد طاہر القادری

۲۔ محاضرات قرآنی، ڈاکٹر محمود غازی

۳۔ تعارف قرآن، ڈاکٹر اسرار احمد

۴۔ تفسیر مظہری، قاضی محمد شاہ اللہ پانی پتی

۵۔ تفسیر ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازھری

۶۔ روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم، شھاب الدین السید محمود اللوی البغدادی

۷۔ تفسیر منہاج القرآن، ڈاکٹر محمد طاہر القادری

۸۔ تفہیم القرآن، سید ابو علی مودودی

۹۔ تفسیر القرآن العظیم، حافظ ابن کثیر الدمشقی

۱۰۔ تفسیر تبیان القرآن، علامہ غلام رسول سعیدی

۱۱۔ تفسیر معارف القرآن، مفتی محمد شفیق اوکاڑوی

۱۲۔ تفسیر ظلال القرآن، سید قطب شہید

۱۳۔ علوم القرآن، ڈاکٹر عبد الرؤوف ظفر

﴿سوالات﴾

- ۱۔ قرآن اور دوہی کے لفظی اور اصطلاحی معنی مفہوم بیان کریں۔
- ۲۔ کمی اور مدنی سورتوں کی خصوصیات بیان کریں۔
- ۳۔ قرآن مجید کی خصوصیات بیان کریں۔
- ۴۔ شاہ ولی اللہ (احمد بن عبد الرحیم) کے بیان کردہ علوم خمسہ پر سیر حاصل گفتگو کریں۔
- ۵۔ آداب نبی ﷺ سورة الحجرات کی روشنی میں قلمبند کریں۔
- ۶۔ سورة المؤمنون کی روشنی میں مؤمنین کی صفات بیان کریں۔
- ۷۔ مَا كَانَ مُحَمَّدًا أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّنَ کا ترجمہ کریں۔
- ۸۔ وَلَا تَقْرُبُوا مَالَ الْيَتَيمِ إِلَّا بِالْتُّقْرِبَةِ هیَ أَحْسَنُ حَتَّیٰ يَلْعَلُ أَشْدَدَهُ کی روشنی میں تیمور کے حقوق بیان کریں
- ۹۔ وَلَا تَمِيزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَبِّرُوا بِالْأَلْقَابِ طبیعتِ الاسم الفسوچ بعد الإيمان کی روشنی میں معاشرتی آداب قلمبند کریں۔

باب دوم

سیرت الرسول ﷺ

(Seerat of Holy Prophet (S.A.W))

- ۱۔ اسلام سے قبل عرب کے حالات
- ۲۔ مطالع سیرت کی اہمیت و ضرورت
- ۳۔ رسول مکرم ﷺ کی کنی زندگی
- ۴۔ رسول مکرم ﷺ کی مدنی زندگی

اسلام سے قبل عرب کے حالات

عرب کی تاریخ

عرب مشرق و سطی اور شمالی افریقا میں رہنے والا نسلی گروہ ہے۔ جس کی زبان عربی ہے۔ عربوں کو تین طبقوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

1- عرب بائندہ: یہ عرب کے وہ پرانے باشندے ہیں جن کا اب نام و نشان نہیں رہا۔ ان میں عاد، ثمود، جدیس، طلسم، علاق، اُمیم، جرم، اور جاسم شامل ہیں۔ ان میں سے اکثر اللہ سبحان و تعالیٰ کے عذاب کا شکار ہو کر ہلاک ہوئے۔ یہ قدیم عرب لوگ ہیں جو اس ملک میں آباد تھے۔ ان لوگوں نے عراق سے لیکر شام اور مصر تک سلطنتیں قائم کری تھیں۔ با بل اور اشور کی سلطنتوں اور قدیم تمدن کے بانی یہی لوگ تھے۔

2- عرب عارب: یہ یمن اور اس کے قرب و جوار کے باشندے ہیں اور بنو قحطان کہلاتے ہیں۔ بنو جرم اور بنو عرب انبی کی شاخیں ہیں۔ بنو عرب میں سے عبد شمس جوسہبائی کے نام سے مشہور ہے یمن کے تمام قبیلوں کے جد امجد ہیں۔ اسی نے یمن کا مشہور شہر معarb بسایا تھا اور وہاں تین پہاڑیوں کے درمیان میں ایک بہت بڑا بند باندھا تھا۔ اس بند میں بہت سے چشمیں کاپانی آ کر جما ہوتا تھا جس سے بلند مقامات کے کھیتوں اور باغوں کو سیراب کیا جاتا تھا۔ عرب عارب کو بنو قحطان بھی کہا جاتا ہے۔ قحطان حضرت نوح ﷺ کا پوتا تھا جس کے نام پر یہ لوگ بنو قحطان کہلاتے۔

3- عرب مستعربہ: یہ جاز اور خجہ وغیرہ کے باشندے ہیں اور حضرت اسماعیل ﷺ کی اولاد میں ہیں۔ ان میں بہت سے قبیلے ہیں جن میں، ربیعہ اور مُضْرِ مشہور ہیں۔ مُضْرِ ہی کی ایک شاخ قریش بھی ہے جس میں نبی عربی ﷺ کا تعلق ہے۔ عرب مستعربہ کو، بنو عنان بھی کہتے ہیں۔ سرز میں عرب پرسب سے آخر میں آباد ہونے والے بنو اسمائیل تھے انبی کو عرب مستعربہ بھی کہا جاتا ہے حضرت ابراہیم ﷺ نے اللہ کے حکم پر اپنی زوجہ حضرت حاجہ ﷺ اور شیرخوار بیٹے حضرت اسماعیل ﷺ کو مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں لا بسایا اور خود واپس چلے گئے۔ یاد رہے کہ اس وقت نہ مکہ کی آبادی تھی اور نہ، ہی خانہ کعبہ کا وجود خانہ کعبہ ویسے تو حضرت آدم ﷺ کے وقت تعمیر ہوا مگر خانوادہ ابراہیم ﷺ کی ہجرت کے وقت وہ تعمیر معدوم ہو چکی تھی اور پھر بعد میں جب حضرت اسماعیل ﷺ کی عمر 15

سال کی تھی تو حضرت ابراہیم ﷺ کے تشریف لائے تھے اور ان دونوں باپ بیٹے نے مل کر اللہ کے حکم پر اور حضرت جبرائیل ﷺ کی راہنمائی اور نگرانی میں خانہ کعبہ کو انہی میدا دوں پر از سر نو تعمیر کیا۔

زمانہ جہالت

قبل از اسلام دور جب اہل عرب شرک اور بہت پرستی میں بتلا تھے۔ اس وقت عرب میں کوئی مرکزی حکومت نہ تھی۔ مختلف قبائل کے اپنے اپنے سردار تھے جو اکثر کسی بادشاہ کے تابع ہوتے تھے۔ مگر وہ اپنی داخلی آزادی ہر حالت میں برقرار رکھتے تھے۔ قبیلے کا سردار وہی ہو سکتا تھا جس کے حامی افراد زیادہ ہوں اور اہل عرب کی قومی خصوصیات بہادری، مہمان نوازی اور فیاضی میں بھی ممتاز ہو۔

عرب پکجھ نہ تھا جزیرہ نما تھا
کہ پیوند ملکوں سے جس کا جدا تھا

ترقی کا تھا اس قدم نہ آیا
تمدن کا اس پر پڑا تھا نہ سایا

اہل عرب بالعلوم اور قریش بالخصوص تجارت پیشہ تھے۔ صنعت و حرفت میں پسمندہ تھے۔ صرف یہ میں اون کانتنے اور چادر اور کمبیل بنانے کی صنعت موجود تھی یا بعض جگہوں پر جنگی ہتھیار بنانے کا رواج تھا۔ یہ لوگ اپنے قومی اخلاق، مہمان نوازی، ایفاۓ عہد، بہادری اور فیاضی کے ساتھ بعض برا یوں میں بھی بتلا تھے۔ مثلاً ثراب خوری، تمار بازی، دختر کشی اور معموں جھگڑے پر مسلسل لڑائی جیسی عادات موجود تھیں۔ اسلام سے پہلے کے دیوتاؤں کی بہت سی جسمانی وضاحت بتوں سے ملتی ہے، خاص کر کعبہ کے قریب، جس میں کہا جاتا ہے کہ ان میں سے ۳۶۰ بت موجود تھے۔

فصاحت و بلاغت پر اہل عرب کا فخر

زبان و بیان کے میدان میں وہ خود کو تمام عالم پر ترجیح دیتے تھے۔ حتیٰ کہ عرب کے علاوہ دیگر علاقوں کے افراد کو بھی یعنی اپنے مقابلے میں گوناً گوناً تصور کرتے تھے۔ سرمایہ داروں کے عظیم الشان بازار عکاظ میں شعرو شاعری کی مقابلہ آرائی ہوا کرتی تھی اور جس کا قصیدہ زبان و بیان کے لحاظ سے معاصر شعراء سے بہتر ہوتا تھا اسے فریہ خانہ کعبہ کی دیوار پر لٹکا دیا جاتا تھا تاکہ سال بھر دور دراز کے علاقوں سے آنے جانے والے لوگ بھی اس شاعر کی عظمت اور کلام کی

علویت کا اندازہ کر سکیں۔ عمومی طور پر عرب میں درج ذیل شعبے پائے جاتے تھے۔

۱- زراعت:

وادی عرب کو قرآن نے یوادِ غیرِ ذی زرع ﴿سورۃ ابراہیم: ۷۷﴾
 (مکہ کی) بے آب و گیاہ وادی کے نام سے پکارا ہے۔ اکثر زمینیں غیر آباد تھی۔ بعض جگہ باغات بھی موجود تھے۔ طائف کے علاقے میں زراعت کافی تھی۔

۲- تجارت

مکہ اور طائف کے باشندے باعوم تاجر تھے۔ ان کے قیصر روم، کسری اور نجاشی سے تجارتی تعلقات تھے۔

۳- گله بانی

عربوں کا اہم پیشہ گله بانی تھا۔ معزز لوگ بھی اسی پیشہ سے مسلک تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا قبیلہ قریش بھی اسی پیشہ سے مسلک تھا۔ تجارت بھی کرتے تھے۔ تجارت کی غرض سے آپ ﷺ نے دو مرتبہ ملکِ شام کا سفر بھی کیا اور مقامِ جزو پر زراعت فرمائی۔ گله بان عام طور پر اونٹ، بکریاں وغیرہ رکھتے تھے۔

مکہ میں دیگر شعبے

اہل مکہ کے بازار بیت اللہ کے پاس لگتے تھے۔ ان بازاروں میں گھیوں، گھنی، شہد، اور دوسری ضروریات زندگی موجود رہتی تھیں۔ بڑھنی، لوہار، معمار، جام، درزی، اور ظروف فروش بھی موجود رہتے تھے۔ ۱۔ ابن قبیلہ ﷺ کے مطابق ابوطالب عطر، اور گھیوں فروش تھے۔ ۲۔ حضرت ابو بکر صدیق ﷺ اور حضرت عثمان غنی ﷺ پارچہ فروش (کپڑے کا کاروبار) تھے۔ ۳۔ حضرت سعد بن ابی وقار ﷺ تیر ساز تھے۔ اور کھجور کے درختوں کی اصلاح (کانٹ چھانٹ) کرتے تھے۔ ۴۔ ابوسفیان بن حرب ﷺ زیتون کے نیل اور چپڑا فروخت کیا کرتے تھے۔ ۵۔ عقبہ بن ابی وقار ﷺ بڑھنی تھے۔ ۶۔ عبد اللہ بن جدعان (سخی مکہ مکرمہ) جانور پالتا اور ان کے بچے فروخت کرتا تھا۔ اور لوٹنڈی غلاموں کی تجارت کرتے تھے۔ ۷۔ ولید بن مغیرہ بڑھنی تھے۔ ۸۔ امیہ بن خلف پچھل فروش تھا۔ ۹۔ عقبہ بن ابی معیط شراب فروش تھا۔ ۱۰۔ حضرت خباب ﷺ لوہار تھے۔

مطالعہ سیرت کی اہمیت و ضرورت

سیرت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

seeret ke lagvi
maani krna ya
halaaat ya waqiyat

سیرت کے لغوی معنی طریقہ کار یا چلنے کی رفتار اور انداز کے آتے ہیں۔ عربی زبان میں فعلہ کے وزن پر جو مصدر آتا ہے اس کے معنی کسی کام کا طریقہ یا کسی کام کو اختیار کرنے کے انداز اور اسلوب کے ہوتے ہیں۔

اسلامی علوم و فنون کی اصطلاح میں سیرت کا لفظ ابتداء میں آنحضرت ﷺ کے اس طرز عمل کے لیے استعمال کیا گیا جو آپ ﷺ نے غیر مسلموں سے معاملہ کرنے اور جنگوں یا صلح اور معابدات کے معاملات میں اپنایا۔ چنانچہ قدیم مفسرین، فقهاء، محدثین اور سیرت نگاروں نے سیرت کا لفظ اسی مفہوم میں استعمال کیا ہے۔

حدیث اور سیرت کے درمیان فرق

آنحضرت ﷺ کی ذات سے متعلق سابقہ تمام معلومات حدیث کا بھی حصہ ہیں اور سیرت کا بھی۔ محدثین اور سیرت نگاروں حضرات نے ان معلومات کی طرف توجہ دی ہے، البتہ محدثین کا اصل زور اور اہتمام آنحضرت ﷺ کے ارشادات، آپ کے افعال و اعمال اور تقریرات پر اس اعتبار سے ہے کہ کیا چیز جائز ہے اور کیا ناجائز؟ اس کے برعکس سیرت نگاروں کا زور اس پر ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ذاتی طرز عمل، شخصیت مبارکہ اور آپ کا رویہ کیا تھا؟

مطالعہ سیرت کی اہمیت

مطالعہ سیرت کی اہمیت میں علامہ ابن القیم فرماتے ہیں کہ سیرت کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان کے لیے فرض ہے، اس لیے کہ سعادت دارین آپ ﷺ کی لائی ہوئی رہنمائی اور ہدایت پر مبنی ہے، الہذا جو شخص بھی سعادت کا طالب ہو اور نجات کا خواہش مند ہو وہ آپ کی لائی ہوئی ہدایت، آپ کی سیرت اور آپ کے معاملات سے آگاہی کا مکلف اور پابند ہے۔

علمی اور تحقیقی اعتبار سے بھی مطالعہ سیرت کی اہمیت کافی ہو گئی ہے لیکن اسلامی تہذیب کی وجہ سے انسانی سطح پر جو بردست علمی، تحقیقی اور فکری انقلاب برپا ہوا جس کے ذریعہ علوم و فنون کی تحقیق اور اس میدان میں ایک نئے عالمی دور کا آغاز ہوا۔ آخر یہ سب کچھ کیسے ممکن

ہوا؟ اس کی تفصیلات اور اس کے حقائق تک رسائی کے لیے بھی ہمارے لیے سیرت کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ بین الاقوامی نقطۂ نظر سے بھی سیرت کا مطالعہ کافی اہمیت کا حامل بن گیا ہے لیکن اس وقت جو عالمی مسائل پوری دنیا کو درپیش ہیں ان کا صحیح حل مسلم قوم کو شامل کیے بغیر تلاش نہیں کیا جاسکتا۔ مسلمانوں کو جو بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے اسے نظر انداز کر کے اس سمت میں کوئی ٹھووس قدم نہیں اٹھایا جاسکتا۔ اس سلسلے میں مسلمانوں سے تعاون حاصل کرنے کے لیے ان کا مزاج اور ان کا تہذیبی پس منظر جاننا ضروری ہے اور یہ سیرت کے بھرپور مطالعہ کے بغیر ممکن نہیں۔ اس لئے آج سیرت، مختلف یونیورسٹیوں میں بطور مضمون پڑھایا جا رہا ہے۔

رسول عکرم ﷺ کی مکی زندگی

(Life of Holy Prophet (S.A.W) in Makkah)

ولادت باسعادت

سرور دو عالم نور مجسم ﷺ کی ولادت باسعادت بہار کے موسم میں ۱۲ ربیع الاول
بروز پیغمبر ۲۰ اپریل ۱۷۵ء بروز پیغمبر مکہ میں صحیح صادق کے وقت ہے۔
app ki pedaeech
569 eessvii 21 april

آپ ﷺ کے والد ماجد کا نام حضرت عبد اللہ ﷺ اور والدہ ماجدہ کا نام حضرت آمنہ ﷺ تھا۔ نبی اکرم ﷺ ہنوز بطن مادری میں سات ماہ کے تھے۔ حضرت عبد اللہ ﷺ قریش کے ایک قافلے کے ساتھ بغرض تجارت ملک شام گئے۔ دوران سفر بیمار ہو گئے۔ واپسی پر یہ قافلہ مدینہ منورہ کے پاس سے گزر ا تو حضرت عبد اللہ ﷺ بیمار ہونے کی وجہ سے مدینہ ہی میں اپنے والد عبد المطلب کے نھیاں بنو عدی بن نجبار کے ہاں ٹھہر گئے۔ قافلہ مکہ پہنچا تو حضرت عبد المطلب ﷺ نے اپنے بیٹے کے بارے میں دریافت فرمایا۔ قافلہ والوں نے بتایا وہ بیمار تھے اس لیے واپسی پر مدینہ ٹھہر گئے۔ حضرت عبد المطلب ﷺ نے اپنے سب سے بڑے بیٹے حارث کو عبد اللہ کی خبر لینے کے لیے بھیجا لیکن حضرت حارث بن عبد المطلب کے پہنچنے سے پہلے حضرت عبد اللہ ﷺ فوت ہو چکے تھے اور انہیں دارالانابخ میں دفن کر دیا گیا تھا۔

نام اور عقیقۃ

ولادت کے ساتویں روز آپ ﷺ کے دادا حضرت عبد المطلب ﷺ نے آپ ﷺ

کا عقیقہ کیا اور اس تقریب میں تمام قریش کو دعوت دی۔ حضرت عبدالمطلب ﷺ اپنے میتم پوتے کی پیدائش پر بہت خوش ہوئے اور آپ ﷺ کا نام محمد تجویز کیا۔ یہ نام اہل عرب کے لیے اجنبی (اس سے پہلے کسی کا نہ تھا) تھا۔

حضرت حمیمہ سعدیہ کی گود میں

حضور اکرم ﷺ نے اپنی پیدائش کے بعد چند روز تک ابوالہب کی لوڈی ثوبیہ کا دودھ پیا۔ عرب کا دستور تھا کہ پیدائش کے بعد شراء اپنے بچوں کو کسی دیہاتی دایہ کے حوالے کر دیتے تھے اور اس سے بچوں میں اہل عرب کی حقیقی خصوصیات پیدا ہو جاتیں اور وہ خالص عربی زبان سیکھ جاتے۔ حضرت حمیمہ بنت ابی ذؤبیب، محمد ﷺ کی رضاعی والدہ ہیں، اس وقت آپ کے ساتھ عبد اللہ ابن حارث کو بھی دودھ پلایا، آپ کی بڑی بیٹی شیما حضور ﷺ کو گود میں کھلاتی لوریاں دیتی تھیں۔ چار پانچ سال حضرت حمیمہ کے پاس وادی بن سعد میں مقیم رہے۔ پھر آپ کی والدہ آمنہ کے پاس پہنچا گئیں۔

bano hooraan

حضرت آمنہ ﷺ کا انتقال

حضور ﷺ کی عمر مبارک جب چھ سال ہوئی تو آپ ﷺ کی والدہ آپ کو لے کر یثرب (مینہ) تحریف لے گئیں تاکہ اپنے بیٹے کو اپنے مرحوم شوہر کی قبر کی زیارت کرائیں۔ واپس آتے ہوئے جب مقام ابوابنچ تو آپ ﷺ کی والدہ محترمہ بیمار ہو گئیں اور وہیں انتقال فرمائیں۔ حضرت آمنہ ﷺ کے ساتھ ان کی لوڈی ام ایکن بھی تھیں۔ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کو مکہ واپس لائیں۔

حضرت عبدالمطلب ﷺ سے حضرت ابوطالب ﷺ تک آپ ﷺ کی کفالت

والدہ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے دادا نے آپ ﷺ کی پرورش کی وہ آپ ﷺ سے بہت شفقت فرماتے تھے۔ والدہ ماجدہ کی وفات کے دو سال بعد جب آپ ﷺ کی عمر آٹھ سال کی ہوئی تو وادا حضرت عبدالمطلب ﷺ بھی ۸۲ سال کی عمر مبارک میں رحلت فرمائے۔ حضرت عبدالمطلب ﷺ کی وفات کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب ﷺ نے آپ کی پرورش فرمائی وہ آپ کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھتے تھے وہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں بھی ساتھ لے جاتے تھے۔

حلف الفضول میں شرکت

جنگ فبار سے واپس لوٹے تو حضور نبی اکرم ﷺ کے چجاز یہ بن عبدالمطلب نے لڑائی سے بچنے کے لیے معاهدہ امن کی تجویز پیش کی۔ پس خاندان ہاشم، بنو زہرا اور بنو قیم کے درمیان معاهدہ طے پایا کہ ہم میں سے ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا اور کوئی ظالم مکہ میں نہ رہنے پائے گا۔ حضور نبی اکرم ﷺ اس معاهدہ میں شریک ہوئے۔ زمانہ اسلام میں آپ ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ اگر اس معاهدہ کے بد لے مجھے سرخ اونٹ دیئے جاتے تو بھی میں نہ لیتا اور آج بھی اس قسم کا معاهدہ ہوتواں میں شرکت کے لیے تیار ہوں۔ اس معاهدہ کو حلف الفضول اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے محکم ایسے سردار تھے جن کے ناموں میں لفظ ”فضل“، ”مشترک“ تھا۔

رشتہ ازدواج

حضرت خدیجہ ز قریش کی ایک معزز اور دولت تمدن یوہ خاتون تھیں۔ ان کا تجارتی کاروبار نہایت وسیع تھا۔ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ میر اسامان فروخت کرنے کے لیے شام لے جائیں آپ ﷺ حضرت خدیجہ ز کا سامان لے کر شام تشریف لے گئے۔ اس سفر میں حضرت خدیجہ ز کا غلام میسرہ بھی آپ کے ساتھ تھا۔ وہ آپ ﷺ کے اخلاق و عادات سے بہت متاثر ہوا اور واپس آ کر اس نے حضرت خدیجہ ز کو آپ کے اخلاق کریمہ اور ایمان داری کو بیان کیا۔ وہ آپ ﷺ کے اخلاق سے پہلے ہی واقع تھیں، انہوں نے متاثر ہو کر حضور نبی اکرم ﷺ سے شادی کی درخواست کی جسے آپ ﷺ نے منظور فرمالیا۔

اس وقت حضور نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک ۲۵ سال اور حضرت خدیجہ ز کی عمر مبارک ۴۰ سال تھی۔ پانچویں پشت پر حضور اکرم ﷺ کا نسب حضرت خدیجہ ز سے مل جاتا ہے۔ حضرت ابو طالب نے پانچ سو سلطانی درہم پر نکاح پڑھایا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی حضرت ابراہیم کے سواباتی ساری اولادِ مطہرہ حضرت خدیجہ الکبری ز کے لطفن سے ہوئی۔

خانہ کعبہ کی تعمیر نو

حضور نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک جب ۳۵ سال تھی۔ قریش نے خانہ کعبہ کو اس نو

تعمیر کیا کیونکہ خانہ کعبہ کی عمارت نشیب میں تھی۔ بارش کے زمانہ میں اس میں پانی بھر جاتا تھا جس کی وجہ سے عمارت کمزور ہو گئی تھی۔ تعمیر کعبہ کے دورانجہب حجر اسود نصب کرنے کا موقع آیا تو ہر قبیلہ اس شرف کے حصول کا خواہش مند تھا مگر جب حجر اسود کی تنصیب کا معاملہ طنہ پایا تو اختلاف اس قدر بڑھا کہ قبائل میں تواریں نکل آئیں۔ آخرا کاریے طے پایا کہ اگلے دن صحیح سوریے جو شخص سب سے پہلے کعبہ میں داخل ہو گا وہی حکم قرار پائے گا۔ دوسرے دن سب سے پہلے حضرت محمد ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے تو سب نے آپ کو حکم مان لیا۔ آپ ﷺ نے اس مسئلہ کے حل کی یہ صورت نکالی کہ آپ ﷺ نے ایک چادر بچھا کر اس میں اپنے دست مبارک سے حجر اسود رکھا اور فرمایا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی چادر پکڑ کر اٹھائے جب چادر حجر اسود کے نصب کرنے کی جگہ کے برابر آئی تو آپ ﷺ نے حجر اسود کو اٹھا کر اپنے دست مبارک سے نصب فرمادیا۔ یوں آپ کے حسن تدبیر سے ایک خوبی جنگ ہوتے ہوئے رہ گئی۔

اعلان نبوت

جب آپ ﷺ چالیس سال کو پہنچ تو آپ ایک دن حسب معمول غار حراء میں مراقبہ میں مصروف تھے کہ فرشتہ غیب نظر آیا اور آپ سے کہا:

إِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ ﴿سورة العلق: ۱﴾

”پڑھا پنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔“

یہ واقعہ نہایت غیر معمولی تھا۔ آپ ﷺ گھر والپیں تشریف لائے تو سیدنا مبارک جلال اللہی سے لبریز تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ زؓ سے تمام واقعہ بیان کیا وہ آپ ﷺ کو اپنے عزیز ورقہ بن نواف کے پاس لے گئیں جو توریت اور انجیل کے عالم تھے انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے واقعہ کی کیفیت سنی تو کہا یہ وہی ناموس ہے جو موسیؑ پر اتراتا تھا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے شہر سے نکال دے گی، اس وقت آپ کی مدد کرتا۔ ورقہ بن نواف نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی۔ عورتوں میں سب سے پہلے امام المؤمنین حضرت خدیجہ زمردیں میں حضرت ابو بکر صدیقؓ، غلاموں میں حضرت زیدؓ اور نعمروں میں حضرت علیؓ اسلام سے مشرف ہوئے۔ ان میں حضرت ارقمؓ وہ ہستی ہیں جن کا مکان

اسلام کی پہلی درسگاہ بننا۔

دارالرقم اسلام کی پہلی درسگاہ

دارالرقم مکہ مکرمہ میں کوہ صفا اور مرودہ کے دامن میں ایک گھر تھا۔ جو مکہ مکرمہ سے تقریباً ۳۰۰۰ میٹر کے فاصلے پر تھا۔ جہاں مسلمان ابتدائے اسلام میں نماز ادا کرتے۔ دارالرقم کو پہلا اسلامی مدرسہ یا پہلی مسلم جامعہ (University) کہا جا سکتا ہے۔ یہ گھر ارقم بن ابی الارقم مخزوی کا تھا۔ جو مشرکین کی زگابوں اور مجبووں سے الگ تھلک تھا۔ اسے نبی اکرم ﷺ نے ۵ نبوی سے اپنی دعوت اور مسلمانوں کی اجتماعی دعوت (Education) کا مرکز بنایا۔

ہجرت جبše

کفار کہ نے مسلمانوں کو اذیتیں پہنچانے میں کوئی کسر اٹھانے رکھی۔ کفار کے ظلم و ستم سے پہنچ کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو جبše ہجرت کرنے کی اجازت فرمادی۔ اس وقت جبše میں رحم دل اور رعایا پرور حکمران تھا، اس کا نام نجاشی تھا۔ چنانچہ گیارہ مردا اور چار عورتیں جبše ہجرت کر گئے۔ یہ اسلام کی پہلی ہجرت تھی۔

نجاشی کے دربار میں مکالمہ (Dialogue)

قریش مکہ کو جب پتہ چلا تو انہوں نے ایک وفد نجاشی کے دربار میں بھیجا۔ اس وفد نے نجاشی بادشاہ سے کہا کہ ہمارے ملک کے چند نوجوان بھاگ کر آپ کے ملک میں آگئے ہیں۔ انہوں نے اپنے باپ دادا کے مذہب کو چھوڑ کر ایک نیا مذہب اختیار کر لیا ہے۔ یہ آپ کے دین کے مخالف ہیں اور ہمارے مذہب ہیں۔ انہیں ہمارے حوالے کر دیں۔ نجاشی نے مسلمانوں کو بلا یا اور ان سے صورت حال معلوم کی جس پر حضرت جعفر بن طیار رض نے نجاشی کے دربار میں تقریر کی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ ہم لوگ جاہل اور بست پرست تھے اور ہم میں بہت سی بدلائیاں رواج پا چکی تھیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ایک پیغمبر مبعوث کیا جس نے اسلام کی دعوت دیتے ہوئے توحید اور رسالت کی تلقین کی۔ عبادت کے طریقے بتائے اور سماجی برا بیوں سے روکا۔ اسی جرم کی پاداش میں ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی۔ اس پر نجاشی نے حضرت جعفر رض سے کہا کہ جو کلام الہی تمہارے پیغمبر پر اترتا ہے اسے پڑھو۔ آپ نے سورۃ مریم کی چند آیات ہی تلاوت کی تھیں کہ نجاشی کی

آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کہا یہ کلام اور انجیل ایک ہی چراغ کے دو پروٹو ہیں اور مکہ کے سفیروں سے کہا کہ میں مسلمانوں کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا لہذا یہ سفارت ناکام ہوئی۔

دوسری ہجرت جبشہ

مسلمانوں کو جبشہ میں رہتے ہوئے ابھی تین ماہ ہی گزرے تھے کہ جبشہ میں مسلمانوں کی تعداد ۸۳ تک پہنچ چکی تھی کہ وہاں افواہ بچیل گئی کہ تمام اہل مکہ نے اسلام قبول کر لیا ہے چنانچہ بہت سے لوگ مکہ میں داخل ہو گئے اور کچھ واپس جبشہ کی طرف چلے گئے۔ دوسری ہجرت جبشہ میں ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں تھیں۔

شعبابی طالب میں محصور ہونا

قریش کی ہر طرح کی روک ٹوک پر بھی اسلام کا دائرة وسیع ہوتا جاتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رض اور حضرت حمزہ رض جیسے لوگ ایمان لا چکے تھے۔ نجاشی نے مسلمانوں کو پناہ دی تھی اور وہاں مسلمان سکون کی زندگی گزار رہے تھے۔ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ اس لیے انہوں نے اب یہ تدبیر سوچی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کو محصور کر کے تباہ کر دیا جائے چنانچہ تمام قبائل نے آپس میں ایک معاهدہ کیا کہ کوئی شخص نہ خاندان بنوہاشم سے قرابت کرے گا اور نہ ان کے ہاتھ خرید و فروخت کرے گا اور نہ ان سے ملے گا اور نہ ان کے پاس کھانے پینے کا سامان جانے دے گا جب تک وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لیے حوالہ نہ کر دیں۔

یہ معاهدہ منصور بن عکرم نے لکھا اور خانہ کعبہ کے دروازے پر آویزاں کیا گیا۔ حضرت ابو طالب مجبور ہو کر تمام خاندان ہاشم کے ساتھ ایک گھاٹ جوانہی کے نام کی نسبت سے شعبابی طالب مشہور تھی، چلے گئے اور تین سال تک انتہائی مصیبتوں کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے۔

عام الحزن / غم کا سال

اعلانِ نبوت کے دو سی سال، معاشرتی مقاطعہ سے رہائی پانے کے بعد سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو عظیم صدموں سے دوچار ہونا پڑا۔ قید تہائی سے نکلنے کے چند دنوں بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پچھا اور پشت پناہ ابو طالب کا انتقال ہو گیا۔ اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد آپ

طیب‌اللہ‌عینہ کی رفیقہ حیات حضرت خدیجہ زنے بھی وفات پائی۔ سال کے اندر اندر آپ کے دو محسن اور نعمگزار دنیا سے اٹھ گئے۔ حضور نبی اکرم طیب‌اللہ‌عینہ اس سال کو عام الحزن (سال غم) فرمایا کرتے تھے۔

سفر طائف

آپ طیب‌اللہ‌عینہ نےبعثت کے دسویں سال حضرت زید بن حارثہ طیب‌اللہ‌عینہ کو ساتھ لے کر طائف کا سفر کیا۔ طائف مکہ سے 50 میل کے فاصلے پر مشرق کی طرف ایک پہاڑی علاقہ ہے۔ آپ طیب‌اللہ‌عینہ وہاں بتوقیف کے تین معززا شخص اعبد، مسعود اور حبیب جو مینوں بھائی تھے اور عمرہ بن عسرہ بن عوف کے لڑکے تھے، سے مل لیکن انہوں نے نہایت بے رخی اور بد اخلاقی کا شہوت دیا۔ طائف کی آب و ہوا نہایت خوشگوار اور زیمن زرخیز ہے۔ طائف میں بھی بڑے امراء اور رؤسائے رہتے تھے۔ یہاں کے رؤسائے کے سامنے اسلام پیش کیا لیکن یہاں بھی وہی جواب ملا اور وہی سرکشی نظر آئی۔ اہل طائف نے چند اباشوں کو آپ طیب‌اللہ‌عینہ کے پیچھے لگادیا جو آپ کا تمثیل اڑاتے، بذریبائی کرتے اور تالیاں بجاتے۔ انہوں نے آپ طیب‌اللہ‌عینہ پر پھر بر سائے جس سے آپ کو ہوا ہان کر دیا۔

آخر آپ طیب‌اللہ‌عینہ نے ایک باغ میں پناہ لی۔ یہ باغ عتبہ بن رہبیع کا تھا۔ تو عتبہ نے انگوروں کا ایک خوشہ اپنے غلام عدار سے بھجوایا۔ حضور طیب‌اللہ‌عینہ نے اسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر منہ میں رکھا۔ حضور طیب‌اللہ‌عینہ نے عدار سے پوچھا کہ تم کہاں کے ہو اور کس مذہب سے تعلق رکھتے ہو؟ اس نے عرض کیا "میں مسیحی ہوں اور نبیوں کا رہنے والا ہوں"۔ آپ طیب‌اللہ‌عینہ نے اسے اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گیا

بیعت عقبہ الولی و ثانی

بیعت عقبہ الانبوی میں ہوئی۔ جس میں چھا آدمیوں نے بیعت کی۔ ان خوش نصیبوں کے نام یہ ہیں۔

- | | |
|--------------------------|---------------------|
| 1- عقبہ بن عامر نابی | 2- اسد بن زرارہ |
| 3- عوف بن الحارث | 4- رافع بن مالک |
| 5- قطبہ بن عامر بن حدیدہ | 6- جابر بن عبد اللہ |

۱۲- ہجرتی کو مقام منی (عقبہ) کے مقام پر چند اصحاب اسلام قبول کرنے والوں نے بیعت کی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کی درخواست پر حضرت مصعب بن عییر ﷺ کو انہیں اسلام کی تعلیم دینے کے لیے ان کے ساتھ بھیجا۔ مدینہ آنے کے بعد انہوں نے گھر گھر اسلام کی دعوت دینا شروع کر دی۔ روزانہ کئی لوگ اسلام میں داخل ہوتے۔ دوسرے سال بار حضرت مصعب بن عییر ﷺ تہتر (۳۷) مردا و دعوتوں کے ہمراہ مکرمہ آئے اور انہوں نے مقام منی (عقبہ) پر حضور نبی اکرم ﷺ کی بیعت کی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے پچھا حضرت عباس ﷺ جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے انصار (قبیلہ خزرج) سے خطاب کر کے کہا ”کہ محمد اپنے خاندان میں معزز و محترم ہیں۔ دشمنوں کے مقابلے میں ہم نے ہمیشہ ان کا ساتھ دیا۔ اب وہ تمہارے پاس جانا چاہتے ہیں۔ اگر مرتے دم تک ان کا ساتھ دے سکو تو ہتر ورنہ بھی سے جواب دے دو“ اس گفتگو کے بعد آپ ﷺ نے جماعت انصار سے بارہ نقیب (نمایندے) مقرر فرمائے اور ان سے بیعت لی۔ (نوبیلہ خزرج اور تین قبیلہ اوس) وہ قبائل کے سردار تھے۔

بیعت عقبہ ثانی کی دفعات

- ۱۔ چحتی اور سستی ہر حال میں بات سنو گے اور مانو گے۔
- ۲۔ تنگی اور خوشحالی ہر حال میں مال خرچ کرو گے۔
- ۳۔ بھلانی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے۔
- ۴۔ اللہ کی راہ میں اٹھ کھڑے ہو گے اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ کرو گے۔
- ۵۔ جب میں تمہارے پاس آ جاؤں گا تو میری مدد کرو گے۔
- ۶۔ جس چیز سے اپنی جان اور اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہو اس سے میری بھی حفاظت کرو گے۔

رسول مکرم ﷺ کی مدینی زندگی

Life of Holy Prophet (S.A.W) in Madina

ہجرتِ مدینہ

مدینہ منورہ کا قدیم نام پیرب تھا۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ وہاں تشریف لے گئے تو

آپ ﷺ کی نسبت سے اسے مدینۃ النبی یعنی نبی کا شہر کہنے لگے جو کثرت استعمال سے بالآخر مدینہ رہ گیا۔ یہ شہر عرب کے قدیم شہروں میں سے تھا۔ جس مقام پر مدینہ منورہ آباد ہوا یہ پہاڑوں کے درمیان ایک مستطیل میدان ہے یہاں رسول پاک کی بھرت کے وقت کئی چھوٹی بڑی بستیاں تھیں جن میں سے یثرب کی بستی مشہور تھی۔ اس جگہ دو بڑے قبیلے آباد تھے ایک کا نام اوس اور دوسرے کا نام خزرج تھا۔

مدینہ میں اسلام کو پناہ حاصل ہونے کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو مکہ سے بھرت کی اجازت دے دی۔ قریش کو معلوم ہوا تو انہوں نے روک ٹوٹ شروع کر دی۔ حضور نبی اکرم ﷺ، حضرت ابو بکر ؓ، حضرت علیؓ اور وہ صحابہ کرام جو مفسی کی وجہ سے مدینہ جانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے مکہ میں باقی رہ گئے۔

بھرت مدنیت کے اسباب

نبوت کے تیر ہویں سال ۷ صفر ۱۳ نبوی ہر طبق ۱۲ ستمبر ۲۲۲ھ بھرت کا واقعہ پیش آیا۔ معراج کے موقع پر حضرت جبرايل d نے حضور اکرم ﷺ کو یثرب کا شہر بھی دکھایا تھا۔ معراج کے بعد ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ بھرت ناگزیر ہو گئی۔
بھرت کے نمایاں اسباب درج ذیل تھے۔

1- قتل کی سازش

مسلمانوں کے مسلسل مدینہ منورہ بھرت کرنے سے قریش مکہ کا پیارہ صبر لبریز ہو گیا تھا۔ مسلمان بھرت کر کے ان کے شاخے ستم سے نکلے جا رہے تھے لہذا قریش مکہ دارالمنورہ میں اکٹھے ہوئے اور مشورہ کیا کہ آپ ﷺ کو جلاوطن کر دیا جائے یا قید کر دیا جائے۔ بالآخر ابو جہل نے یہ تجویز دی کہ تمام قبیلوں میں سے ایک ایک جوان چین لیا جائے۔ جورات کو محمد ﷺ کے مکان کو گھیر لیں اور جب وہ صحیح باہر نکلیں وہ سبل کران کا خاتمہ کر دیں۔ اس رائے پر سب کا اتفاق ہو گیا چنانچہ آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اسی رات آپ کو مدینہ منورہ بھرت کرنے کا حکم ملا۔

2- مکہ میں تبلیغ اسلام پر یابندی

مکہ میں تبلیغ اسلام کی پابندی تھی اگرچہ مکہ میں مختصر اور باوفا جماعت کی تشکیل عمل میں آ

چکی تھی مگر وہاں پر اکثریت جاہل اور گمراہ تھی اور مستقبل قریب میں ان کے جہالت سے نکلنے کی امید نہیں تھی۔ شعب ابی طالب کے بعد تبلیغ اسلام پر سخت پابندی تھی لہذا آپ ﷺ کے لیے ضروری تھا کہ کسی ایسے مقام کی طرف متوجہ ہوں جہاں اشاعت اسلام کے زیادہ موقع ہوں۔

3۔ اہل مدینہ کا اشتیاق

مدینہ منورہ میں اسلام تیزی سے پھیل رہا تھا۔ اس وجہ سے وہاں کے مسلمانوں کا یہ اشتیاق تھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو چھوڑ کر مدینہ تشریف لے آئیں۔ اسلام کی تعلیم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مکہ فضانا خونگوار تھی اس لیے بھرت ناگزیر تھی۔

4۔ مدینہ منورہ کی دفاعی حیثیت

مدینہ کی دفاعی پوزیشن بڑی مضبوط تھی۔ اس کے تین اطراف پہاڑ تھے صرف ایک طرف سے راستہ کھلا تھا۔ اس کا دفاع آسانی سے کیا جاسکتا تھا۔ مدینہ کی اہمیت اس لحاظ سے بھی اہم تھی کہ یہاں سے اہل مکہ پر معاشری دباؤ ڈالا جاسکتا تھا کیونکہ شام سے مکہ جانے والے تمام تجارتی قافلے مدینہ کے قریب سے گزرتے تھے۔

5۔ اذن خدا

نبی کا ہر کام اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو مدینہ منورہ بھرت کرنے کی اجازت فرمادی اور خود حکم ربی کے منتظر ہے چنانچہ جب حکم خداوندی آگیا تو آپ ﷺ نے بھرت فرمائی۔

6۔ امانتوں کی واپسی

حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس اہل مکہ کی امانتیں تھیں۔ وہ سب آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو دیں اور انہیں اپنے بستر پر سلا دیا پھر فرمایا کہ صبح سب کی امانتیں واپس کر کے آ جانا۔ پھر آپ حضرت ابو بکر ؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ لہذا سفر بھرت پر روانہ ہو گئے۔

7۔ غار ثور میں قیام

محاصرہ کرنے والے صبح کو بیدار ہوئے تو بستر پر حضور نبی اکرم ﷺ کی جگہ حضرت علیؓ کو پایا۔ یہ دیکھ کر کفار کو بڑی مایوسی ہوئی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے سفر بھرت کے دوران مکہ

سے تین میل دور غار ثور میں قیام فرمایا۔ تین دن اسی غار میں رہے۔

8- قبائل آمد اور پہلی مسجد کی بنیاد

حضور نبی اکرم ﷺ سفر کے آٹھویں روز مدینہ کی نواحی بستی قبائل میں پہنچ گئے۔ مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر قبائلی بستی میں انصار کے چند خاندان آباد تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے وہاں پہنچ کر کلثوم بن الہدم کو شرفِ میزبانی بخشنا۔ آپ ﷺ نے وہاں چودہ دن قیام فرمایا اور ایک چھوٹی سی مسجد کی بنیاد رکھی۔ حضرت علیؓ بھی بھرت کر کے آپ ﷺ سے قبائل میں آملے۔

9- مدینہ میں داخلہ اور انصار کی عقیدت و محبت

حضور نبی اکرم ﷺ قبائل میں مسجد کی تعمیر کرنے کے بعد مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں بوسالم کے محلہ میں نماز کا وقت آگیا۔ آپ ﷺ نے نمازِ جمعہ بیہیں ادا فرمائی۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی سب سے پہلی نمازِ جمعہ تھی۔ سارا مدینہ استقبال کے لیے ٹوٹ پڑا۔ لوگوں کے جوش کا عالم یہ تھا کہ پرده نشین خواتین چھتوں پر نکل آئیں۔ مدینہ منورہ کی بچیوں نے خوشی سے یہ کلمات ادا کیے:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مَنْ ثَبَّاتِ الْوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَى اللَّهُ دَاعِ

”ہمارے پاس کوہ وداع کی گھاٹیوں سے چاند نکل آیا۔ ہم پر خدا کا شکر واجب ہے جب دعائیں والے دعائیں۔“

حضور اکرم ﷺ کی سواری (اوٹنی) جب موجودہ مسجد نبوی کے مقام پر پہنچی تو آپ ﷺ کی میزبانی کا شرف پانے کے لیے انصار صحابہ کرام میں بہت زیادہ استیاق تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میری اوٹنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے، جہاں جا کر بیٹھ جائے گی وہاں میری قیام گاہ ہوگی۔ آخراً اوٹنی حضرت ابو ایوب انصاری (خالد بن زیدؓ) کے گھر کے سامنے آ کر بیٹھ گئی اور یوں یہ دولت آپ کے حصے میں آئی۔ آپ ﷺ نے سات ماہ تک بیہیں قیام فرمایا۔

بھرت مدینہ کے اثرات

بھرت مدینہ تاریخ اسلام کا بالعموم اور عہد رسالت کا بالخصوص اہم ترین واقعہ ہے یہاں

سے مسلمانوں کے لیے ایک نئے دور کا آغاز تھا۔ ہجرت کے بعد قدرت نے ان پر قبضہ کا مرانی کے دروازے کھول دیئے۔ ہجرت کی اہمیت کا اندازہ صرف اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق ﷺ کے عہد خلافت میں جب سرکاری سن کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے اسے ہجرت کے سال سے شمار کرنا شروع کیا۔

1- اسلامی ریاست کا قیام

اسلام ایک مکمل صابط حیات ہے جو ایک فرد کی انفرادی اور اجتماعی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا کام تھا کہ قانون الہی کی روشنی میں زندگی کے ہر شعبہ میں انسان کی مکمل رہنمائی کرے۔ یہ تجھی ممکن تھا کہ ایک اسلامی ریاست کا قیام عمل میں لا یا جائے۔ مکہ میں رہ کر اجتماعی فرائض کی ادائیگی چھوڑ کر انفرادی فرائض کی ادائیگی بھی مشکل تھی۔ مدینہ میں مسلمانوں کی حیثیت ایک حاکم کی تھی۔ اس لیے دین اسلام کی تکمیل یہاں پر ہی ممکن تھی۔

2- اسلامی معاشرے کا قیام

ہجرت مدینہ کے بعد ہی اسلامی معاشرہ قائم ہوا کیونکہ اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے اسلامی ریاست کا ہونا ناجائز تھا۔

3- اشاعتِ اسلام

مکہ میں کفار تبلیغ اسلام میں رکاوٹیں ڈالتے تھے۔ اسی وجہ سے ۱۳ سال کی محنت اور کوشش سے صرف تھوڑے سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ ہجرت نے اشاعت اسلام کی نئی راہیں کھول دیں۔ ہجرت کے دس سال بعد اسلام نہ صرف پورے عرب میں پھیل گیا بلکہ اس نے ایران و روم کے شاہی ایوانوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

4- پر امن ماحول

ہجرت مدینہ نے ایک مظلوم اقلیت کو غالب اکثریت میں بدل دیا۔ مدینہ میں آ کر مسلمانوں کو پر امن ماحول میسر آ گیا جہاں وہ امن و سکون کی زندگی بسر کر سکتے تھے۔

5- معاشی استحکام

مدینہ میں مسلمانوں کو معاشی طور پر استحکام ملا۔ مکہ میں مسلمان بدحالی کی زندگی بسر کر

رہے تھے مگر بھرت کے بعد ان کی معاشی حالت بہتر ہو گئی۔ انہوں نے آزادی کے ساتھ اسلامی اصولوں پر تجارت اور کاروبار کو فروغ دیا۔

6۔ اسلامی شخص کا اجاگر ہونا

بھرت مدینہ سے اسلامی شخص ابھر کر سامنے آیا۔ مدینہ پہنچ کر وہ ملت اسلامیہ کی حیثیت سے پہچانے جانے لگے۔ دنیاۓ عرب کو یہ معلوم ہو گیا کہ مسلمان بھی ایک قوم ہیں۔

7۔ اسلامی انحصار کا مظاہرہ

بھرت مدینہ کی یوں بھی اہمیت ہے کہ اس کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ نے انصار مدینہ اور مہاجرین مکہ کے درمیان بھائی چارہ کا لازوال رشته قائم کر دیا۔ یہ رشته قومیت، نسل اور خون سے بھی بلند تر تھا۔ اس نے بلال جبشی، سلمان فارسی، صہیب رومی مکہ کی عدنانی اور مدینہ کی قحطانی آبادی کو انحصار کی ایک لڑی میں پروردیا۔

8۔ سیاسی استحکام

بھرت مدینہ سے مسلمانوں کو سیاسی استحکام نصیب ہوا۔ عرب سیاسی طور پر منتشر تھے اور قبائل میں بٹے ہوئے تھے۔ بھرت کے بعد اسلام نے ان کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا۔ اس سے مسلمانوں کو سیاسی قوت نصیب ہوئی جس کے سامنے قیصر و کسری کی سیاسی استبداد خاک میں مل گئی۔

9۔ مواخاتِ مدینہ

انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کی حیثیت بطورِ مہمان نہ رہنے دی بلکہ ان کو مال و دولت، کھیتی باڑی، زمین اور جانیداد میں برابر کا شریک بنایا تھا کہ حضرت سعد بن رفع رض نے جن کی دو بیویاں تھیں ایک بیوی کو طلاق دے کر اپنے مہاجر بھائی حضرت عبد الرحمن رض کے سامنے نکاح کے لیے پیش کرنا چاہا لیکن انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔ مواخاتِ مدینہ سے اہل ایمان کی قوت میں اضافہ ہوا۔ انصار مہاجرین کی آمد سے پہلے یہودیوں سے دب کر رہتے تھے۔ اب یہودی ان کے سامنے دم نہیں مار سکتے تھے۔ مواخات سے اہل ایمان کی معاشی حالت بہتر ہوئی۔ جو مہاجرین بدحال تھے وہ خوش حال ہو گئے۔ حضرت عبد الرحمن رض خالی ہاتھ آئے تھے

حضرت سعد بن الربيعؓ کے تعاون سے مدینہ کے بہت بڑے تاجر ہن گئے۔ جب قافلے مال تجارت کے لیے شام روانہ ہوتے تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کا مال تجارت سب سے زیادہ ہوتا۔ حضرت عمر فاروقؓ کا روبرو باری حلقة تناوی سعی ہو گیا کہ مال تجارت ایران تک جاتا تھا۔

میثاق مدینہ (Charter of Medina)

رسول اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے مسلمانوں اور یہود مدینہ کے درمیان ۶۲۲ء کو ایک معابدہ (Treaty) تحریر فرمایا۔ اس کو دستور مدینہ (The Constitution of Medina) بھی کہتے ہیں تاکہ ان کے ساتھ تعلقات واضح ہو جائیں۔ اس معابدہ کی تفصیل سیرت ابن ہشام میں موجود ہے۔ معابدہ کی شرائط درج ذیل ہے:

- ۱۔ خون بہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آتا ہے وہ اب بھی قائم رہے گا۔
- ۲۔ یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔

۳۔ مسلمان اور یہود باہم دوستانہ بر塔وار کھیل گے۔

۴۔ اگر ایک فریق کو کسی سے لڑائی پیش آئے گی تو دوسرا اس کی مدد کرے گا۔

۵۔ کوئی فریق قریش کو امان نہیں دے گا۔

۶۔ اگر مدینہ پر کوئی حملہ آ رہو گا تو دونوں فریق مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔

۷۔ اگر کسی دشمن سے ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا فریق بھی اس مصالحت میں شامل ہو گا لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنی ہوگی۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی سیاسی بصیرت

۱۔ یہ معابدہ حضور نبی اکرم ﷺ کی سیاسی بصیرت کا شاہکار ہے۔ یہ آپ ﷺ کے بے مثال تدبیر کا زندہ ثبوت ہے۔ اس کے ذریعے نہ صرف اسلامی مملکت معرض وجود میں آگئی تھی بلکہ اسے مدینے کے یہود اور دیگر قبائل نے تسلیم بھی کر لیا تھا اور وہ مسلمانوں کے حلیف بن گئے۔

۲۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے اسے دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور قرار دیا ہے۔ اس میں حکومت اور عوام کے حقوق و فرائض کو متعین کیا گیا ہے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے مدینہ کے اندر ورنی خطرات پر کسی حد تک قابو پالیا۔

- 3- تمام فریقوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی امارت و قیادت کو تسلیم کر لیا۔
- 4- اس معاهدہ کی رو سے معاهدہ قبل کے لیے اب کھلم کھلا قریش سے اتحاد کرنا ممکن ہو گیا اور مدینہ کے ارد گرد قریش کا اثر و رسوخ کم ہو گیا۔ اس سے مدینہ کے دفاع کو برائے راست نہ سہی بالواسطہ بڑی تقویت ملی۔
- 5- آپ ﷺ نے دشمنوں کے شر سے بچنے کے لیے اس معاهدے کے ذریعے اندر ورنی دشمنوں کو پابند کر دیا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف علی الاعلان کوئی سازش نہ کر سکیں۔ اس سے مسلمان یک سو ہو کر ارشادت اسلام میں مصروف ہو گئے۔

غزوات النبی ﷺ

۲ ہجری سے سلسلہ غزوات شروع ہوتا ہے۔ محدثین اور سیرت نگاروں کی اصطلاح میں غزوہ اس جنگ کو کہتے ہیں جس جنگ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے نفس شرکت فرمائی ہو اور جس میں آپ ﷺ شریک نہیں ہوئے اس کو سریہ یا بعث کہتے ہیں۔ غزوات کی تعداد ستائیں (۲۷) ہے۔ حقیقت میں سات ایسے غزوات ہیں جن کو جنگ کہا جا سکتا ہے جن میں فال ہوا۔ جبکہ سرایا کی تعداد سنتالیس (۳۷) ہے۔

غزوہ بدر (۲۷)

غزوہ بدر کے اسباب

← 2 hijri 17 ramzan

1- کفار مکہ کی اسلام دشمنی

کفار مکہ کو یہ ہرگز پسند نہیں تھا کہ مسلمان مدینہ میں آرام و سکون کی زندگی بس رکریں قریش نے رئیس **المنافقین** عبد اللہ بن ابی کو **حملکی** آمیز خط لکھا جس کے الفاظ یہ تھے: ”تم نے ہمارے آدمی کو پناہ دی ہے۔ ہم قسم کھاتے ہیں کہ یا تم ان کو قتل کر دیا یا مدینہ سے نکال دو ورنہ ہم تم پر حملہ کر کے تمہیں تباہ کر دیں گے۔“ حضور نبی اکرم ﷺ کو اس کا علم ہوا تو خود عبد اللہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: کیا تم خود اپنے بیٹوں اور بھائیوں سے لڑو گے؟ اگرچہ عبد اللہ بن ابی قریش کی خواہش پوری نہ کر سکا لیکن مسلمانوں پر کفار کے ارادے ظاہر ہو گئے۔ یہ خط مسلمانوں

کے خلاف کھلم کھلا جنگ تھی۔

2-شام کی تجارتی شاہراہ کا مسلمانوں کی زدیں ہونا

قریش تجارت کی غرض سے ملک شام جاتے تھے اور ان کا تجارتی راستہ مدینہ کے قریب سے گزرتا تھا۔ شام کی تجارتی شاہراہ اگر مسلمان بند کر دیتے تو قریش معاشری طور پر بدحالی کا شکار ہو جاتے۔ اس شاہراہ کے محفوظ رہنے سے ہی اہل مکہ کی خوشحالی تھی۔

3-اسلامی ریاست کے خاتمه کا منصوبہ

قریش نے مدینہ کی اسلامی ریاست کو نیست و نابود کرنے کے لیے تیاریاں شروع کر دیں۔ انہوں نے اس سلسہ میں مکہ کے ارد گرد کے قبائل سے معاہدات بھی کیے۔ انہوں نے معاشری وسائل کو مضمبوط کرنے کے لیے یہ فیصلہ کیا کہ اس مرتبہ جو تجارتی قافلہ شام بھیجا جائے اس سے ہونے والا تمام منافع جنگ کی تیاری کے لیے وقف کیا جائے۔

4-مدینہ کی چراگاہ پر حملہ

قریش کے ایک سردار جابر بن فہری نے مدینہ منورہ کی ایک چراگاہ پر حملہ کیا اور حضور نبی اکرم ﷺ کے بہت سے مویشی ہائک کر لے گیا۔ مسلمانوں کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے اس کا تعاقب کیا۔ مویشی چھین لیے مگر جابر بھاگ گیا۔

5-ابوسفیان کا قافلہ

ابوسفیان کی قیادت میں ایک تجارتی قافلہ مکہ سے شام کی طرف گیا ہوا تھا۔ اس قافلے کی تجارت کا منافع مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے وقف تھا۔ واپسی پر ابوسفیان کو شک گزار کر کہیں مسلمان اس قافلہ پر حملہ نہ کر دیں۔ اس پر ابوسفیان نے ایک تیز رفتار قاصد مکہ بھیجا کہ اس کی مدد کو پہنچیں۔ اہل مکہ اس خبر کے ملتے ہی فوراً نکل کھڑے ہوئے اور تقریباً ایک ہزار کی تعداد میں مقام بدر میں خیمنہ زن ہو گئے۔

غزوہ بدر کے واقعات

مدینہ کی طرف پیش قدمی

قریش بڑے ترک و احتشام کے ساتھ مکہ سے نکلے۔ ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ جن

میں سو سے زیادہ سوار تھے اور چھ سو افراد نے جسموں پر لو ہے کی زر ہیں پہن رکھیں تھیں۔ عتبہ بن ربیعہ اس لشکر کا سپہ سالار تھا اور ابوالہب کے سوا تمام سردار اس لشکر میں شامل تھے۔

حضور اکرم ﷺ کا صحابہ کرام سے مشورہ

حضور اکرم ﷺ کو جب قریش کے لشکر کی خبر ہوئی تو صحابہ کرام کو بلا کر مشورہ فرمایا۔ مہاجرین جنگ کے لیے تیار تھے لیکن حضور اکرم ﷺ انصار کا ارادہ معلوم کرنا چاہتے تھے۔ انصار کی طرف سے حضرت سعد بن عبادہ ﷺ نے اٹھ کر عرض کیا: اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ فرمائیں تو ہم سمندر میں کوڈ پڑیں۔ حضرت سعد ﷺ کی تقریر سن کر حضور نبی اکرم ﷺ نے لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دے دیا۔

لشکر اسلام کی بدر میں آمد

حضور نبی اکرم ﷺ ۱۲ رمضان المبارک ۲ ہجری میں ۳۳ صحابہ کرام کے ہمراہ مدینہ سے نکل کر بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ ان صحابہ کرام میں ساٹھ مہاجرین اور باقی انصار تھے۔ مسلمان مجاہدین نے وہاں پہنچ کر ایک چشمہ پر قبضہ کر لیا۔ اسی رات بارش ہوئی جس سے مزید پانی اکٹھا ہو گیا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی رات بھر دعا

حضور نبی اکرم ﷺ رات بھر دعا میں مصروف رہے۔ آپ ﷺ نے فوج کو ترتیب دے کر ان الفاظ میں دعا کی:

”اے میرے مولا! تو نے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے آج پورا کر۔ اگر آج تیرے یہ چند بندے مت گئے تو پھر قیامت تک تیرا کوئی نام لینے والا نہیں ہوگا۔“

عام جنگ کا اعلان

اس کے بعد عام جنگ شروع ہوئی۔ مسلمانوں نے شجاعت کے لیے جو ہدکھائے کہ اپنے سے تین گناہ لشکر کے چھکے چھڑا دیئے۔ مسلمانوں نے ایسی جواں مردی سے مقابلہ کیا کہ کفار کے حوصلے پست ہو گئے۔ انصار کے دونوں جوانوں نے ابو جہل کا خاتمه کر دیا۔

غزوہ بدر کی اہمیت اور نتائج

1- ترقی کا اولین قدم

تاریخ اسلام میں جنگ بدر کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ مولانا شبیل لکھتے ہیں: ”بدر کا معزک حقیقت میں اسلام کی ترقی کا اولین قدم تھا۔“

2- مسلمانوں کے حوصلے بلند ہونا

جنگ بدر میں فتح سے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو گئے۔ اس سے پہلے وہ اپنے آپ کو کمزور اور مغلوب سمجھتے تھے۔ قبائل عرب کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ مسلمان ایک قوت ہیں۔ پورے عرب میں مسلمانوں کی دھاک بیٹھی۔

3- قبائل کی اسلام کی طرف رغبت

بہت سے قبائل اس انتظار میں تھے کہ مسلمان کہاں تک قریش کی طاقت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ معزک بدر میں مسلمانوں کی کامیابی سے انہوں نے اسلام کی مخالفت ترک کر دی اور اسلام کی طرف راغب ہونے لگے۔

4- یہود کی بد دیانتی آشکار ہو گئی

یثاق مدینہ کی رو سے یہود کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ کفار مکہ کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مدد کرتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی اس کھلی اسلام دشمنی کی وجہ سے ان کے ایک قبیلے بنو قیقاع کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا۔ اس طرح اس خطناک گروہ سے ہمیشہ کے لیے نجات مل گئی۔

5- باطل قوتوں کی حوصلہ شکنی

غزوہ بدر سے اسلام کے دشمنوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ اس واقعہ سے اہل اسلام کی قوت میں اس قدر اضافہ ہو گیا کہ مدینہ میں ان کی کھلمن کھلا مخالفت ناممکن ہو گئی۔

6- مدینہ کے تجارتی راستے کی بندش

جنگ میں شکست کے وجہ سے قریش کے لیے ایک اہم مسئلہ اقتصادی بدحالی کی صورت

میں پیدا ہو گیا۔ غزوہ بدر کے بعد شام کی تجارتی شاہراہ قریش کے لیے بند ہو گئی اور وہ معاشری بدحالت کا شکار ہو گئے۔

3 hijri 6 ya 7
shawal

غزوہ أحد (۳)

احد اس پہاڑ کا نام ہے۔ جس کے دامن میں یہ غزوہ پیش آیا۔ اس لیے اس غزوہ کو غزوہ احد کہتے ہیں۔ اس کی بلندی ۱۲۸ میٹر ہے۔ یہ پہاڑ مسجد نبوی سے مدینہ کے شمال کی جانب ساڑھے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ غزوہ احد کے بعد اس پہاڑ کو جبل الرماۃ (تیر اندازوں کا پہاڑ) کا نام دے دیا گیا۔ غزوہ أحد شوال سہ جرمی میں واقع ہوا۔

غزوہ أحد کے اہم اسباب

1-انتقام کا جذبہ

جنگ بدر میں قریش کے بڑے بڑے سردار ابو جہل، ولید، عتبہ اور شیبہ مارے گئے۔ قریش مکہ کے ستر آدمی اس جنگ میں کام آئے اور اتنے ہی قیدی ہوئے۔ جن جن لوگوں کے رشتہ دار بدر میں قتل ہوئے تھے وہ ابوسفیان کے پاس پہنچ اور کہا محمد ﷺ نے قریش کو بتاہ کر دیا ہے اس کا انتقام ضروری ہے۔

2-وقارکی بھائی

غزوہ بدر کی شکست کی وجہ سے کفار کا وقار خاک میں مل گیا۔ قریش کو ہر لحاظ سے قبائل عرب پر امتیاز حاصل تھا۔ بدر کی شکست نے ان کی شہرت کو تقصیان پہنچایا۔ لہذا اس بات کا تقاضا تھا کہ شکست کا بدلہ لے کر اپنے گرتے ہوئے وقار کو بحال کیا جائے۔

3-یہود مدینہ کی سازش

یہود مدینہ نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کیا تھا کہ وہ مدینہ پر حملہ کی صورت میں مسلمانوں کا ساتھ دیں گے لیکن انہوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قریش مکہ کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے اکسایا۔ کعب بن اشرف یہودی نے مکہ جا کر قریش کی غیرت اور جوش انتقام کو خوب تیز کیا۔

4- تجارتی مفادات کو خطرہ

معرکہ بدر کے بعد قریش مکہ کو خطرہ لاحق ہوا کہ مسلمان جب چاہیں شام کا تجارتی راستہ بند کر کے انہیں اقتصادی لحاظ سے تباہ کر سکتے ہیں کیونکہ شام کا راستہ مدینہ کے قریب سے گزرتا تھا۔ لہذا اس خطرے سے نہیں کے لیے انہوں نے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔

5- قریش کی اسلام دشمنی

قریش مکہ شروع سے ہی اسلام کے سخت دشمن تھے لہذا انہوں نے اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لیے مدینہ منورہ پر کمی حملے کیے۔ غزوہ احدان کی اسلام دشمن کا ایک سبب تھا۔

6- حضور نبی اکرم ﷺ کو شہید کرنے کی سازش

مکہ کے رئیس صفوان نے عمر بن وہب کو پوشیدہ طور پر حضور ﷺ کو شہید کرنے کے لیے مدینہ بھیجا۔ یہ معاملہ دونوں کے درمیان خانہ کعبہ میں انتہائی رازداری سے ہوا۔ چنانچہ جب عمر مدنیہ پہنچا تو حضرت عمر فاروق ؓ نے اسے پکڑ کر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے وہ تمام گفتگو بیان کر دی جو عمر اور صفوان کے درمیان ہوئی تھی جس پر عمر حیران رہ گیا۔ اس نے بتایا کہ اس گفتگو کا میرے اور صفوان کے علاوہ کسی کو علم نہیں تھا۔ آپ پچھے نبی ہیں میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے حسن سلوک کے طور پر اس کے بیٹے کو آزاد کر دیا۔ وہ مکہ چلا گیا اور اس کی تبلیغ سے بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔

3 hijri 6 ya 7
shawal

غزوہ احد کے واقعاتلشکر کفار کی روائی

ایک سال کی جنگی تیاری کے بعد تین ہزار افراد پر مشتمل فوج ابوسفیان اور عکرمہ بن ابی جہل کی سرکردگی میں مدینہ کی طرف شوال ۳ ہجری ۲۲ء میں بڑے سروسامان سے روانہ ہوئے۔ حضرت عباس ؓ نے جو اس وقت مکہ میں مقیم تھے حضور نبی اکرم ﷺ کو نخیہ اطلاع بھجوادی۔ آپ ﷺ نے پتہ چلانے کے لیے آدمی بھیجے تو معلوم ہوا کہ قریش کا لشکر مدینہ کے قریب عربیض کے مقام تک پہنچ چکا ہے۔

صحابہ کرام سے مشاورت

حضور نبی اکرم ﷺ نے دوسرے دن جمعہ کی صبح کو صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا۔ اکثر مہاجرین اور تجیر بکار انصار نے رائے دی کہ شہر میں پناہ گیر ہو کر مقابلہ کیا جائے لیکن نوجوانوں کا اصرار تھا کہ باہر نکل کر صرف آرائی کی جائے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک ہزار مسلمانوں کے ساتھ احادیث کی طرف جہاں مشرکین مکہ خیمنہ زن تھے پیش قدمی فرمائی۔

عبداللہ بن ابی کی واپسی

عبداللہ بن ابی اپنے تین سوتھیوں کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ روانہ ہوا تھا لیکن یہ عذر کر کے کہ مشاورت میں ہماری رائے کو اہمیت نہیں دی گئی اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس مدینہ آگیا۔

jable roomaat

احد پہاڑ کے درے پر تیراندازوں کا تقریر

احد کے مقام پر پہنچ کر حضور نبی اکرم ﷺ کی اسلامی لشکر کی اس طرح صرف آرائی فرمائی کہ احد پہاڑ مسلمانوں کی پشت پیچھے تھا۔ اس پہاڑ میں ایک درہ تھا جہاں سے مسلمانوں کی پشت غیر محفوظ تھی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے پچاس تیراندازوں کو اس درے پر تعینات فرمایا اور حکم دیا کہ کسی حال میں تم نے اپنی جگہ نہیں چھوڑو۔

مال غنیمت کا لوٹنا

کفار کے میدان جنگ سے فرار کے بعد اکثر مجاہدین نے درے کو چھوڑ کر مال غنیمت لوٹنا شروع کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رض نے روکا مگر انہوں نے ایک نہ سکی صرف دس صحابہ کرام وہاں موجود ہے باقی سب مال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے۔

خالد بن ولید کا حملہ

خالد بن ولید اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے درے کو خالی پایا تو چکر لگا کر پہاڑ کی دوسری طرف سے درے کے مقام سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ حضرت جبیر رض اور آپ کے ساتھیوں نے حملہ روکا مگر وہ سب شہید ہو گئے۔ مسلمان اس حملے کے لیے تیار نہ تھے لہذا وہ منتشر ہو گئے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی شہادت کی افواہ

حضرت مصعب بن عمير حضور نبی اکرم ﷺ کے ہم شکل تھے وہ اس جنگ میں شہید ہو گئے۔ اس لیے یہ افواہ بچھل گئی کہ حضور اکرم ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ اس خبر نے مسلمانوں کے حوصلے پست کر دیے۔ اس افتری میں صرف چند جانشنا آپ ﷺ کے پاس رہ گئے جن میں حضرت ابو بکر ؓ، حضرت علی ؓ، حضرت زیر ؓ، حضرت طلحہ ؓ اور حضرت ابو دجانہ ؓ تھے۔ اچانک حضرت کعب بن مالک ؓ کی نگاہ آپ ﷺ کے رخ انور پر پڑی تو انہوں نے پکار کر کہا مسلمانوں! رسول اللہ ﷺ اس طرف ہیں۔

جس سے آپ ﷺ کے دو دن ان مبارک شہید ہو گئے۔ آپ کی پیشانی مبارک پر زخم لگا جس سے خون بینے لگا۔ آپ ﷺ کے رخسار مبارک بھی زخمی ہو گئے۔

پہاڑی پر پناہ

جب کفار مکہ کے حملہ کی شدت میں کمی آئی تو آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ پہاڑی پر چڑھ گئے۔ ابوسفیان نے وہاں پہنچنے کا ارادہ کیا مگر جب صحابہ کرام نے پھر برسائے تو اس کی آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی اور وہ وہیں سے واپس لوٹ گیا۔

غزوہ اُحد کے نتائج و اثرات

1- قبائل کی سرکشی

غزوہ بدر میں مسلمانوں کو جوشاندار کامیابی ہوئی تھی اس کو دیکھ کر عرب کے قبائل ہم گئے تھے اب وہ سرکشی پر اتر آئے۔ بعض قبائل نے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس دوران بعض قبائل نے مبلغین اسلام کو اپنے ہاں دعوت دے کر دھوکے سے قتل کر دیا۔ بہر معونة اور حجع کے افسوسناک واقعات میں مسلمانوں کی ستر اسی جانیں چلی گئیں۔

2- بنو نصیر کی جلاوطنی

یہودی قبائل کا رویہ شروع سے ہی مناقاہ تھا۔ جنگ اُحد کے بعد تو انہوں نے کھلم کھلا مسلمانوں کی مخالفت شروع کر دی۔ اب ان کی شرارتوں میں اضافہ ہو گیا۔ چنانچہ ان کی بد عہدی کی انہیں عبرت ناک سزا دی گئی اور بنو نصیر کو جلاوطن کر دیا گیا۔

3- حضور اکرم ﷺ کی نافرمانی کی سزا

جنگ احمد میں مسلمانوں کو یہ سبق ملا کہ اگر انہوں نے اطاعت رسول ﷺ کو پیش نظر رکھا تو نصرت ایزدی ان کے قدم چومنے گی اور اگر انہوں نے ارشاد رسول ﷺ کو فرماوش کیا تو وہ باطل سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔

4- قریش مکہ میں خود اعتمادی

جنگ بدر میں شکست کے بعد کفار کے حوصلے پست ہو گئے تھے وہ مسلمانوں کی طاقت کا لوہامان گئے تھے۔ جنگ احمد میں قدرے کامیابی سے ان میں خود اعتمادی پیدا ہوئی اور انہوں نے مدینہ پر چڑھائی کرنے کے نئے منصوبے بنانا شروع کر دیئے۔

5- مسلمانوں کو ختم کرنے کا یہودی منصوبہ

مدینہ سے یہود کے دو قبائل بونفسیر اور بونقیقان جلاوطن کیے جا چکے تھے۔ یہ لوگ سرحدات شام اور خیر میں جا کر آباد ہو گئے۔ انہوں نے مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے قریش کے ساتھ مل کر منصوبہ بندی شروع کر دی جو جنگ احزاد کی شکل میں ظاہر ہوئی۔

6- مسلمانوں کا نقصان

اس غزوہ میں مسلمانوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ اس غزوہ میں ۰ ۰ مسلمان شہید ہوئے جن میں حضرت حمزہؑ جیسی ہستیاں بھی تھیں جبکہ کفار کے مقتولین کی تعداد ۳۳ تھی۔

7- ایک اور جنگ کا پیش خیمہ

چونکہ اس لڑائی میں کسی فریق کو حتیٰ فتح تصدیق نہیں ہوئی تھی اس لیے قریش کو اس بات کا شدید احساس تھا کہ ان کا کام ادھورا رہ گیا ہے۔ اس لیے قریش مکہ ایک اور فیصلہ کرن جنگ لڑنے کے خواہش مند تھے۔ لہذا یہ ایک اور جنگ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

غزوہ احزاد یا غزوہ خندق (ھ)

اس غزوہ کے دوناں ہیں: غزوہ خندق اور غزوہ احزاد۔ اس غزوہ میں مسلمانوں نے مدینہ کے گرد خندق کھود کر اور محصور ہو کر مقابلہ کیا تھا اس لیے اسے غزوہ خندق کہتے ہیں۔ غزوہ

احزاب اس لیے کہتے ہیں کہ حزب کے معنی فوج کے ہیں اور احزاب اس کی جمع ہے۔ اس غزوہ میں مختلف قبائل عرب نے مل کر مسلمانوں پر مل کر حملہ کیا تھا۔ 5 ہجری میں بنی نصیر، بنی قریظہ، قریش اور بہت سے قبائل نے مل کر ایک لشکر ترتیب دیا جس کی تعداد دس ہزار تھی۔ حضرت سلمان فارسی ﷺ کے مشورہ پر مدینہ شہر کے گرد خندق کھود کر اسلامی لشکر اس میں قلعہ بند ہو گیا۔

غزوہ خندق کی وجوہات

1- کفر و اسلام کی باہمی کشمکش

غزوہ بدر سے کفر و اسلام کی باہمی کشمکش کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا غزوہ احزاب اس کی اہم کڑی تھی۔ کفار اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہتے تھے مگر انہیں اپنے عزم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں بار بار ناکامی ہو رہی تھی۔

2- یہود کی سازش

مدینہ منورہ سے یہود کے دو قبائل بوقیقاع اور بنو نصیر جلاوطن کیے جا چکے تھے۔ یہ لوگ خیبر اور شام کی سرحدات پر آباد ہو چکے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف کھلمن کھلا دشمنی شروع کر دی۔ انہوں نے مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے قریش سے مل کر منصوبہ بنایا جو جنگ احزاب کی شکل میں ظاہر ہوا۔

3- جنگ احمد میں مسلمانوں کی کمزوری

غزوہ احمد کے بعد قریش میں خود اعتمادی پیدا ہو گئی۔ غزوہ احمد میں مسلمانوں کا جانی اور مالی نقصان ہوا۔ ان کی معاشی اور سیاسی حالت کمزور ہوئی۔ حوصلے قدرے پست ہوئے تو کفار کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کی جرات ہوئی۔

4- ابوسفیان کا جلن

غزوہ احمد کے موقع پر ابوسفیان نے بدر کے مقام پر دوبارہ مقابلے کا اعلان کیا تھا اور یہ چلتی کیا تھا کہ اگلے سال پھر بدر کے مقام پر معرکہ ہو گا۔ مسلمان مقابلے کے لیے بدر کے مقام پر پہنچے مگر اہل مکہ مقابلے کے لیے نہ آئے۔ اس دوران ان کی تیاریاں جاری رہیں۔

غزوہ خندق/احزاب کے واقعات

غزوہ خندق کے اہم واقعات درج ذیل ہیں:

1۔ لشکر کی جنگی تیاریاں

یہود مدینہ کے دو قبائل بوقیقائع اور بنفسیر جلاوطن کیے جا پکے تھے۔ انہوں نے ایک بہت بڑی سازش شروع کی۔ ان کے روساء کا ایک وفد مکہ گیا۔ وہاں انہوں نے قریش مکہ کو مسلمانوں کے خلاف اکسایا۔ قریش سے اتحاد کر کے یہودی روسابی غطفان کے پاس پہنچ انہیں لاحظ دے کر اپنے ساتھ مالیاں کی وجہ سے قبیلہ بنو سد بھی ساتھ مل گیا۔

ان کے علاوہ بنوفرارہ اور بنومرہ نے بھی جنگ میں شرکت کا وعدہ کر لیا۔ تمام قبائل کی فوج کی تعداد مختلف روایات کے مطابق دس ہزار سے چوبیس ہزار تک تھی۔ یہ لشکر تین فوجوں پر مشتمل تھا۔ ابوسفیان کو سپہ سالار اعلیٰ مقرر کیا گیا۔

2۔ خندق کی کھدائی

دشمن کی جنگی تیاریوں کی اطلاع ملنے پر حضور نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی ﷺ نے مشورہ دیا کہ شہر کے غیر محفوظ حصے کے گرد خندق کھودی جائے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس مشورہ کو بہت لپسند کیا۔ مدینہ منورہ کے تین جانب مکانات اور باغات تھے ان اطراف سے حملہ کا امکان نہیں تھا۔ شمال اور مغرب کی طرف کا کچھ حصہ کھلا تھا اس جانب خندق کھونے کا فیصلہ کیا گیا گیا۔ یہ خندق پندرہ فٹ گہری اور پندرہ فٹ چوڑی تھی۔ اس کی لمبائی ساڑھے تین میل سے زائد تھی۔ اس کی کھدائی میں تین ہزار مسلمانوں نے حصہ لیا۔ یہ خندق بیس دن میں مکمل ہوئی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی خود بھی اس کام میں شریک تھی۔

3۔ بنو قریظہ کی غداری

یہود کا قبیلہ بنو قریظہ ابھی تک مدینہ میں آباد تھا۔ ان کے مسلمانوں کے ساتھ خوشنگوار تعلقات تھے۔ دورانِ محاصرہ بنفسیر کا سرداری بن اخطب بنو قریظہ کے پاس گیا اور بات چیت سے انہیں اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو گیا۔ چنانچہ مسلمانوں کو اس جانب سے بھی خطرہ لاحق ہو گیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک دستہ اس طرف بھی معین فرمادیا تھا کہ حملہ کو روکیں۔

4- خندق پار کرنے کی کوشش

ایک جگہ خندق کم چوڑی تھی۔ اس جگہ سے عمر بن عبدود، ضرار، حبیرہ اور نوافل نے خندق عبور کر لی۔ سب سے پہلے عمر بن عبدود نے مبارزت طلب کی۔ حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دیا۔ ضرار، حبیرہ عکرمہ اور نوافل بھاگ نکلے۔ نوافل ہاگتے ہوئے خندق میں گر کر مر گیا۔ حملہ کا یہ دن بڑا سخت تھا۔ کفار ہر طرف سے پھراو تیر بر ساتے رہے۔

5- نصرت الہی

جou جou محاصرہ طول پکڑ رہا تھا کفار کی تکلیف بڑھتی جا رہی تھی۔ اتنی بڑی فوج کو سامان رسدمہیا کرنا آسان کام نہ تھا۔ مسلمانوں کی استقامت اور دین کی سربلندی کے لیے رحمت اللہیہ جوش میں آئی۔ باوجود سخت سردی کے اس قدر زور کی آندھی چلی کہ دشمن کے خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں اور کھانے کے برتن الٹ گئے موسم کی ناسازگاری کا اثر نہایت حوصلہ لشکن تھا۔ اب کفار کو سوائے بھاگنے کے کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ آن کی آن میں دشمن کی فوجیں مدینہ کے افق سے اوچھل ہو گئیں۔

غزوہ احزاب / خندق کی اہمیت اور اثرات1- مسلمانوں کے وقار کی بحالی

بیس موئرخین نے غزوہ احزاب کو دنیا کی مشہور ترین اڑائیوں میں شمار کیا ہے۔ کفار کی ناکامی سے مسلمانوں کا وقار بحال ہو گیا۔ مسلمانوں کی عسکری طاقت کا سکمہ سارے عرب میں بیٹھ گیا۔

2- قریش کی قوت کا خاتمه

اس جنگ کے بعد کفار کے حوصلے پست ہو گئے اور ان کی قوت کا خاتمه ہو گیا۔ اب ان میں اتنی جرأت نہ رہی کہ وہ دوبارہ مدینہ پر حملہ کریں۔

3- اشاعتِ اسلام میں تیزی

اس جنگ کے بعد اشاعتِ اسلام میں تیزی آگئی۔ اسلام سرعت کے ساتھ عرب میں

پھینے لگا۔ یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ اشاعتِ اسلام میں یہ آخری رکاوٹ تھی۔ لوگ گروہ در گروہ اسلام قبول کرنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں کی تعداد میں پہلے سے مقابله میں کئی گناہ بڑھ گئی۔

4- اقتصادی دباؤ

اہل مکہ پر اقتصادی دباؤ بڑھ گیا۔ ان کے تجارتی راستوں پر مسلمانوں کا قبضہ تھا۔ اس کو ختم کرنے میں وہ ناکام رہے۔ مسلمانوں نے تجارتی شاہراوں پرناکہ بندی کر دی۔ قریش مکہ کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ اپنی اقتصادی حالت برقرار رکھنے کے لیے مسلمانوں کو ختم کرنا ضروری ہے۔ اگر مسلمان اسی طرح طاقت پکڑتے رہے تو ان کی شام اور عراق کی تجارت تباہ ہو جائے گی۔

5- فتح مکہ کا پیش خیمه

یہ جنگ فتح مکہ کا پیش خیمه ثابت ہوئی۔ کیونکہ اس کے بعد مسلمانوں کی طاقت بڑھ گئی انہوں نے اپنی طاقت سے مکہ فتح کر لیا۔

6- منافقین کی مدینہ بدری

غزوہ خندق میں منافقین کا کردار واضح طور پر سامنے آ گیا۔ یہودی قبیلہ بنو قریظہ کی غداری سامنے آ گئی۔ جنگ کے بعد قتنہ پرور منافقین کو مدینہ سے ہمیشہ کے لیے نکال دیا گیا۔

صلح حدیبیہ / بیعت رضوان (۶۵)

حدیبیہ کا تعارف

مکہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلے پر ایک کنوال حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے، وہاں مدینہ اور مشرکین مکہ کے درمیان مارچ ۶۲۸ء کو ایک معاملہ ہوا جسے صلح حدیبیہ (عربی میں صلح الحدیبیہ) کہتے ہیں۔

اہمیت

تاریخ اسلام میں یہ واقعہ نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ یہ واقعہ اسلام کی آئندہ کامیابیوں کا دیباچہ ہے اور اسی بناء پر باوجود اس کے کہ وہ صرف ایک صلح کا معاملہ تھا اور صلح بھی بظاہر مغلوب ہو کر کی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس کو فتح مبین کا لقب دیا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا خواب

ذی قعده ۲ هجری میں رسول اکرم ﷺ کو بشارت ہوئی کہ آپ دیگر مسلمانوں کے ہمراہ بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوں۔

عمرہ کے لیے روانگی

حضور نبی اکرم ﷺ هجری میں چودہ سو مسلمانوں کے ساتھ عمرہ کی نیت سے مکہ روانہ ہوئے اور اس خیال سے کہ قریش کو جنگ وغیرہ کا شہنشہ ہو یا اعتیاق فرمائی تھی کہ حرام باندھ کر قربانی کے اونٹ ساتھ لے لیے۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ کوئی ہتھیار باندھ کرنے پلے، صرف توار ساتھ ہو اور وہ بھی نیام کے اندر ہو۔

قریش کی روکنے کے لیے تیاری

قریش کو خبر ہوئی تو انہوں نے مسلمانوں کو روکنے کے لیے زبردست تیاریاں کیں۔ انہوں نے پیغام بھیج کر تمام متعدد قبائل کو جنگ کے لیے جمع کیا۔ خالد بن ولید جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ حوثی سی فوج کے ساتھ پڑتالگانے کے لیے آئے انہوں نے قریش کو جا کر اطلاع دی۔ ان کے جانے کے بعد مسلمان آگے بڑھ کر مقام حدیبیہ میں جا کر ٹھہر گئے۔

بدیل بن وقار کی آمد

قبيلہ خزادہ کا سردار بدیل بن وقار حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنے کی غرض دریافت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا صرف کعبہ کی زیارت مقصود ہے۔ بدیل نے قریش مکہ کو کہلا بھیجا کہ مسلمان اڑانے کے لیے نہیں آئے صرف حج کا ارادہ رکھتے ہیں مگر قریش نہ مانے اور کہا ہم کسی صورت میں بھی انہیں عمرہ نہیں کرنے دیں گے۔

بیعت رضوان

حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان رضوان ﷺ کو کفار سے بات چیت کے لیے مکہ بھیجا۔ وہاں ان کے بہت سے رشتہ دار تھے۔ قریش نے حضرت عثمان رضوان ﷺ کو مکہ میں ہی روک لیا۔ اس سے مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان رضوان ﷺ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو سخت صدمہ ہوا۔ اس موقع پر حضور اکرم ﷺ نے بول کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر

سب جانوروں سے بیعت لی کہ جب تک عثمان ﷺ کا قصاص نہیں لیں گے۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔

صلح حدیبیہ

قریش کو جب بیعت کی خبر ہوئی تو حضرت عثمان ﷺ کو رہا کر دیا۔ اور سہیل بن عمر و کوچھ کا پیغام دے کر آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ طویل گفت و شنید کے بعد ایک صلح نامہ تیار ہوا جسے تاریخ اسلام میں صلح حدیبیہ کہتے ہیں۔

صلح حدیبیہ کی شرائط

- 1۔ مسلمان اس سال بغیر عمرہ کیے لوٹ جائیں۔
- 2۔ اگلے سال آئیں اور تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں۔
- 3۔ ہتھیار لگا کرنا آئیں صرف تلواریں ساتھ ہوں گی وہ بھی نیام میں۔
- 4۔ مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں ان کو مسلمان اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور جو مسلمان مکہ میں رہنا چاہے گا اس کو وہ یہاں کے قیام سے نہ روکیں گے۔
- 5۔ اہل مکہ یا مکہ کے مسلمانوں میں سے اگر کوئی شخص مدینہ چلا جائے گا تو مسلمان اسے واپس کرنے کے پابند ہوں گے اور اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ چلا آئے گا تو اسے واپس نہ کیا جائے گا۔
- 6۔ قبل عرب کو اختیار ہو گا کفر یقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاهدہ کر لیں۔ صلح کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ نے قربانی کے اونٹ ذبح کر کے بال ترشوائے اور احرام کھولا۔

صلح حدیبیہ کی اہمیت

1۔ فتح میبن

اگرچہ یہ صلح بظاہر مغلوبانہ تھی جس کو مسلمان اپنی توہین خیال کر رہے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس صلح کو فتح میبن قرار دیا ہے۔ اسی وقت سورہ فتح نازل کی۔ اس سے مسلمان مطمئن ہو گئے۔

2۔ اشاعت اسلام

اس صلح سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں نمایاں ترقی ہوئی۔ اس دوران جتنے لوگ

شرف بے اسلام ہوئے اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے تھے کیونکہ مسلمان مکہ میں آزادانہ آنے جانے لگے تھے۔ اس میں جوں کی وجہ سے قریش نے دھڑادھڑ اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔

3۔ فتح مکہ کا پیش خیمه

یہ معاملہ فتح مکہ کا پیش خیمه ثابت ہوا کیونکہ قریش نے تگ آ کر معاملہ توڑنے کا اعلان کر دیا اور مسلمانوں کو حملہ کرنے کا موقع مل گیا۔

4۔ مسلمانوں کی امن پسندی کا ثبوت

یہ معاملہ مسلمانوں کی امن پسندی اور صلح جوئی کا ایک واضح ثبوت تھا چنانچہ اس کا اثر ہمسایہ قبائل پر بہت اچھا پڑا۔ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ دوستانہ معاملہ کرنے شروع کر دیئے۔

5۔ مسلمانوں کو ایک طاقت تسلیم کرنا

قریش کا مصالحت کی گفتگو پر اتنا اس حقیقت کا واضح ثبوت تھا کہ انہوں نے مسلمانوں کو اپنا ہم پالہ تسلیم کر لیا ہے۔ اس سے عرب معاشرہ میں مساوی مقام مل گیا۔

6۔ عمرہ کا حق تسلیم کر لیا گیا

صلح حدیبیہ کی رو سے مسلمانوں کو بیت اللہ کی زیارت اور عمرہ کا حق مل گیا۔ اس سے عربوں کے دلوں سے مسلمان کے خلاف نفرت کے جذبات سرد پڑ گئے۔

7۔ بادشاہوں اور حکمرانوں کو دین کی دعوت

صلح حدیبیہ کے بعد آپ نے پڑی ممالک کے حکمرانوں اور بادشاہوں کو اسلام کا پیغام پہنچانے کے لیے خطوط لکھے جن کے بڑے دروس منتاج ہوئے۔

فتح مکہ (۸۵)

فتح مکہ کے اسباب

فتح مکہ (جسے فتح عظیم بھی کہا جاتا ہے۔ عہد نبوی کا ایک غزوہ ہے جو ۲۰ رمضان ۸ ہجری کو پیش آیا، اس غزوے کی بدولت مسلمانوں کو شہر مکہ پر فتح نصیب ہوئی۔ قریش مکہ نے اپنے حلیف قبیلہ بنو دل بن بکر بن عبد منات بن کنانہ (اس کی ایک خاص شاخ جسے بنو فاش کہا جاتا

ہے) نے بنو خزاعم کے خلاف قتل و غارت میں مدد کی تھی اور چونکہ بنو خزاعم مسلمانوں کا حلیف قبلہ تھا اس لیے اس حملے کو قریش مکہ کی جانب سے اس معاهدہ کی خلاف ورزی سمجھا گیا جو مسلمانوں اور قریش کے درمیان میں ہوا تھا، یہ معاهدہ "صلح حدیبیہ" کے نام سے معروف ہے۔ بنو خزاعم نے اس ظلم و زیادتی کی شکایت بارگاہ رسالت مکہ ﷺ میں کی۔ آپ ﷺ نے قریش کے پاس قاصد بھیجا اور تین شرائط پیش کیں کہ ان میں سے کوئی ایک منظور کر لی جائے:

- 1- مقتولوں کا خون بہادیا جائے۔
- 2- قریش بنی بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔
- 3- اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاهدہ ٹوٹ گیا ہے۔

قریش نے جلد بازی سے کام لیا۔ طاقت کے نئے میں انہوں نے تیسرا شرط منظور کر لی مگر قاصد کے چلے جانے کے بعد قریش کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

تجدید معاهدہ کی کوشش

قریش نے تجدید معاهدہ کی خاطر ابوسفیان کو فوراً مددیہ بھیجا کہ وہ معاهدہ کی تجدید کر آئے۔ ابوسفیان نے حضرت ابو بکر صدیق ﷺ، حضرت عمر فاروق ﷺ، اور حضرت فاطمہ زے سفارش کرنے کوہا مگر کسی نے حامی نہ بھری۔ اب وقت گزر چکا تھا اس لیے ابوسفیان ناکام واپس لوٹا۔ قریش اس سے پہلے بھی کئی دفعہ معاهدہ کی خلاف ورزی کر چکے تھے لہذا مظلوم بنی خزاعم کی امداد اور مشرکین کا سد باب کرنے کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے مکہ پر چڑھائی کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ کوشش یہ کی گئی کہ اہل مکہ کو خبر نہ ہو۔

فتح مکہ کے واقعات

۱- مکہ کی طرف روانگی

۱۰ رمضان المبارک ۸ ہجری ۶۲۹ء کو آپ ﷺ دس ہزار کا لشکر لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں معاهد قبائل ساتھ ہوتے جاتے تھے۔ مکہ سے ایک منزل کی مسافت پر مظہران میں مسلمانوں نے منزل کی اور ان کے دستے دور دور تک پھیل گئے۔ قریش کو اچانک مسلمانوں کی آمد کا پتہ چلا تو ان کے اوسان خطا ہو گئے۔

2- ابوسفیان کی گرفتاری اور قبول اسلام

قریش نے ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا کو حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ لوگ مرظہ را پہنچے۔ خیمہ نبوی ﷺ کی حفاظت کے لیے جو دستہ مقرر تھا اس نے ابوسفیان کو دیکھ لیا اور گرفتار کر کے بارگاہ نبوی ﷺ میں لے آئے لیکن حضرت عباس ﷺ آڑے آئے اور حضور نبی اکرم ﷺ نے ابوسفیان کی جان بخشی کر دی۔ تاریخ عالم میں یہ اپنی قسم کی واحد مثال ہے کہ اتنے بڑے دشمن کو مکمال فراخ دلی سے معاف کر دیا گیا ہو۔ اس حسن سلوک کا ابوسفیان پر اتنا گہر اثر ہوا کہ صبح حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لے آیا۔

3- مکہ میں شکر اسلام کا داخلہ

مکہ معظمہ میں شکر اسلام فاتحانہ انداز میں داخل ہوا۔ مختلف دستوں کے سالار شہر کے مختلف اطراف سے داخل ہوئے۔ حضرت زیر بن عوام ﷺ شمال سے حضرت خالد بن ولید ﷺ جنوب سے مہاجر فوج کے قائد حضرت ابو عبیدہ بن جراح ﷺ جبل ہند سے، رسول اللہ ﷺ خود اور انصار کے سردار سعد بن عبادہ ﷺ مغرب سے مکہ میں داخل ہوئے۔ تمام دستے بغیر کسی مراجحت کے مکہ میں داخل ہوئے، کسی کو مراجحت کی جرأت نہ ہوئی البتہ عمر مدد اور صفویان نے چند نوجوانوں کے ساتھ حضرت خالد بن ولید ﷺ کے دستے کو روکنا چاہا اور تین مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ حضرت خالد ﷺ نے ان پر حملہ کر دیا۔ جس سے قریش کے تیرہ آدمی ہلاک ہوئے۔

4- خون ریزی سے اجتناب

مکہ میں آپ ﷺ نے داخل ہوتے وقت اعلان کر دیا کہ مکہ کا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں یا حضرت خدیجہ ز کے بھتیجے حکیم بن حزام کے گھر میں پناہ لے یا جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے، ہتھیار ڈال دے، خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے گا اس کے لیے امان ہے۔

5- خانہ کعبہ کی طہارت

مکہ میں داخل ہونے کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ نے تطہیر کعبہ کی طرف توجہ دی۔ اس وقت کعبہ میں تین سو سالہ بنت نصب تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں لکڑی سے گرانا شروع کر دیا اور زبان مبارک سے فرماتے جاتے تھے:

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ طَإِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زُهْوًا

﴿بنی اسرائیل / الاسراء: ٨﴾

”اور فرمادیجیے: حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا، بے شک باطل نے زائل و نابود ہی ہو جانا ہے“ خانہ کعبہ کے اندر ۳۶۰ بت تھے سب نکال دیئے گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دیواروں سے تصویریں مٹا کیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے کعبہ کے اندر داخل ہو کر دور کعت نما زادا کی۔

6- خطبہ

اس کے بعد آپ ﷺ نے حرم کعبہ میں ایک خطبہ دیا جس کے الفاظ یہ تھے: ”اللہ کے سوا کوئی معبد نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور تمام جھتوں کو تہذا شکست دی ہاں تمام تفاخر سارے انتظامات اور خون بہا میرے قدموں کے نیچے ہے صرف بیت اللہ کی تولیت اور حاجیوں کو پانی پلانے کا شعبہ اس سے مستثنی ہیں۔ اے قوم قریش! اب جاہلیت کا تکبر اور نسب کافخر اللہ تعالیٰ نے متدا دیا ہے۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے تھے۔ پھر قرآن حکیم کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اے لوگو! میں نے تم کو مردار اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے تاکہ ایک دوسرے کی پیچان ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزد یک تم میں معتبر ترین وہ ہے جو تقویٰ میں سب سے بڑھ کر ہے بے شک اللہ تعالیٰ علیم اور خبیر ہے، اس کے بعد آپ ﷺ نے مکہ معظمه میں پندرہ دن قیام فرمایا۔

خطبہ کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ نے مجمع کی طرف دیکھا اور پوچھا تھیں معلوم ہے میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟ وہ لوگ پکارا ٹھے: ”اخ کریم وابن اخ کریم“ اس پر رحمۃ للعالمین نے فرمایا تم پر کوئی سختی (سزا) نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔

فتح مکہ کی اہمیت اور نتائج

فتح مکہ کی تاریخ اسلام میں بہت اہمیت ہے۔ اس کے اہم اثرات درج ذیل ہیں:

1- دشمنان اسلام کا خاتمہ

فتح مکہ سے اسلام دشمن قتوں کا مکمل خاتمہ ہو گیا۔ دیگر قبائل عرب اور یہود و نصاریٰ بھی مقابلے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔

2- مرکز پر مسلمانوں کا قبضہ

فتح مکہ سے عرب کا نہ ہی مرکز مسلمانوں کی تحولی میں آ گیا۔

3- اشاعتِ اسلام

فتح مکہ کے بعد اشاعتِ اسلام میں تیزی آ گئی۔ عرب کے بہت سے قبائل جو قریش کے حليف تھے وہ قریش مکہ کے فیصلے کے انتظار میں تھے، جب مکہ فتح ہو گیا اور قریش کی طاقت ختم ہو گئی تو وہ قبائل بھی جو حق در جو حق دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

4- تطہیر کعبہ

خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کر دیا گیا اور وہاں ایک معبد کی عبادت ہونے لگی۔ کفر و شرک کا ہمیشہ کے لیے خاتمه ہو گیا۔

5- سیاسی اور اقتصادی راہوں کا کھلانا

فتح مکہ سے مسلمانوں کے لیے سیاسی، تجارتی اور نہ ہی میدان میں ترقی کے راستے کھل گئے۔

6- یرومنی فتوحات کا آغاز

فتح مکہ کے بعد سارا عرب متعدد ہو گیا اور اسلام کی کرنیں دوسرے ملکوں کو منور کرنے لگیں۔ شام اور ایران نے اس سیل روای کو روکنے کی کوشش کی مگر وہ اس کی لہروں کی نذر ہو گئے۔

7- غلبہ اسلام کی پیشین گوئیوں کی تتجییل

فتح مکہ سے ان تمام پیشین گوئیوں کی تتجییل ہو گئی جس میں سر زمین عرب میں مکمل غلبہ اسلام کی بشارتیں دی گئیں تھیں۔

غزوہ حنین / غزوہ ہوازن (۸۵ھ)

مکہ اور طائف کے درمیان حنین ایک وادی کا نام ہے۔ اس مقام کو اواس بھی کہتے ہیں۔ اس وادی میں دو قبائل ہوازن اور ثقیف، آباد تھے۔ ہوازن ایک بڑے قبلیے کا نام ہے۔

غزوہ حنین کے اسباب

مکہ فتح ہوا تو تمام قبائل نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ فتح مکہ کے بعد ہوازن اور ثقیف

کے روساء نے یہ بھولیا تو انہوں نے مل کر مشورہ کیا کہ مسلمانوں کے خلاف مکہ پر حملہ کر دیا جائے۔

غزوہ حنین کے واقعات

1- لشکر اسلام کی روائی

جب حضور نبی اکرم ﷺ کو ان واقعات کا علم ہوا تو آپ ﷺ شوال ۸ ہجری کو اسلامی لشکر کے ساتھ حنین کی طرف بڑھے۔ اسلامی لشکر کی تعداد بارہ ہزار تھی۔

2- کثرت پر خر

بعض صحابہ کرام سے کثرت تعداد اور اسلحہ کی وجہ سے یہ الفاظ نکل گئے: آج ہم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کو صحابہ کرام کا یہ غرور پسند نہ آیا۔

3- مجاہدین کے پاؤں اکھڑنا

جب علی اصح مسلمانوں نے میدان جنگ میں پیش قدمی کی تو دشمن کے تیر اندازوں نے جو کہ وادی حنین کے درے میں چھپے ہوئے تھے اچانک تیروں کی بارش کر دی۔ مسلمان اس حملہ کے لیے تیار نہ تھے ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ نبی اکرم ﷺ تنہ میدان میں رہ گئے۔

4- دوبارہ حملہ کرنا

حضور نبی اکرم ﷺ نے دہنی جانب دیکھا اور پکارا: اے گروہ انصار! اے بیعت رضوان والو! آواز کے ساتھ صد آئی ہم حاضر ہیں۔ حضرت عباس رض بلند آواز تھے آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ مہاجرین اور انصار کو آواز دو انہوں نے نعمہ مارا اور گروہ انصار اور صحابہ اُشخبرۃ، بیعت رضوان والو۔ اس آواز کا کافی میں پڑنا تھا کہ تمام فوج پلٹ آئی۔ دفعہ لڑائی کا رنگ بدلتا گیا۔ کفار بھاگ لئے، شکست خورده فوج کچھ او طاس میں جمع ہوئی اور کچھ طائف میں پناہ گزیں ہو گئی۔

غزوہ حنین کے نتائج

اس غزوہ کے اہم نتائج درج ذیل تھے۔

1- دشمن کی تلاش

اس جنگ میں دشمن کو بری طرح شکست ہوئی اور ان کی جنگی طاقت کا خاتمه ہو گیا۔

2- عرب کی آخری اسلام دشمن قوت کا خاتمه

ہوازن اور ثقیف کی قوت کا اس جنگ میں خاتمه ہو گیا۔ یہ آخری جنگ ثابت ہوئی جو عرب قبائل کے خلاف اڑی گئی۔

3- مال غنیمت

اس جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ بے شمار مال غنیمت لگا۔ جن میں ۲۸ ہزار اونٹ، ۰ ۳ ہزار بھیڑ بکریاں، چار ہزار چاندی کے سکے اور چھ ہزار قیدی ہاتھ آئے۔

غزوہ تبوک (۹ھ)

تبوک مدینہ اور شام کے درمیان ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ سے چودہ منزل دور ہے۔ بعض مؤرخین کا قول ہے کہ تبوک ایک قلعہ کا نام ہے اور بعض کا قول ہے کہ تبوک ایک چشمہ کا نام ہے۔ ممکن ہے یہ سب باتیں موجود ہوں۔ غزوہ مودہ سے رومی حکومت اور مسلمانوں کے درمیان اڑائیوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ رجب ۹ھ کو اطلاع علمی کہ شام کے عیسائی سریہ موت کی ہزیت کا بدله لینے کے لیے مشہور عیسائی جرنیلوں کی قیادت میں ایک بڑا شکر مدینہ پر حملہ آور ہورہا ہے۔ شہر پر ہر وقت حملہ کا خطہ رہتا تھا۔ آپ ﷺ نے یہ سنا تو جنگی تیاری شروع کر دی۔ مدینہ میں ان دونوں قحط تھا اور شدید گرمی کا موسم تھا۔ اس جنگ میں صحابہ کرام نے مالی ایثار کا شاندار مظاہرہ کیا۔ چنانچہ آپ نے روز تک وہاں قیام کر کے واپس تشریف لے آئے۔ آپ نے آس پاس کے عیسائی حکمرانوں کو ملطیح کر لیا۔ حضور ﷺ تمیں ہزار کا شکر ساتھ لے کر تبوک کے لیے روانہ ہوئے اور مدینہ کا نظم و نسق چلانے کے لیے حضرت علی امرتضی ﷺ کو پنا غایفہ مقرر فرمایا

جنتۃ الوداع (۱۰ھ)

فتح مکہ اور تطہیر کعبہ کے بعد آپ نے عمرہ ادا کیا تھا لیکن ابھی تک حج نہیں کیا تھا۔ سارے عرب میں اسلام پھیل چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی بھکری ہوئی مخلوق اپنے اصلی مرکز پر آچکی تھی۔

اسلام کی تکمیل ہو چکی تھی۔ حکومت الہیہ قائم ہو چکی تھی اس وقت یہ حکم نازل ہوا۔

إِذَا جَاءَهُ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفُتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ

أَفَوَاجَاهُ ۝ فَسَبَّحَ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرَهُ ۝ طَإِنَّهُ كَانَ تَوَابًا ۝

﴿سورۃ النصر: ۱۰﴾

”جب اللہ کی مدد اور فتح آپنے پہنچے۔ اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں (کہ) وہ اللہ کے دین میں جو حق در جو حق داخل ہو رہے ہیں۔ تو آپ (تشرکا) اپنے رب کی حمد کے ساتھ تشیع فرمائیں اور (تواضعًا) اس سے استغفار کریں، بے شک وہ بڑا ہی توبہ قبول فرمانے والا (اور مزید رحمت کے ساتھ رجوع فرمانے والا) ہے۔“

اس سے حضور نبی اکرم ﷺ کو منشاءِ الہی معلوم ہو گئی کہ اب آپ کا کام ختم ہو چکا ہے اور دنیا میں آپ ﷺ کے رہنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ آپ ﷺ کی زندگی کا مشن پورا ہو چکا تھا اس بناء پر ضرورت تھی کہ آپ ﷺ محبوبِ جمیع عالم میں اسلام کے بنیادی اصول اور مسائلِ حج کا اعلان فرماتے۔ اس لیے ذی القعده ۱۰ھ میں اعلان ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ حج کے لیے تشریف لارہے ہیں۔ اس خبر کا پہلنا تھا کہ ہر طرف سے مسلمانوں کا سیلا بامنڈا آیا۔ اس حج اکبر میں کم و بیش سوالا کھنقوں نے شمولیت کی۔

حضور نبی اکرم ﷺ ذی القعده ۲۶ھ منورہ سے روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے تمام ازواج مطہرات کے ساتھ جانے کا حکم دیا۔ مدینہ سے چھ میل دورہ والکعبہ کے مقام پر اس مقدس قافلہ نے احرام باندھے۔ ۲۳ ذی الحجه کو حضور نبی اکرم ﷺ مکہ معظمه پہنچے۔ کعبہ کا طواف فرمایا۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے صفا اور مرودہ کے درمیان چکر لگائے۔ ۲۸ ذی الحجه کو آپ ﷺ مکہ معظمه سے منی تشریف لائے۔

۲۹ ذی الحجه کو عرفات تشریف لے آئے یہاں ناقہ پر سوار ہو کر آخری خطبہ ارشاد فرمایا۔

خطبہ جمعۃ الوداع

حضور نبی اکرم ﷺ کا آخری مشہور و معروف خطبہ تاریخ اسلام میں خطبہ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ یہ خطبہ اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔

1- جاہلیت کا خاتمه

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جاہلیت کے تمام دستور میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔“ اسلام نے جاہلیت کی تمام یہودہ رسول کو مٹا دیا۔

2- مساوات

اللہ تعالیٰ کی مخلوق مرتبہ کے لحاظ سے مختلف طبقات میں بھی ہوتی تھی۔ آپ ﷺ نے ساری حدیں توڑ کر انسانیت کی نامہوار سطح کو پر ابر کر دیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے۔ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، گورے کو سیاہ پر اور سیاہ کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں مرتقاوی کے سب سے۔“

3- ملی تقاضہ کا خاتمه

اسلام نے مختلف رنگ و نسل کے انسانوں کو باہم بھائی بنادیا۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی جہالت اور آباء و اجداد پنځر کو مٹا دیا ہے۔ تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو اور آدم میثی سے بنے تھے۔“

4- غلاموں کے حقوق

غلاموں کے ساتھ برا بری کا سلوک کرنا چاہیے:

”تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں جو خود کھاؤ ان کو کھلا، جو خود پہنوان کو پہناؤ۔“

5- دور جہالت کے جھگڑوں کا خاتمه

عرب میں اگر ایک شخص کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا تو قاتل اور مقتول کے خاندان میں پشوں تک انتقام کا سلسلہ جاری رہتا۔ آپ ﷺ نے جاہلیت کی اس رسم کو مٹا دیا اور سب سے پہلے اپنے خاندان کا خون باطل کیا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جاہلیت کے تمام خون (انتقام) باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے میں (اپنے خاندان کے) رہیعہ ابن حارث کا خون باطل کرتا ہوں۔“

6- دور جاہلیت میں راجح سودی نظام کا خاتمه

سارے عرب میں سودی کاروبار پھیلا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کو ختم کر دیا اور سب سے پہلے اپنے پچھا حضرت عباس ﷺ کا سود باطل کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جاہلیت کے تمام سود باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان میں سے حضرت عباس ابن عبدالمطلب ﷺ کا سود باطل کرتا ہوں۔“

7- عورتوں کے حقوق و فرائض

دور جاہلیت میں عورتوں کا معاشرہ میں کوئی مقام نہیں تھا۔ ان کی حیثیت ملک اور جائیداد سے زیادہ نہ تھی۔ اسلام نے ان کو مساوی حقوق دیئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”عورتوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حنف ہے۔“

8- جان و مال اور عزت کا احترام

عرب میں جان و مال کا کوئی تحفظ نہیں تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کی حرمت قائم فرمائی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تمہارا خون اور تمہارا مال اور تمہاری عزت تا قیامت اسی طرح حرام ہے جس طرح اس دن اس مہینہ اور اس شہر کی حرمت۔“ اے لوگو! میری بات غور سے سن او میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کو پکڑے رکھو گے تو بھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے۔

9- اطاعت امیر

اطاعت امیر کے حوالے سے حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اگر کٹی ہوئی ناک کا جبشی تمہارا امیر ہو اور وہ تم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف لے چلے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔“

10- احکام اسلام کی یاد دہانی

احکام اسلام کے حوالے سے حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی نبی ہے اور نہ کوئی نبی امت پیدا ہونے والی ہے۔ خوب سن لو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو، پنج گانہ نماز ادا کرو، سال بھر میں ایک مہینہ کے روزے رکھو، خانہ کعبہ کا حج جالاؤ۔

یہ خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے حاضرین سے پوچھا: کیا میں نے پیغام الٰہی پہنچا دیا ہے؟ سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا: ہاں۔ اس پر آپ ﷺ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کرتیں مرتبہ فرمایا: ”اے اللہ تو گواہ رہنا۔“ خطبہ کے بعد وحی نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيَتُ لَكُمْ
الْإِسْلَامَ دِينًا . ۳﴾ سورۃ المائدۃ:

”آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو (اطور) دین (یعنی مکمل نظام حیات کی حیثیت سے) پسند کر لیا،“

سیرت سے متعلقہ کتب

- ۱- غزوات النبی ﷺ، علامہ علی بن برہان الدین حلبی
- ۲- سیرت النبی ﷺ، علامہ سید سلیمان ندوی، علامہ شبیل نعمانی
- ۳- سیرت سرور عالم ﷺ، مولانا سید ابوالعلی مودودی
- ۴- سیرت انبیائے کرام، مولانا محمد عبد الرحمن
- ۵- سیرت الرسول ﷺ، ڈاکٹر محمد طاہر القادری
- ۶- محاضرات سیرت ﷺ، ڈاکٹر محمود احمد غازی
- ۷- طبقات ابن سعد، علامہ ابو عبد اللہ محمد بن سعد البصری
- ۸- بیانات مدینہ کا آئینی تحریک، ڈاکٹر محمد طاہر القادری
- ۹- ضیا النبی ﷺ، پیر محمد کرم شاہ الا زہری
- ۱۰- ادب و تعلیم مصطفیٰ ﷺ ہی حقیقت ایمان ہے، شاہد رضا
- ۱۱- سیرت رسول عربی، نور بخش توکلی
- ۱۲- سیرت النبی، امام ابن کثیر
- ۱۳- رحمۃ للعلمین، قاضی محمد سلمان منصور پوری
- ۱۴- سیرت پیغمبر اسلام، علامہ محمد غزالی

﴿سوالات﴾

- ۱۔ اعلانِ نبوت کے بعد مکہ مشکلات پر سیر حاصل گفتگو کریں۔
- ۲۔ میثاق مدینہ کی اسلام میں کیا اہمیت ہے تفصیل سے بیان کریں۔
- ۳۔ غزوہ بد کے اسباب و مثال بیان کریں۔
- ۴۔ صلح حدیبیہ کو قرآن مجید نے فتح میمن کہا ہے بحث کریں اور اس کے اثرات بیان کریں۔
- ۵۔ خطبہ جتنہ الوداع پر تفصیلی نوٹ قلمبند کریں۔
- ۶۔ فتح مکہ کے واقعات بیان کریں۔

باب سوم

تعارف حدیث و سنت

(Introduction To HAdith & Sunnah)

۱۔ تعارف حدیث اور اقسام

۲۔ تاریخ تدوین حدیث

۳۔ صحابہ کی تدوین

۴۔ سنت کی آئینی حیثیت

۵۔ منتخب احادیث مبارکہ کی تشریع

تعارف حدیث

(Introduction To Hadith)

حدیث کا معنی و مفہوم

اہل افت نے حدیث کے معنی گفتگو اور نئی چیز کے بیان کیے ہیں۔ جس کی نسبت رسول اکرم ﷺ کی طرف ہونواہ وہ آپ کا قول ہو یا فعل ہو یا تقریر ہو یا صرف ہو۔

حدیث وہ آسمانی روشنی (Divine guidance) ہے جو حضور اکرم ﷺ کے قلب مبارک میں بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے دیجت کی گئی، اس کا مصدر ذات الہی تھی، آنحضرت ﷺ نے اسے اپنے الفاظ (Words) اپنے عمل (Actions) یا اپنی تائید (Confirmation) سے آگے پھیلایا۔

آنحضرت ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے حدیث کی کسی طرح تقسیم نہیں کی؛ نہ آپ کے صحابہ نے آپ کی تعلیم کو کسی تقسیم میں اُتارا، تاہم اس پہلے دور میں یہ بات مسلمانوں میں مسلم تھی کہ حضور ﷺ کی جملہ تعلیمات خواہ وہ کسی قسم کے تحت آتی ہوں، سب الہی ہدایت ہیں اور سب ضیاء رسالت سے مستین اور جملہ عالم کے لیے جلوہ فلن اور فیض رسال ہیں۔ بعد میں جب فتنے پیدا ہوئے شروع ہوئے اور تدليس کی کوششیں کی جانے لگیں تو اس میدان میں علماء اصول اُترے اور سہولت فہم کے لیے انہوں نے ان کے انواع و اقسام پر غور کیا؛ اسناد Chain of transmitters کے حالات کو دیکھتے ہوئے انہوں نے مختلف جهات سے اس الہی ہدایت کا استقراء فرمایا اور مختلف اقسام حدیث تعین کر دیں۔ انہوں نے اس فن پر اصولی گفتگو کی، ان اصولوں کو قرآن و حدیث سے استنباط کیا، ان پر علمی بحثیں کی۔

حدیث کی اقسام (Kinds of Hadith)

احادیث کی تین اقسام ہیں۔

1- قولی حدیث

جس حدیث میں حضور نبی اکرم ﷺ کے کسی قول مبارک کا ذکر ہوا سے حدیث قولی

کہتے ہیں۔ جیسے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

وَقَالَ أَحْفَظُوهُنَّ وَأَخْبِرُوا بِهِنَّ مَنْ وَرَاءَكُمْ

(صحیح، بخاری، کتاب، الایمان، حدیث: ۵۳)

ان احادیث کو زبانی یاد کرو اور ان کو یہ پیغام پہنچا دینا جو تمہارے پیچھے ہیں۔

2- فعلی حدیث

جس حدیث میں حضور نبی اکرم ﷺ کے کسی فعل (کام) مبارک کا ذکر ہو اسے حدیث فعلی کہتے ہیں۔ جیسے

وَقَالَ فَعَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدِيهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ مَسَحَ عَلَى الْحُفَّيْنِ

(صحیح مسلم، کتاب الطهارة، حدیث: ۲۷۳)

”کرسول اللہ ﷺ نے چہرہ اور ہاتھ پر دھونے، سر کا سح کیا اور مزوزوں پر مسح کیا۔“

قد قال ﷺ صَلُوْكَمَا رَأَيْتُمُونِي أَصَلُّ

(شرح صحیح کمال المعلم بفوائد مسلم: ج ۲ ص ۳۳)

”اور آپ ﷺ نے فرمایا: نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھو،“

حدیث فعلی کو سنت بھی کہتے ہیں۔

3- تقریری حدیث

جس حدیث میں حضور نبی اکرم ﷺ کے کسی صحابی کے عمل کو دیکھا اور خاموشی اختیار کی اسے حدیث تقریری کہتے ہیں۔ جیسے:

عَنْ جَدِّهِ قَيْسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّيْتُ

مَعَهُ الصُّبْحَ ثُمَّ أَنْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ فَوَحَدَنِي أَصْلِي فَقَالَ مَهْلًا يَا قَيْسُ

أَصَلَّاتَنِ مَعَا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَمْ أَكُنْ رَكِعْتَ رَكْعَتِي الْفَجْرِ قَالَ

فَلَا إِذْنُ

(جامع ترمذی، أبواب الصَّلَاةِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، حدیث: ۳۲۲)

”محمد بن ابراہیم رضی اللہ عنہ اپنے دادا حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے

ہیں حضور نبی اکرم ﷺ کی تشریف لائے اور جماعت کھڑی ہوئی تو میں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی، پھر جب حضور نے پلٹ کر دیکھا تو میں نماز پڑھ رہا تھا، آپ نے فرمایا پڑھ جا اے قیس! دونماز میں کٹھی؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں فخر کی دو رکعتیں نہیں پڑھ سکتا تھا، آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں، (یعنی خاموشی فرمائی)

حدیث و سنت کی اہمیت

فہم قرآن کے لیے سنت انتہائی ضروری ہے۔ سنت کے بغیر قرآن کو سمجھنا ممکن نہیں۔
قرآن کریم میں اس بارے میں واضح احکام موجود ہیں:

قرآن اور اطاعت رسول ﷺ

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آتَيْنَا أَطْيَعُوا اللَّهَ وَأَطْيَعُوا الرَّسُولَ وَأُولَئِكُمْ هُنَّ الْمُنْكَرُونَ ﴿۵۹﴾ سورة النساء

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے (ابل حق) صاحبان امر کی، پھر اگر کسی مسئلہ میں تم باہم اختلاف کرو تو اسے (حقیقی فیصلہ کے لیے) اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ﴿۸۰﴾ سورة النساء

جس نے رسول ﷺ کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ تعالیٰ (ہی) کا حکم مانا۔

رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمَا أَنْكُمُ الرَّسُولُ فَخُدُودُهُ وَمَا نَهَكُمُ عَنْهُ فَانْتَهُوا ﴿۵۹﴾ سورة الحشر

اور جو کچھ رسول ﷺ تمہیں عطا فرمائیں سواؤ سے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں معن فرمائیں سو (اُس سے) رُک جایا کرو۔

فرمان رسول ﷺ وحی ہے

رسول بحیثیت رسول جو کچھ بھی فرماتے ہیں وہ وحی ہوتا ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف

سے ہوتا ہے۔ لہذا اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔
ارشادِ ربانی ہے۔

وَمَا يُنطِقُ عَنِ الْهُوَيِّ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى ۝ ﴿سورۃ النجم: ۲۰۳﴾
اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتے۔ ان کا ارشاد سر اسر وحی ہوتا ہے جو نہیں کی جاتی ہے۔

احکام کی تشریع

قرآن میں اکثر احکامات کا بیان ابھالا کیا گیا ہے۔ ان کی تفصیل موجود نہیں۔ مثلاً نماز کے احکام۔ اس لیے ضروری ہے کہ سنت رسول بھی فرض ہو جو کتاب اللہ کے احکام کی وضاحت کرے۔ علامہ شاطبی لکھتے ہیں: ”سنۃ قرآن احکام و معانی کے لیے تفسیر اور شرح کی حیثیت رکھتی ہے۔“

سنہد اور متن

سنہد

رسول اللہ ﷺ سے لے کر صاحب کتاب تک سلسلہ روات کو سند کہتے ہیں۔

حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الرَّبِّيْرَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفِيَّاَنُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيِّمِيُّ: أَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَاصِ الْلَّيْثِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَلَى الْمِنْبَرِ

متن

حدیث کے الفاظ کو متن کہا جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے وہ الفاظ جن کو راوی نقل کرتے ہیں۔ مثال کے طور کھا ہوا آئے۔ جس میں ”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ“ متن ہے
قال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ ”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ“

محمدیث

وہ عالم حدیث جو اتنا کو جانتا ہوا اور اس کو بہت سے متن یاد ہوں اور وہ راویوں کے حالات کو جانتا ہو۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں۔ وہ شیوخ سے خود مستفید ہو چکا ہوا اور وہ راویوں کے طبقات اور مراتب کو جانتا ہوا فن جرح و تعلیل سے پوری واقفیت رکھتا ہو۔

كتب احادیث کے اعتبار سے اقسام

صحیح

حدیث کی وہ کتاب، جس میں احادیث صحیحہ بیان ہوں جیسے۔ صحیح بخاری

(الجامع الصحيح المسند المختصر من امور رسول الله ﷺ)

صحیح مسلم (الجامع الصحيح المسند الصحيح المختصر من

السنن بنقل العدل عن العدل عن رسول الله ﷺ)

سنن

حدیث کی وہ کتاب جس میں ابواب فقہ کی ترتیب پر فقط احادیث احکام جمع کی گئی ہوں جیسے سنن ابو داود، سنن نسائی، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ اور سنن اربعہ بھی کہتے ہیں۔

جامع

حدیث کی وہ کتاب جس میں آٹھ عنوanات کے تحت احادیث لائی جائیں۔ وہ آٹھ عنوanات یہ ہیں : سیر، آداب، تفسیر، عقائد، فتن، احکام، اشراط، مناقب۔ جیسے جامع ترمذی

مسند

حدیث کو وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی مرویات الگ الگ جمع کی جائیں جیسے المسند امام احمد۔

معجم

حدیث کی وہ کتاب جس میں اسامی شیوخ کی ترتیب سے احادیث لائی جائیں، جیسے : المعجم طبرانی والمعجم کبیر

مستدرک

وہ کتاب جس میں کسی حدیث کی کتاب پر ایسی حدیثوں کو زائد کیا جائے جو اس کتاب میں قابل ذکر ہونے کے باوجود نہ کوئی حدیث ہوں جیسے حاکم کی المستدرک علی الصیحین۔

الاربعین

وہ چھوٹی کتاب جس میں صرف چالیس احادیث جمع کی گئی ہوں۔

وہ کتاب جس میں ایک شخص کی احادیث جمع ہوں جیسے۔ مندا بو ہریرہ۔

مُرْسَل

وہ کتاب جس میں مرسل حدیثیں جمع کی گئی ہوں جیسے ابو داؤد کی مراستی۔

تاریخ مذہبین حدیث

مذہبین حدیث کے مختلف ادوار درج ذیل ہیں:

عہد رسالت میں کتابت و مذہبین حدیث

حدیث کی کتابت اور مذہبین نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں ہی شروع ہو گئی تھی۔ بعض صحابہ کرام نے حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں حدیثیں لکھی تھیں لیکن کتابت حدیث کا زیادہ تر کام آپ ﷺ کی زندگی کے آخری سالوں میں ہوا جب آپ ﷺ نے احادیث مبارکہ لکھنے کی عام اجازت دے دی۔

عہد رسالت میں احادیث نبویہ پر مشتمل صحیفے لکھنے گئے ان میں صحیفہ مبارکہ زیادہ مشہور صحیفہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مرتب کیا تھا۔ اس میں ایک ہزار احادیث تھیں۔ شروع شروع میں جب قرآن نازل ہوا تھا تو آپ ﷺ نے اس خوف سے حدیث لکھنے سے منع فرمادیا تھا کہ کہیں قرآن اور حدیث آپس میں ملنہ جائیں۔ پھر جب قرآن کریم کا نزول مکمل ہو گیا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو احادیث لکھنے کی اجازت دے دی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے متقول ہے: ایک شخص دربار رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا

رسول اللہ! مجھے آپ کی احادیث یاد نہیں رہتیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کو لکھنے کا حکم فرمایا: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ يَحْلِسُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَيَسْمَعُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ الْحَدِيثَ فَيَعْجِبُهُ وَلَا يَحْفَظُهُ فَشَكَّ ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَسْمَعُ مِنْكَ الْحَدِيثَ فَيَعْجِبُنِي وَلَا أَحْفَظُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اسْتَعِنْ بِيَمِينِكَ وَأَوْمَأْ بِيَدِكَ لِلْخَطْ .

(جامع ترمذی، کتاب العلم عن رسول الله ﷺ، حدیث: ۲۲۲)

”حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ایک انصاری، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بیٹھتے اور آپ ﷺ سے حدیث سنتے اسے پسند کرتے تھے لیکن یاد نہ رکھ سکتے تو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس بات کی شکایت کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ سے احادیث سنتا ہوں مجھے وہ اچھی لگتی ہے لیکن میں یاد نہیں رکھ سکتا نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنے دامنے ہاتھ سے مدد لے اور آپ نے لکھنے کا اشارہ فرمایا۔
ایک اور روایت میں ابو شاہ کو لکھ کر دینے کا حکم موجود ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خَطَبَ فَذَكَرَ الْفِقَحَةَ فِي الْحَدِيثِ قَالَ أَبُو شَاهِ اكْتُبُوا لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اكْتُبُوا لِي شَاهِ

(جامع ترمذی، کتاب العلم عن رسول اللہ ﷺ، حدیث: ۲۶۶)

”حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا (حضرت ابو ہریرہؓ نے حدیث میں پورا واقعہ ذکر کیا) پھر ایک شخص ابو شاہ نے کہا ”یا رسول اللہ! مجھے لکھ دیجئے نبی کریم ﷺ نے (صحابہ کرام سے) فرمایا ابو شاہ کو لکھ دو۔
حضرت عبد اللہ بن عکیمؓ سے منقول ہے:

كَتَبَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَنَّ لَا تَسْتَمْتَعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ، وَلَا عَصَبٌ
(سنن النسائی، کتاب الفرع والعتیرة، حدیث: ۲۵۶)

”حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں آپ ﷺ کا ایک نوشۃ مبارک ہمارے (قبیلہ) کے پاس پہنچا جس میں یہ حدیث بھی تھی کہ مردار جانوروں کی بغیر نگی ہوئی کھال اور پٹھے کو کام میں مت لاو۔“
ایک اور حدیث میں ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرُو قَالَ كُنْتُ أَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ أَسْمَعَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَرِيدُ حِفْظَهُ فَهَهُنِي قُرِيْشٌ وَقَالُوا أَتَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ تَسْمَعُهُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْعَصَبِ وَالرِّضَا فَأَمْسَكْتُ عَنِ الْكِتَابِ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَأَوْمَأْ بِأَصْبَعِهِ إِلَيْ فَقَالَ أَكْتُبْ فَوَاللَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ.
(سنن ابو داود، کتاب العلم، حدیث: ۳۲۶)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص ﷺ نے فرمایا: میں یاد کرنے کے ارادے سے ہر اس بات کو لکھ لیا کرتا جو رسول اللہ ﷺ سے سنتا۔ پس لوگوں نے مجھے منع کیا اور کہا کہ آپ ہر اس بات کو لکھ لیتے ہیں جو کہ سننے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ بھی بشر ہیں جو ناراضگی اور رضا مندی میں بھی کام فرماتے ہیں چنانچہ میں لکھنے سے رک گیا اور رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے انگشت مبارک سے دہن اقدس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: لکھتے رہو کیونکہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اس سے کوئی بات نہیں نکلی مگر حق۔“

طحاوی شریف میں روایت ہے۔ ”حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک صحیحہ لکھوا کر عمر بن حزم کے ہاتھ اہل یمن کے پاس بھیجا تھا۔ اس میں نوشته کہیں فرائض و سنن اور خون بہا کے مسائل تھے۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَتَبَ كِتَابًا إِلَى أَهْلِ الْيَمَنِ فِيهِ الْفَرَائِضُ وَالسُّنْنُ

(شرح معانی الآثار، ۳۲: ۲)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں حدیث کی کتابت شروع ہو گئی تھی۔

عہد صحابہ کرام اور تدوین حدیث

حدیث کی حفاظت کا دوسرا دور آپ ﷺ کی وفات کے بعد شروع ہوتا ہے۔ عہد صحابہ کرام میں حفاظت حدیث کے سلسلہ میں خلفاء راشدین۔ کا دور بہت اہم ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق ﷺ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا۔ اس خطبہ میں آپ نے ارشاد فرمایا: ”میری اطاعت اس وقت تک کرو جب تک میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہوں لیکن اگر میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کر دوں تو تم پر میری اطاعت فرض نہیں۔“

حضرت عمر فاروق ﷺ بھی سنت نبوی کو مأخذ قانون سمجھتے تھے۔ حضرت عمر فاروق ﷺ فرمایا کرتے تھے: ”علم و راثت سیکھ لواور سنت کا علم بھی جیسے تم قرآن سیکھتے ہو۔“ حضرت عثمان غنی ﷺ نے لوگوں سے بیعت لی تو آپ ﷺ کی زبان پر یہ الفاظ تھے: ”میں اللہ تعالیٰ کی کتاب، سنت رسول ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق ﷺ اور حضرت عمر فاروق ﷺ کی سیرت پر چلنے کی بیعت

کرتا ہوں۔“

حضرت سیدنا علی المرتضی ﷺ حافظ حدیث تھے۔ آپ کی روایات کی تعداد ۵۳۶ ہے۔

حضرت سیدنا علی المرتضی ﷺ کے پاس ایک نوشتہ موجود تھا جسے آپ تلوار کی نیام میں محفوظ رکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷺ نے احادیث کو جمع کیا۔ جو ”صحیفہ صادقہ“ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس طرح حضرت ابو ہریرہ (عبد الرحمن ﷺ) نے اپنی احادیث کو لکھ لیا تھا جو آج کے دور میں حضرت ہمام بن مدبہ ﷺ کے نام ”ہمام بن منبه“ سے چھپ چکا ہے۔

صحابہ کرام کی ایک بہت بڑی جماعت نے حدیث کی حفاظت فرمائی۔ صحابہ کرام نے حدیث نبوی ﷺ کی عام اشاعت کی۔ صحابہ کرام کے گھر حدیث کی درس گاہیں بن چکے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ کے آٹھ ہزار شاگرد تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ ز، حضرت عبداللہ ابن عباس ﷺ، حضرت عبداللہ ابن عمر ﷺ، حضرت انس بن مالک ﷺ اور حضرت زید بن ثابت ﷺ کے گھر حدیث کی درس گاہیں تھیں۔ صحابہ کرام نے دل و جان سے حدیث کی حفاظت کی۔

سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ لَيْسَ أَحَدٌ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ مُتَّبِعًا لَّأَكْثَرِ حَدِيثًا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ مُتَّبِعًا مِنِّي إِلَّا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرُو فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَكُنْتُ لَا أَكْتُبُ

(جامع ترمذی، کتاب العلم عن رسول الله ﷺ، حدیث: ۲۶۶۸)

”حضرت ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں صحابہ کرام میں سے عبداللہ بن عمرو ﷺ کے علاوہ کوئی بھی مجھ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ روایت کرنے والانہیں اور وہ (عبداللہ بن عمر و حنفیہ) لکھ لیا کرتے تھے جبکہ میں نہیں لکھتا تھا۔

تیسرا دور

صحابہ کرام کے بعد تا بعین کا دور آیا تو حدیث کی کتابت اور تدوین بڑے اہتمام سے ہونے لگی۔ اس دور میں لکھنے کا سامان عام ہو چکا تھا۔ لوگ درس گاہوں میں جاتے اور حدیثوں کو لکھ لیتے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز ﷺ نے مدینہ کے گورنر کو لکھا کہ رسول اکرم ﷺ کی جو حدیث اور سنت اسے ملے اس کو لکھ لو۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں علم مٹ نہ جائے اور علماء فنا نہ ہو جائیں۔ علمی مجالس قائم کی جائیں تاکہ جو شخص نہیں جانتا وہ بھی جان لے۔

آپ کے حکم کی تعمیل میں مدینہ کے قاضی ابوکبر بن محمد نے ایک مجموعہ تیار کیا۔ امام زہری مدینہ کی گلی گلی میں گئے اور ایک ایک دروازے پر دستک دے کر حدیث کے بارے میں سوال کیا۔ اس دور میں احادیث کو باقاعدہ طور پر لکھا جانے لگا۔ اس طرح احادیث سینوں سے منتقل ہو کر صفحہ قرطاس پر آگئیں۔ بتدریج تابعین کے دور میں اپنی تکمیل کو پہنچ گیا۔ تقریباً یہی زمانہ ہے جب امام عظیم ابوحنیفہ نے احادیث کو جمع کیا۔ جو ”کتاب الآثار“ کے نام سے چھپ چکی ہے اور امام مالک نے اپنی کتاب ”موطا“ جس میں احادیث کا مجموعہ ہے۔

تیسرا صدی ہجری اور صحاح ستہ

تدوین حدیث کا یہ دور سب سے روشن اور تابناک دور ہے۔ یہ ائمہ حدیث کی عظیم الشان تصانیف کا دور ہے۔ اس دور میں مسانید کی صورت میں حدیث کی تالیف شروع ہوئی۔ اس دور میں امام احمد بن حنبل نے اپنی مشہور ”مند“ تالیف کی جو چالیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ امام میحیٰ بن معین، امام علی بن المدینی اور امام ابوکبر بن ابی شیبہ جیسے جلیل القدر محدثین بھی اسی دور میں ہوئے ہیں۔

صحابح ستہ کی تدوین و تعارف

1- صحیح بخاری (الجامع الصدیق)

بخاری کا نام محمد، نیت ابو عبد اللہ ہے۔ والد اسماعیل بن ابراہیم بن ابراہیم بن مغیرہ ہیں۔ امام بخاری کی ولادت 13 شوال المکرم 194ھ کو بخارا شہر میں بعد از نمازِ جمعہ کو ہوئی۔ امام بخاری کی کتب میں سب سے زیادہ شہرت اور مقبولیت صحیح بخاری کو حاصل ہوئی۔ علمائے امت کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کے بعد صحیح بخاری روئے زمین پر صحیح ترین کتاب ہے۔ اس کتاب کا پورا نام (الجامع الصدیق المسند المختصر من امور رسول الله ﷺ) ہے۔ صحیح کے اعتبار سے یہ کتاب امام بخاری کی تمام کتب حدیث سے مقدم ہے۔ اس کا شمار صحاح ستہ کی کتب میں سرفہرست کیا جاتا ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح کا انتخاب چھ لاکھ احادیث میں سے کیا اور اسے ۱۶ سال کی مدت میں مکمل کیا۔ صحیح بخاری کی کل مرویات کی تعداد ۸۲۹۰ ہے۔ اگر مکر حدیثوں کو حذف کر دیا جائے تو تعداد ۲۷۶۷ ہوتی ہے۔

2- صحیح مسلم (الجامع الصحيح)

امام مسلم کا پورا نام ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری بن دردین تھا۔ ابو الحسین آپ کی کنیت تھی اور عساکر الدین لقب تھا۔ قبلہ بنو قشیر سے آپ تعلق رکھتے تھے جو عرب کا ایک مشہور خاندان تھا اور خراسان کا مشہور شہر نیشاپور آپ کا وطن تھا۔ حضرت امام مسلم ۲۰۳ھ میں باختلاف اقوال پیدا ہوئے۔ مؤرخین کی تحقیق یہ ہے کہ آپ کا سنہ ولادت ۲۰۶ھ زیادہ معتمر ہے۔ جبکہ ۲۳ ربیع الاول کے دن وفات پائی اور نیشاپور میں دفن ہوئے۔ صحیح مسلم صحیح احادیث کی مشہور کتاب ہے۔ کتب احادیث میں اسے طبقہ اولیٰ میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کا پورا نام **الجامع الصحيح** (المسنند الصحيح المختصر من السنن بنقل العدل عن العدل عن رسول الله ﷺ)۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سے کوئی کتاب قابل ترجیح ہے۔ اکثریت کی رائے کے مطابق صحیح مسلم صحاح ستہ میں دوسرے درج پر ہے۔

3- جامع ترمذی (السنن)

ابو عیسیٰ محمد ترمذی ایک مشہور محدث گزرے ہیں جن کا پورا نام ابو عیسیٰ محمد بن سورہ بن شداد ہے۔ امام ترمذی ۲۰۹ھ میں ٹلخ کے شہر ترمذ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے حالات کے متعلق بہت کم علم ہے۔ کہتے ہیں کہ پیدائشی نایبینا تھے۔ بعض کے بقول آخری عمر میں نایبینا ہو گئے تھے۔ اور ۱۳۰ھ ربیع الاول میں ترمذ میں وفات پائی۔

آپ نے امام احمد ابن حنبل، امام بخاری اور امام ابو داؤد سے حدیث کا درس لیا اور پھر احادیث جمع کرنے کے لیے خراسان عراق اور ججاز گئے۔ شہر ترمذ میں، جو ٹلخ سے کچھ فاصلے پر دریائے آمو کے کنارے واقع ہے، انقال کیا، آپ کی دو تصانیف ہیں۔ ایک آنحضرت ﷺ کی سیرت، جس کا نام شاہن ترمذی ہے۔ اور دوسری احادیث کا مجموع جو جامع ترمذی کے نام سے مشہور ہے۔ دونوں کتابیں بہت وقیع اور مستند ہیں۔ اس کو ”السنن“ بھی کہتے ہیں۔

4- سنن ابو داؤد (السنن)

سنن ابو داؤد کے مصنف امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد

بن عمر وازدی بختانی ہیں۔ آپ ۲۰۲ھ بختان میں پیدا ہوئے، اور ۵۷۴ھ کو وفات پائی۔ السن کے نام سے یہ پہلی احادیث کی کتاب ہے

صحابتہ اور سنن اربعہ میں ایک اہم کتاب ہے، اہل سنت و جماعت کے اس کتاب کا ایک اہم مقام ہے، امہات احادیث میں مصدر اور مرجع شمار کی جاتی ہے، مرتبہ میں صحیحین کے بعد اسی کا نام آتا ہے۔ جس میں ابو داؤد نے ۵۷۵ احادیث کو پانچ لاکھ احادیث میں سے منتخب کر کے جمع کیا ہے۔

سنن ابی داؤد کا صحاح میں مقام: سنن اربعہ میں سنن ابو داؤد کو صحت کے لحاظ سے تقدم حاصل ہے۔

5- سنن نسائی (السنن)

امام نسائی آپ کا نام احمد اور کنیت ابو عبد الرحمن۔ اور والد کا نام شعیب ہے۔ پورا نسب یوں ہے: احمد بن شعیب ابن علی ابن بحر ابن سنان ابن دینار النسائی۔ ابو عبد الرحمن کنیت ہے، لقب حافظ الحدیث ہے۔ نام احمد بن شعیب بن میجی بن سنان بن دینار نسائی خراسانی ہے۔

شہر مرود کے قریب نساء ترکمانستان میں ۱۳۲ھ میں ولادت ہوئی، اسی کی طرف منسوب ہو کر نسائی اور کبھی نسوی کہلاتے ہیں۔ اور ۳۰۳ھ کو مکہ مکرمہ میں وفات ہوئی۔ صحاح ستہ میں اس کا نمبر پانچواں ہے۔ اس میں احادیث کی تعداد ۶۵۷ ہے۔

6- سنن ابن ماجہ (السنن)

ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ الرجی الفزوئی آپ ۲۰۹ھ میں قزوین میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۲ رمضان ۲۷۴ھ کو وفات پائی۔ آپ ایک محدث ہیں۔ ان کا شماران چھ محدثین میں ہوتا ہے جن کو سب سے زیادہ مستند تعلیم کیا گیا جاتا ہے۔ اور جن کی کتب صحاح ستہ کے نام سے مشہور ہیں۔ انہیں احادیث جمع کرنے کا شوق تھا اور اس سلسلے میں عراق، عرب، مصر کے سفر کیا۔ ان کی تصنیف کا نام سنن ابن ماجہ ہے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ انہوں نے تفسیر قرآن بھی لکھی تھی۔ لیکن وہ اب ناپید ہے۔ اس کتاب میں چار ہزار احادیث ہیں۔

مندرجہ بالا (السنن) کو سنن اربعہ بھی کہتے ہیں

سنّت اور حدیث (Sunnah & Hadith)

سنّت کے لغوی معنی

سنّت کا معنی ہے راستہ، طریقہ، مسلک، خاطبہ، قاعدہ اور قانون۔ اصول فقہ میں سنّت سے مراد وہ امور ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے کتاب اللہ کے علاوہ منقول ہیں۔

استاد مصطفیٰ زرقا لکھتے ہیں: فقہ کا دوسرا مأخذ سنّت رسول ہے۔ لفظ سنّت کا اطلاق ہر اس قول یا فعل یا تقریر پر ہوتا ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب ہو اور آپ سے منقول ہو کر ہم تک پہنچا ہو۔ اس کی رو سے سنّت لفظ حدیث کا مترادف ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ اسلامی قانون کے ماخذ کے تحت لکھتے ہیں:

”اسلامی فقہ کے ماخذ میں ترتیب و اہمیت کے لحاظ سے دوسرا درجہ سنّت کو حاصل ہے جو کہ نبی اکرم ﷺ کے قول و فعل اور تقریر پر مشتمل ہے۔ (خطبات بہاولپور، ص ۸۷)

استاد عبدالقدیر عودہ شہید اپنی تصنیف ”التشريع الجنائی الاسلامی“ میں سنّت

رسول ﷺ کی تعریف یوں کرتے ہیں:

رسول اکرم ﷺ سے جو بھی کوئی قول و فعل یا تقریر روایت کی گئی ہو وہ سب سنّت ہے۔ اسی طرح سنّت کی تین قسمیں ہیں۔

1- سنّت قولی 2- سنّت فعلی 3- سنّت تقریری

1- سنّت قولی

سنّت قولی سے مراد حضور نبی اکرم ﷺ کے وہ تمام اقوال ہیں جو آپ نے کسی بھی موقع پر ارشاد فرمائے۔

2- سنّت فعلی

سنّت فعلی نبی اکرم ﷺ کے افعال کا نام ہے۔ جیسے حضور نبی اکرم ﷺ کا زانی پر حد جاری کرنا اور چوری کرنے پر چور کے دائیں ہاتھ کا کاشنا۔

3- سنت تقریری

سنت تقریری یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے اصحاب نے آپ ﷺ کے سامنے کوئی فعل سر انجام دیا یا کوئی بات کی اور اس پر آپ ﷺ نے خاموشی فرمائی۔ اس کے بعد اس عمل کا درجہ بھی ایسا ہو گیا جیسے خود آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہو۔

حدیث و سنت کا فرق

لفظ سنت اپنی اصل کے پیش نظر حدیث کے مترادف و مساوی نہیں۔ اپنے اصل انفوی معنی کے اعتبار سے سنت کا اطلاق اس دینی طریقہ پر کیا جاتا ہے جس پر نبی اکرم ﷺ اپنی سیرہ مطہرہ میں گام زن رہے۔ اس لیے سنت کے انفوی معنی راستے کے ہیں۔ لفظ حدیث عام ہے اور اس میں حضور نبی اکرم ﷺ کے اقوال اور آپ کے افعال سب داخل ہیں جبکہ سنت کا لفظ آپ ﷺ کے افعال کے ساتھ تو مخصوص ہے۔ دونوں الفاظ کے مفہوم میں باریک سافرق ہے۔ اسی فرق کے پیش نظر محمد شین کبھی یہ کہہ دیتے ہیں:

۱۔ فلاں شخص حدیث کا امام ہے۔ فلاں سنت کا امام اور فلاں دونوں کا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے قول، فعل اور تقریر کے مطابق عمل سنت کہلاتا ہے اور آپ کے قول، فعل اور تقریر کو بیان کرنا حدیث کہلاتا ہے۔ اس اعتبار سے سنت کا تعلق عمل سے اور حدیث کا تعلق بیان سے ہے۔

سنت کی آئینی حیثیت

فقہ اسلامی کا دوسرا مأخذ سنت رسول ہے۔ سنت کا اطلاق ہر اُس قول یا فعل یا تقریر پر ہوتا ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب ہو اور آپ سے منقول ہو کر ہم تک پہنچا ہو۔ سنت کا لفظ حدیث کے مترادف ہے۔ قرآن حکیم کے بعد سنت رسول ﷺ اسلامی قانون کا دوسرا مأخذ ہے۔

علامہ تقی امینی تاریخ فقہ اسلامی میں لکھتے ہیں:

قرآن حکم نقشہ تعمیر ہے اور سنت رسول ﷺ اس نقشہ کے مطابق تیار کی گئی عمارت ہے۔ نقشہ (کتاب) کے ساتھ انجینئر (رسول ﷺ) بھیجنے کے اصول پر اس وقت سے برابر عمل درآمد رہا جب سے ہدایت الہی کے سلسلہ کی ابتداء ہوئی ہے اس بناء پر حالات و زمانہ کے تقاضا

کے مناسب عمارت کی تعمیر انجینئرنگ کی بنائی ہوئی عمارت کو قطعاً نظر انداز کر دینے سے اصل نقشہ کی مطابقت نہیں ہو سکتی۔ قرآن سے مرتبہ میں مؤخر ہونے کے باوجود ایک جہت سے سنت بجائے خود ایک مستقل مأخذ شریعت ہے کیونکہ سنت رسول ﷺ میں بعض ایسے احکامات بھی ہیں جن پر قرآن خاموش ہے۔ مستقل مصدر شریعت ہونے کے باوجود سنت قرآن کے تالع ٹھہرتی ہے۔

بر صغیر میں فتنہ انکار حدیث و سنت کی ابتدائیں نے کی؟

بر صغیر میں منکرین حدیث کو تاریخی ترتیب سے بیان کرتے ہوئے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی اپنی کتاب ”سنت کی آئینی حیثیت“ کے صفحہ ۱۶ پر لکھتے ہیں :

”اس طرح فنا کے لگھات اتر کر یہ انکار سنت کا فتنہ کئی صد یوں تک اپنی شمشان بھومی میں پڑا رہا یہاں تک کہ تیر ہویں صدی ہجری (انیسویں صدی عیسوی) میں پھر جی اٹھا۔ اس نے پہلا جنم عراق میں لیا تھا، اب دوسرا جنم اس نے ہندوستان میں لیا۔ یہاں اس کی ابتداء کرنے والے سر سید احمد خان اور مولوی چراغ علی تھے۔ پھر مولوی عبداللہ چکڑالوی اس کے علم بردار بنے۔ اس کے بعد مولوی احمد الدین امرتسری نے اس کا بیڑا اٹھایا، پھر مولا نا اسلام جیراج پوری اسے لے کر آگے بڑھے اور آخراً کار اس کی ریاست چوہدری غلام احمد پرویز کے حصے میں آئی، جنہوں نے اس کو ضلالت کی انتہا تک پہنچادیا ہے۔“

لیکن بعض محققین کے نزدیک بر صغیر میں فتنہ انکار حدیث کے بانی عبداللہ چکڑالوی تھے جنہوں نے جیت حدیث کا کھلا انکار کیا۔ حکیم نور الدین اجمیری اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”ہندوستان میں فتنہ انکار حدیث کی خشت اول عبداللہ چکڑالوی نے رکھی تھی اور اسی بنیاد پر مولا نا اسلام جیراج پوری اور جناب پرویز جیسے اہل قلم ایک قلعہ تیار کر رہے ہیں۔“

منتخب احادیث کی تشریح

(Selected Text of HAdith)

ارکان اسلام ﴿01﴾

عَنْ أَبْنَىْ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مُصَلِّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنْيَ الْإِسْلَامُ عَلَىٰ خَمْسٍ: شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الرَّزْكَةِ وَالْحَجَّ وَصَوْمُ رَمَضَانَ.

(صحیح بخاری، کتاب الایمان، حدیث: ۸)

”حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: گواہی دینا کہ نہیں ہے کوئی معبد مگر اللہ نیز محمد ﷺ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج اور رمضان کے روزے۔“

تشریح:

اس حدیث کے مطابق اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ ان کو اصطلاح میں ارکان خمسہ بھی کہتے ہیں۔

- | | | |
|--------------------------------|------------------------|---------------|
| 1- توحید و رسالت کی گواہی دینا | 2- نماز پڑھنا | 3- زکوٰۃ دینا |
| 4- حج بیت اللہ کرنا | 5- رمضان کے روزے رکھنا | |

1- توحید و رسالت کی گواہی دینا

دین اسلام کا پہلا کرن توحید و رسالت کی گواہی دینا ہے۔ ایک مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ زبان سے توحید کا اقرار کرے اور دل سے اس کی تصدیق بھی کرے۔ توحید کا مطلب ہے یہ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور صرف وہی بندگی کے لائق ہے۔

حضرت محمد ﷺ کا رسول سمجھ کر اطاعت کرنا رسالت کھلاتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کے برگزیدہ بندے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ کا پیغام انسانوں کو پہنچانے کے لیے بھیجا گیا۔

2- قیام صلوٰۃ

صلوٰۃ کا مطلب ہے ایک ایسی عبادت جسے حضور اکرم ﷺ نے خاص طریقے سے ادا کیا۔ ہر باغ مسلمان ایک دن میں پانچ مرتبہ نماز ادا کرنے کا پابند ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

الصَّلَاةُ عِمَادُ الدِّينِ (شعب الایمان، ح ۲۳، ص ۳۰۰)

نمازِ دین کا ستون ہے۔

3- زکوٰۃ ادا کرنا

ارکانِ اسلام میں نماز کے بعد اہم ترین عبادت زکوٰۃ ہے۔ قرآن مجید میں ۸۲ مقامات پر نماز اور زکوٰۃ کا اکٹھا حکم دیا گیا ہے۔ زکوٰۃ اسلام کا اہم رکن ہے۔ اس کی ادائیگی سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ زکوٰۃ انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَاتُّو الزَّكُوٰةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ﴿سورة المزمل: ۲۰﴾
اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دینتے رہو اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دیا کرو۔

4: صوم (روزہ)

روزہ کو عربی میں صوم کہا جاتا ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی کام سے روک جانا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمُهُ ﴿سورة البقرة: ۱۸۵﴾

پس تم میں سے جو کوئی اس مہینے کو پالے تو وہ اس کے روزے ضرور کرے۔

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: إِلَّا الصَّوْمُ إِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ

(صحیح مسلم، کتاب الصیام، حدیث: ۱۱۵)

”مگر روزہ تو خاص میرے لئے ہے اس لئے اس کا ثواب اپنی مرضی سے جتنا چاہوں گا دوں گا“

5: حج

حج کے معنی زیارت کا ارادہ کرنا۔ اصطلاح شریعت میں حج سے مراد مقررہ ایام میں

خاص آداب کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت کرنا۔ حج مالی اور بدنسی عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ استطاعت رکھنے والے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے گھر کا حج فرض کیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”حج مقبول کا بدل جنت کے سوا کچھ نہیں۔“

تعلیم قرآن کی فضیلت ۰۲﴾

عَنْ عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعْلَمَ الْقُرْآنَ وَعَلِمَهُ.

(صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، حدیث: ۳۷۳۹)

”حضرت عثمان ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو (خود) قرآن حکیم سکھے اور اسے (دوسروں کو) سکھائے۔

تشریح:

ا۔ قرآن سیکھنا:

قرآن مجید کا پڑھنا، سننا اور اس پر عمل کرنا باعث ثواب ہے۔ قرآن مجید کا ایک حرف پڑھنے سے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ قرآن پاک میں قرآن کی تلاوت کا حکم دیا گیا ہے۔

وَإِذَا قِرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوهُ اللَّهُ وَأَنْصِتُوا لِعَلَّكُمْ تُرَحَّمُونَ

﴿سورۃ الاعراف: ۲۰۳﴾

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سننا کرو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعْلَمَ الْقُرْآنَ وَعَلِمَهُ

(سنن ابو داؤد، کتاب تفريع، ابواب الوتر، حدیث: ۱۲۵۲)

تم میں سب سے بہترین شخص وہ ہے جو خود قرآن کریم پڑھے اور اس کی تعلیم دے۔

ایک اور حدیث مبارکہ ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: إِفْرُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لِأَصْحَابِهِ.

(صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، حدیث: ۸۰۳)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے

ہوئے سنا: قرآن مجید پڑھا کرو، یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے شفاعت کرنے والا ہن کر آئے گا۔

۲۔ قرآن مجید سکھانا

قرآن مجید کی تعلیم دینا حضور نبی اکرم ﷺ کے فرائض نبوت میں شامل ہے۔ جو شخص قرآن پڑھانے کا کام کرتا ہے وہ نبوی کام کرتا ہے الہذا اس کام سے بلند کون سا کام ہو سکتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے اپنے عہد مبارک میں قرآن کریم کی تعلیم کا انتظام فرمایا تھا اور بعد میں عبد صحابہ کرام میں بھی قرآن کریم کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ میں سے اس گروہ کے ساتھ بیٹھ گئے جو قرآن پاک کی تعلیم و تدریس میں مشغول تھا۔

﴿قرآن و سنت کی اہمیت﴾ 03

عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ :
تَرَكْتُ فِيْكُمْ أَمْرِيْنِ لَنْ تَضْلُلُوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ
نَبِيِّهِ.

(الموطأ، ج ۲، ص ۸۹۹)

”حضرت مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر انہیں تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے: اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اُس کے نبی کی سنت“

ترشیح:

اس حدیث مبارکہ میں گمراہی سے بچنے کے لیے قرآن مجید اور سنت رسول کے بارے میں صفات دی گئی ہے۔ اگر کوئی شخص ان دونوں پر عمل کرے گا تو گمراہ نہیں ہو گا۔ اس حدیث مبارکہ میں کامیاب زندگی گزارنے کا نسخہ بتایا گیا ہے کہ دو چیزوں کو تھامے رکھو یعنی ان پر عمل کرتے رہو تو گمراہ نہیں ہو گے اور وہ دو چیزیں کتاب اللہ اور سنت رسول ہیں۔

کتاب اللہ

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے اور اسلامی شریعت کا سب سے پہلا مصدر ہے۔

ارشادربانی ہے:

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتُحَكِّمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَكَ اللَّهُ

﴿سورۃ النساء: ۱۰۵﴾

(اے رسول گرامی!) بے شک ہم نے آپ کی طرف حق پر مبنی کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں میں اس (حق) کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے آپ کو دکھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی فضیلت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلّٰتِي هِيَ أَفْوَمُ ॥ ﴿سورۃ بنی اسرائیل: ۹﴾

”بے شک یہ قرآن اس (منزل) کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔“

سنۃ رسول

انسان کو گمراہی سے بچانے والی دوسری چیز سنۃ رسول ہے۔ اس پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ॥ ﴿سورۃ النساء: ۸۰﴾

جس نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ تعالیٰ (ہی) کا حکم مانا۔

وَمَا أَتَكُمُ الرَّسُولُ فَلْخُذُوهُ وَمَا نَهِكُمْ عَنْهُ فَانْهِوْا ॥ ﴿سورۃ الحشر: ۷﴾

اور جو کچھ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں عطا فرمائیں سوائے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع

فرمائیں سو (اس سے) رُک جایا کرو

قرآن مجید پر عمل اس وقت تک ممکن نہیں جب تک سنۃ رسول پر عمل نہ کیا جائے کیونکہ

سنۃ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن پاک کی عملی تفسیر ہے۔

﴿04﴾ نیت کی اہمیت

سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ـ عَلَى الْمِنْرِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ـ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْبَيِّنَاتِ : وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِيٍّ مَا نَوَى فَمَنْ كَانَ هَجْرَتُهُ

إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكُحُهَا فَهَجَرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ.

(صحیح بخاری، کتاب بدء الوضوی، حدیث: ۱)

حضرت عمرؓ کو نمبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: بے شک اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ جس کی بھرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہے تو اس کی بھرت اسی چیز کی طرف ہے جس کی جانب اس نے بھرت کی ہے۔

ترتیع

اس حدیث مبارکہ میں اعمال کے ضمن میں نیت کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے کیونکہ کسی بھی عمل میں نیت بنیادی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ اگر انسان کی نیت درست ہے تو اعمال بھی درست قرار پائیں گے اور اگر نیت درست نہیں تو اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

نیت کی اہمیت

اسلام میں نیت کی اصلاح پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزد یہ نیت کی بڑی اہمیت ہے۔ جو عمل خالصتاً اس کی رضا کے لیے کیا جائے گا اللہ تعالیٰ اس کا اجر و ثواب دے گا اور جو کام شہرت اور ناموری کے لیے کیا جائے گا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا کوئی اجر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ^۹ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكُهُ الْمُؤْمُثُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ
ط ﴿سورۃ النساء: ۱۰۰﴾

اور جو شخص بھی اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف بھرت کرتے ہوئے نکلے پھر اسے (راتے میں ہی) موت آ پکڑے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ثابت ہو گیا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مسلمان نے مدینہ منورہ میں رہنے والی عورت اُم قیس سے شادی کے لیے مکہ سے مدینہ بھرت کی۔ اُم قیس نے شرط لگائی تھی کہ تم بھرت کر کے مدینہ آ جاؤ تو میں تم سے نکاح کرلوں گی۔ وہ بھرت کر کے مدینہ آ گیا اور اس سے نکاح کر لیا۔ صحابہ کرام اس آدمی کو اُم قیس کا مہاجر کہتے تھے۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے اس وقت یہ ارشاد فرمایا تھا۔ علمائے کرام کے نزد یہ اس حدیث

مبارکہ کی بہت اہمیت ہے۔ امام بخاری کے نزدیک اس سے مفید کوئی حدیث نہیں۔ امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابو داود اور امام ترمذی نے اس حدیث کو تہائی اسلام قرار دیا ہے۔

بچوں کو نماز کی تلقین ۰۵﴾

عَنْ عَمْرُو بْنِ شَعِيبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُرَاوِا
أُولَادُكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعَ سِنِينَ وَأَضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ
عَشْرٍ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ

(سنن ابو داود، کتاب الصلوٰۃ، حدیث: ۲۹)

”حضرت عمر بن شعیب ﷺ ان کے والد ماجдан کے جداً مجد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جبکہ وہ سات سال کے ہو جائیں اور اس پر انہیں مارو۔ جبکہ وہ دس سال کے ہو جائیں اور انہیں الگ الگ سلایا کرو۔“

شرح:

ارکان اسلام میں نماز کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ اس عمر کے بچے میں برے بھلے کی تمیز ہو جاتی ہے۔ اگر دس سال کی عمر تک نماز پڑھنے کی عادت نہ پڑے تو بچوں کو مارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں تربیت اولاد کے حوالے سے اساسی ضابطہ دیا گیا ہے۔ ایک اور حدیث مبارکہ ہے کہ سات برس کی عمر میں بچوں کو نماز کی تعلیم دو اور جب دس برس کے ہو جائیں تو نماز نہ پڑھنے پر انہیں مارو۔ والدین کے فرائض میں اولاد کی تربیت اساسی اہمیت کی حامل ہے۔ بچے کی آئندہ زندگی پر اس کے لئے اثرات پڑتے ہیں۔

نماز کی اہمیت

قرآن مجید میں تقریباً سات سو بار نماز کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے نماز کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ترک نماز کسی صورت قبل معافی نہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”نمازوں کا ستون ہے جس نے اسے قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے اس ستون کو گردایا اس نے دین کی عمارت کو گردایا۔“

ارشادربانی ہے:

﴿مُبَيِّنُ إِلَيْهِ وَأَتَقُوَّهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ سورۃ الروم: ۳۱

اسی کی طرف رجوع و انبات کا حال رکھو اور اس کا تقویٰ اختیار کرو اور نماز قائم کرو اور

مشکوں میں سے مت ہو جاؤ

دس سال کی عمر میں ملوغت کے آثار ظاہر ہونا شروع ہوتے ہیں۔ عمر کا یہ دور بچپن اور

جوانی کا سنگم ہے۔ لہذا والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ زبانی تلقین کے ساتھ ڈر کے ذریعے بھی

بچوں کو نماز کی پابندی کروئیں۔

﴿فہم دین﴾ ﴿06﴾

حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: سَمِعْتُ مُعاوِيَةَ حَطِيبِيَّا يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ يُرِدُ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُعْلَمُ فِي الدِّينِ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمُ وَاللَّهُ

يُعْطِي (صحیح بخاری، کتاب العلم، حدیث: ۱۷)

حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ﷺ نے حضرت معاویہؓ کو خطبہ دیتے ہوئے سناء فرمائے تھے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا: جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین کی فقہ (سو جھ بوجھ) عطا فرماتا ہے۔ بے شک میں تقسیم کرنے والا ہوں جب کہ اللہ تعالیٰ دیتا ہے

تشریح

اس حدیث مبارکہ میں یُفَقَّهُ فِي الدِّينِ یعنی دین میں سمجھ بوجھ کی اہمیت اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس شخص پر بڑا کرم ہوتا ہے۔ جس کو وہ دین کی سمجھ بوجھ عطا کر دیتا ہے۔

فہم دین کی فضیلت

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مَنْ يُرِدُ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُعْلَمُ فِي الدِّينِ

اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کا فہم عطا کر دیتا ہے۔

اسلام میں فہم دین کی بڑی فضیلت ہے۔ تمام مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ دین میں فہم حاصل کریں۔ ایک حدیث مبارکہ میں فقیہ کی فضیلت یوں بیان کی گئی ہے۔ ”ایک فقیہ ہزار

عبدول کی نسبت شیطان پر زیادہ بھاری ہے۔“
علم دین کو سمجھنا اور اس پر غور و فکر کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے تاکہ ہم دین پر اچھی طرح
عمل کر سکیں اور اپنی زندگیوں کو اسلام کے مطابق ڈھال سکیں۔

طالب علم کی فضیلت 07 ﴿﴾

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مُصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ رَجُلٍ يَسْلُكُ طَرِيقًا
يَطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا إِلَّا سَهَّلَ اللَّهُ بِهِ طَرِيقَ الْجَحَّةِ وَمَنْ أَنْطَأَ بِهِ عَمَلَهُ لَمْ
يُسْرِعْ بِهِ نَسْبَةً (سنن ابو داود، کتاب العلوم، حدیث: ۳۶۲۳)

”حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو آدمی علم
حاصل کرنے کے لئے کسی راستے کو طے کرتا ہے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت کے راستے کو
آسان فرمادیتا ہے اور جس نے اس کے مطابق عمل کرنے میں سستی کی تو اس کا نسب کوئی پیش
قدمی نہیں کرے گے۔“

تشريح

حصول علم کی فضیلت

جو شخص حصول علم کے لیے کسی راستے پر نکلنے اس کے بد لے میں اللہ تعالیٰ اس کے لیے
جنت کے راستوں میں ایک راستہ آسان کر دے گا۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جب وہ علم کے لیے
نکلتا ہے تو اس کو ہر قدم کے بد لے اجر ملتا ہے۔ علمی سفر کے دوران وہ اس قدر اجر حاصل کر لیتا ہے
لہذا اس کو جنت جانا آسان ہو جاتا ہے۔

قرآن پاک میں علم کی فضیلت تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ پہلی وحی میں پڑھنے کا حکم
دیا گیا ہے۔ انسان کو تمام مخلوقات پر علم کی وجہ سے فضیلت ہے۔

نسب نہیں عمل کی فوقیت

جس شخص کا عمل اسے پیچھے کر دے اس کا نسب اسے آگے نہیں کر سکتا۔ انسان کی نجات
صرف اور صرف اس کے اعمال سے ہوگی۔ انسان کا حسب نسب اور اس کا اعلیٰ خاندان سے تعلق
اس کی نجات کا ذریعہ نہیں بننے گا۔ انسان عمل سے کامیابیاں حاصل کر سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں

نسب کی کوئی اہمیت نہیں۔

جامع دعا ﴿08﴾

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْأَرْبَعِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَعْلَمُ، وَمَنْ قَلِيلٌ لَا يَخْشَعُ، وَمَنْ نَفْسٍ لَا تَشْبِعُ، وَمَنْ دُعَاءً لَا يُسْمَعُ.

(سنن ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ، حدیث: ۱۵۲۸)

”حضرت ابو ہریرہؓ سے مردی ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ یوں دعا فرماتے تھے: (اے اللہ! میں چار چیزوں سے تیری پناہ لیتا ہوں، اس علم سے جو نفع نہ دے، اور اس دل سے جس میں (تیری) خیش نہ ہو، اور اس نفس سے جو سیرہ ہو اور اس دعا سے جو قبول نہ ہو۔“

جامع دعا

اس حدیث مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ نے چار چیزوں سے پناہ میں آنے کی دعائیگی ہے۔

1- غیر نافع علم

نبی اکرم ﷺ نے ایسے علم سے پناہ طلب کی جو نفع بخش نہ ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”وَهُنَّ جُنُاحٌ مُّحَلَّٰٰ لِلْجَنَاحِ“ فرمادیا جائے اس خزانے کی مانند ہے جس کی چاہیاں کھوئی ہیں۔“ حضرت ام سلمہ زؓ سے روایت ہے۔

عَنْ أَمْ سَلَمَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي دُبُرِ الْفَجْرِ إِذَا صَلَّى: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا، وَعَمَلاً مُتَقَبِّلًا، وَرَزْقًا طَيِّبًا

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، ج ۲، ص ۲۹۳)

حضرت ام سلمہ زؓ سے روایت ہے کہ ”حضور نبی اکرم ﷺ صؓ کی نماز کے بعد دعا کرتے تھے: اے اللہ تعالیٰ! میں تجھ سے نفع دینے والے علم، قبول کیا جانے والا عمل اور پاکیزہ رزق کا سوال کرتا ہوں“

2- اللہ تعالیٰ سے نذر نے والا دل

حضور نبی اکرم ﷺ نے دوسرا چیز جس سے پناہ مانگی ہے وہ اللہ تعالیٰ سے نذر نے

والا دل ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: انسان کے جسم کے اندر ایک لوہڑا (کٹڑا) ہے، اگر وہ سنور جائے تو سارا انسان سنور جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا انسان بگڑ جاتا ہے۔ فرمایا: یہ کٹڑا انسان کا دل ہے۔ ایسے دل سے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی ہے۔

﴿آخرت سے متعلق سوالات 09﴾

عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تَزُولُ قَدْمًا عَبْدِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْتَلَ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ وَعَنْ عِلْمِهِ فِيمَا فَعَلَ وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَا أَنْفَقَهُ وَعَنْ جَسْمِهِ فِيمَا أَبْلَاهُ قَالَ هَذَا حَدِيثُ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جُرَيْجٍ هُوَ بَصْرِيٌّ وَهُوَ مَوْلَى أَبِي بَرْزَةَ وَأَبُو بَرْزَةَ اسْمُهُ نَضْلَةُ بْنُ عَبِيدٍ

(جامع ترمذی، کتاب صفة القيامة والرقائق عن رسول اللہ ﷺ، حدیث: ۲۴۱)

حضرت ابو بزرہ اسلمی ﷺ سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا بندہ اس وقت تک اپنے رب کے پاس کھڑا رہے گا جب تک اس سے پوچھنے لیا جائے کہ اس نے اپنی زندگی کہاں صرف کی، اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا۔ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ اور اپنا جسم کس کام میں پرانا کیا۔

تشريح

قیامت کے دن جب میزان عدل قائم کیا جائے گا اس دن اللہ تعالیٰ بندے سے اس کو دی گئی نعمتوں کے بارے میں جواب طلب فرمائے گا۔ زیر نظر حدیث میں حضور نبی اکرم ﷺ نے بروز قیامت انسان سے کیے جانے والے پانچ سوالات کا ذکر فرمایا ہے۔ جب تک ہر شخص سے ان پانچ سوالوں کے متعلق پوچھ پچھ نہیں کی جائے گی اس وقت تک ابن آدم کے قدم اپنی جگہ سنبھیں ہیں گے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ لَتُسْتَلَنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝ سورة التكاثر: ۸

پھر اس دن تم سے (اللہ کی) نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا (کہ تم نے

انہیں کہاں کہاں اور کیسے کیسے خرچ کیا تھا)

- 2- تو نے جوانی کن کاموں میں گزاری؟
- 3- مال و دولت کہاں سے حاصل کیا؟
- 4- تو نے اپنا مال کن کاموں پر خرچ کیا؟
- 5- جو کچھ علم تھا اس پر کتنا عمل کیا؟

پہلا سوال

پہلا سوال انسان کی عمر کے بارے میں کیا جائے گا کیونکہ انسان کو جوزندگی دی گئی ہے
وہ بے مقصد نہیں۔
ارشادِ ربانی ہے:

لَيْلُوُكُمْ أَيْكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًاً ﴿سورة الملک: ۲﴾

زندگی کو (اس لیے) پیدا فرمایا کرو وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے۔

دوسرा سوال

دوسرा سوال جوانی کے متعلق ہو گا کیونکہ جوانی میں آدمی نیک اعمال چاہے کتنے مشکل ہوں کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اس لیے پوچھا جائے گا کہ جوانی کن کاموں میں گزاری۔ جوانی میں نیکی اور تقویٰ کی را اختیار کرنا پیغمبرانہ صفت ہے۔

تیسرا سوال

تیسرا سوال مال سے متعلق کیا جائے گا کہ مال کہاں سے حاصل کیا؟ دنیا میں تو نے جو مال کمایا تھا اس کے ذرائع کیا تھے؟ انسان کو اپنے ذرائع آمدن کے متعلق معلوم ہونا چاہیے کہ یہ حلال ہیں یا حرام؟ اگر اکتساب دولت (ذرائع آمدنی) میں بے اعتدالی پیدا ہو تو حرام و حلال کی تیزی مٹ جاتی ہے۔ اور آخوندگی ہو جاتی ہے۔

چوتھا سوال

مال کی بابت یہ بھی پوچھا جائے گا کہ اسے کن جگہوں پر خرچ کیا؟ صرف حلال ذرائع سے مال کمایا ہی ضروری نہیں اسے جائز جگہوں پر خرچ کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ بے جامال خرچ کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ الغرض اس دنیا میں ہم جو کچھ کماتے اور خرچ کرتے ہیں آخوندگی میں

اس کا پورا حساب ہو گا۔

کسب حلال 10 ﴿10﴾

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ طَلَبُ كَسْبِ الْحَالَلِ فَرِيضةٌ بَعْدَ الْفَرِيضةِ

(شعب الایمان، حقوق اولاد و الہلین، حدیث: ۷۸۳)

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرائض (یعنی عبادات وغیرہ) کے بعد رزق حلال کمانا (بھی) فرض ہے۔

شرح

اس حدیث میں کسب حلال کی اہمیت اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔ کسب حلال سے مراد ہے جائز طریقے سے روزی کمانا۔ کسب کا لغوی معنی کمانا اور حلال سے مراد ہے جائز طریقہ سے۔ اسلام میں شرعی فرائض کے بعد سب سے بڑا فریضہ رزق حلال کو قرار دیا گیا ہے۔

کسب حلال

قرآن مجید میں رزق حلال کمانے اور رزق حلال کھانے کا حکم انبیاء کرام ﷺ کو بھی دیا گیا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُّوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا ﴿۱۶۸﴾ سورۃ البقرۃ:

ز میں کی چیزوں میں سے جو حلال اور پاکیزہ ہے کھاؤ۔ حلال کھانا اور کسب حرام سے بچنا فرض قرار دیا گیا ہے۔ رزق طیب وہ ہے جس پر شریعت نے کوئی پابندی نہ لگائی ہو اور وہ شرعاً جائز ہو۔ قرآن حکیم میں حلت و حرمت کے احکام وضاحت سے بیان کیے گئے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

يَا كَعْبُ بْنَ عُجْرَةَ، إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمُ نَبَتٍ مِّنْ سُجْنَتِ النَّارِ، أَوْ أَنَّهُ يَهُ.

(المسنند، أحمد بن جبل ۳: ۳۲۱، رقم الحدیث: ۱۳۲۸۱)

اے کعب ﷺ! وہ گوشت جس نے حرام سے پرورش پائی ہو جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ جس گوشت نے حرام سے پرورش پائی ہو وہ دوزخ ہی کے لائق ہے۔

رزق حرام کی ممانعت

ارشادِ ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَ الْكُفَّارِ بَيْنَكُمْ ﴿٢٩﴾ سورۃ النساء

اے ایمان والو! تم ایک دوسرے کمال آپس میں ناحق طریقے سے نہ کھاؤ۔

رزق حرام کے ذرائع یہ ہیں:

- | | |
|--------------------|--------------------|
| 1- سود لینا دینا | 2- ناپ قول میں کنی |
| 3- امانت میں خیانت | 4- چوری ڈاکہ |
| 5- رشوت | 6- قمار بازی |
| 7- ملاوٹ | 8- ذخیرہ اندوڑی |

﴿١١﴾ سچے اور امانت دار تاجر کا مقام

عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْحُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ الْتَّاجِرَ الصَّدُوقَ مَعَ النَّبِيِّنَ وَالصِّدِيقِينَ وَالشَّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(جامع ترمذی، کتاب الہبیوع عن رسول اللہ ﷺ، حدیث: ۱۲۰۹)

حضرت ابوسعید خدری رض نے حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سچا (ایمان دار) تاجر قیامت کے دن انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہو گا۔

تشریح

اس حدیث مبارکہ میں بتایا گیا ہے کہ آخرت میں صادق اور امین تاجر کا مقام انبیاء کرام، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا۔ یہ بہت بڑا مقام ہے۔ تجارت بظاہر ایک رزق کمانے کا ذریعہ ہے لیکن اگر اس میں سچائی اور دیانتداری برقراری جائے تو وہ عبادت بن جاتی ہے۔

صادق اور امین کا مرتبہ

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّنَ

وَالصِّدِّيقِينَ وَالشَّهَدَاءِ وَالصَّابِرِينَ وَحَسْنُ اُولَئِكَ رَفِيقًا ۝

﴿سُورَةُ النَّسَاءِ: ٢٩﴾

اور جو کوئی اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روز قیامت) ان (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ بہت ابھجھے ساختی ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

التَّجَارِ يُحْشَرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فُجَارًا إِلَّا مِنْ أَنْفُقَ وَصَدَقَ وَبَرَّ

(سنن دارمی، باب التجار، حدیث: ۲۵۸۰)

تاجر لوگ گناہ گار کی حیثیت سے اٹھائے جائیں گے سوائے ان کے جنہوں نے اپنی تجارت میں تقویٰ اور نیک اختیار کی اور معاملہ سچائی کے ساتھ کیا۔

حسن اخلاق کی اہمیت 12 ﴿﴾

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَا مِنْ شَيْءٌ أَنْقَلَ فِي الْمِيزَانِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ وَإِنَّ اللَّهَ لَيُعْظِضُ الْفَالِحَشَ الْبَذِيءَ.

(جامع الترمذی، کتاب البر والصلة عن رسول الله ﷺ، حدیث: ۲۰۰۲)

حضرت ابو درداء ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حسن اخلاق سے بڑھ کر میزان میں بھاری چیز کوئی نہیں ہوگی۔ بے شک اللہ تعالیٰ بے حیا، بدگو سے نفرت فرماتا ہے۔

تشریع

اس حدیث میں عمدہ اخلاق کی فضیلت، بے حیائی اور بدگوئی کی خدمت کی گئی ہے۔

حسن اخلاق

اخلاقِ خلق کی جمع ہے جس کے معنی پختہ عادت کے ہوتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: البر حسن الخلق (یعنی نام ہے حسن خلق کا)

اس لیے تمام یتکی کے کام حسن خلق میں شامل ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝ ﴿سورۃ القلم: ۳﴾

اور بے شک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں (یعنی آداب اور اخلاقِ الہیہ سے متعصّف ہیں)

اچھے اخلاق کے لیے دعا

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیا کرو۔ ”اے میرے اللہ! تو مجھے بہتر سے بہتر اخلاق کی طرف رہنمائی فرم۔“

میزان میں بھاری عمل

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

”حسنِ اخلاق سے بڑھ کر میزان میں بھاری چیز کوئی نہیں ہوگی۔“

﴿13﴾ دنیا اور آخرت کی بھلائی

عَنْ أَبْنَى عَبَّاسٍ ۖ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرْبَعُ مَنْ أُوتِيَهُنَّ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ: قَلْبًا شَاكِرًا، وَلِسَانًا ذَاكِرًا، وَبَدَنًا عَلَى الْبَلَاءِ صَابِرًا، وَرَوْجَةً لَا تُتَبِّعُهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهِ خَوْنًا

(حلیۃ الاولیاء، ج ۳، ص ۲۵)

”حضرت عبد اللہ بن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جسے چار چیزیں مل گئیں اسے دنیا و آخرت کی بھلائی مل گئی۔ (وہ چار چیزیں یہ ہیں) شکر گزار دل، ذکر کرنے والی زبان، مصیبت پر صبر کرنے والا جسم اور ایسی بیوی جو اپنی ذات اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرے۔“

ترتیع

اس حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے دنیا اور آخرت کی چار بھلائیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اگر کسی مسلمان کو یہ چاروں بھلائیاں مل جائیں تو وہ خوش فیضیب ہوتا ہے۔ اگر یہ چاروں بھلائیاں بیک وقت مل جائیں تو گویا دنیا و آخرت دونوں جہانوں کی بھلائی عطا ہو گئی۔

١- شکر کرنے والا دل

شکر کرنے والا دل بہت بڑی نعمت ہے۔ دل شکر گزار ہو گا تو کلمات شکر زبان سے جاری ہوں گے اور اس کا عکس اعمال میں بھی نظر آئے گا۔
ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿٥﴾ سورة الاعراف: ۱۲۳

اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ۔

احادیث میں شکر کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایمان کے دونصاف ہیں۔ نصف ایمان صبر میں اور نصف ایمان شکر میں۔ لہذا اللہ تعالیٰ کا ہر وقت شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔"

2- ذکر کرنے والی زبان

اس سے مراد ہے کہ زبان دنیا کی باتوں اور فضول قسم کی گفتگو کرنے کی بجائے ہر وقت ذکرِ الہی سے تر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے دل کو سکون ملتا ہے۔ ارشادِ ربیٰ ہے:

آلا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾ سورة الرعد: ۲۸

جان لوکہ اللہ تعالیٰ ہی کے ذکر سے دلوں کوطمینان نصیب ہوتا ہے۔

3- صابر

جسم مشقت یا تکلیفوں میں پڑے تو صبر سے کام لے۔ مؤمن کی یہ شان ہے کہ وہ ہر تکلیف کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد سچے مؤمن اور سچے مسلمان یا منافق کے درمیان فرق کرنے کے بعد انہیں آزمائشوں میں ڈالتے ہیں۔ سچے مؤمن ایمان پر ڈٹے رہتے ہیں اور کمزور لوگ ایڑیوں کے بل واپس لوٹ جاتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٣﴾ سورة البقرة: ۱۵۳

یقیناً اللہ صابر کرنے والوں کے ساتھ (ہوتا) ہے۔

صبر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کا ساتھ نصیب ہوتا ہے اور اس کی حمتیں اور برکتیں ملتی ہیں۔

4- باوفایوی

جس شخص کو ایسی بیوی مل جائے جو بے حیائی اور گناہ کا ارتکاب نہیں کرتی اور اپنے خادوند کے مال کو ضائع نہیں کرتی تو ایسے شخص کو دنیا اور آخرين کی بھلائی عطا ہو گئی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے صالح عورت کو بہترین متعار قرار دیا ہے۔

آپ ﷺ نے بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے حوالے سے فرمایا:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَيْرُكُمْ لَا هُلْيٰ
خَيْرُكُمْ لَا هُلْيٰ

(جامع ترمذی، کتاب المذاق عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حدیث: ۳۹۰۲)

”حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم میں اچھا وہ ہے جو اپنے گھروں کے لیے اچھا ہو اور میں اپنے گھروں کے لیے تم سب سے اچھا ہوں نیک اور صالح یہوی وہ ہے جو دین دار ہو، باوفا، باعصمت اور باحیا ہو۔ اپنی عصمت کی حفاظت کے ساتھ ساتھ شوہر کے مال میں خیانت نہ کرتی ہو۔ ایسی بیوی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہے۔

سات ہلاکت والی چیزیں 14﴾

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اجْتَبَوَا السَّبْعَ الْمُؤْبَقَاتِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشَّرُكُ بِاللَّهِ وَالسُّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبَّا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتَيمِ وَالْتَّوْلَى يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَدْفُ الْمُحْسَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ.

(صحیح بخاری، کتاب المحاربین مِنْ أَهْلِ الْكُفْرِ وَالرَّدَّۃ، حدیث: ۶۲۶۵)

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہلاک کر دینے والی سات چیزوں سے بچو۔ عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک، جادو، اس جان کا قتل کرنا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا مگر حق کے ساتھ، سودھانا، یتیم کا مال کھانا، میدان جہاد سے پیٹھ کھا کر بھانگا نیز پارس، ایمان والی اور انجان عورت پر بدکاری کی تہمت لگانا۔“

تشريع

اس حدیث مبارکہ میں امت کو سات بڑے گناہوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو سات ایسے اعمال سر انجام دینے سے منع فرمایا ہے جن کا انجام ہلاکت ہے۔

1-شرک

شرک کا لغوی معنی حصہ دار اور ”سامجھے پن“ کے ہیں۔ اصلاح میں اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور اس کے اختیارات میں کسی کو شامل کرنا شرک کہلاتا ہے۔
شرک کی نہمت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:
إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴿۱۳﴾ سورۃلقمان:

2-جادو

جادو کا سیکھنا کفر ہے اور یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ آپ ﷺ نے اسے ہلاکت کا سبب فرمایا ہے۔ جادو گر کی سزا یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:
حَدَّ السَّاحِرِ ضَرُبَةً بِالسَّيْفِ (سنن دارقطنی، ج ۲، ص ۱۲۰)
جادو گر کی سزا یہ ہے کہ اسے تلوار سے اڑا دیا جائے۔
جادو ایسا عمل ہے کہ اس کا سیکھنا سکھانا اور کسی پر کرنا سخت گناہ ہے۔

3-قتل ناحق

کسی انسان کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ قتل کی نہمت میں قرآن کریم میں سخت وعید آئی ہے۔
مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَانَمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا
﴿سورۃالمائدۃ: ۳۲﴾

جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد انگلیزی (کی سزا) کے بغیر (ناحق) قتل کر دیا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔

4-سود کھانا

سود گناہ کبیرہ میں سے ایک گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال اور سود کو حرام

قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَمَ الرِّبَاطِ ﴿سورة البقرة: ٢٧٥﴾

”حالاتہ اللہ تعالیٰ نے تجارت (سوداگری) کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَعْنَ رَسُولِ اللَّهِ أَكَلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ

وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ. (صحیح مسلم، کتاب المساقة، حدیث: ١٥٩٨)

”حضرت جابر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے پر، سود

کھلانے والے پر، سود لکھنے والے اور سود کی گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اور فرمایا یہ سب
برابر ہیں۔“

5۔ بیتیم کام کھانا

جو لوگ تیبوں کا مال کھاتے ہیں ان کے بارے میں قرآن میں سخت وعید آئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَمِيْ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ط

وَسَيَأْصُلُونَ سَعِيرًا ﴿سورۃ النساء: ١٠﴾

بے شک جو لوگ تیبوں کے مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیوں میں نری

آگ بھرتے ہیں، اور وہ جلد ہی دہقی ہوئی آگ میں جا گریں گے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

حازم قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَنَا

وَكَافِلُ الْيَتَمِ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا وَقَالَ يَا صَبَّعِيْ السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطَى

(صحیح بخاری، کتاب الادب، حدیث: ٥٢٥٩)

”ابو حازم نے حضرت سہل بن سعد ﷺ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں اور یتیم

کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح نزدیک ہوں گے اور آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے ذریعے یہ بات بتائی۔“

6-میدان جنگ سے فرار

میدان جنگ سے بھاگنے کو بھی گناہ کبیرہ کہا گیا ہے جنگ میں شہادت کا بڑا حکم ہے۔
چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَحْسِبُنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا طَبْلُ أَحْيَاءٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرَزَّقُونَ ﴿٢٦٩﴾
﴿سورة البقرہ ۲: ۲۶۹﴾

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں (شمن سے اڑتے ہوئے) قتل (شہید) کیے جائیں
انہیں ہرگز مردہ خیال (بھی) نہ کرنا، بلکہ وہ اپنے رب کے حضور زندہ ہیں انہیں (جنت کی
نعمتوں کا) رزق دیا جاتا ہے۔

میدان جنگ سے بھاگنا بزدیلی، کم ہمتی اور بے صبری کی دلیل ہے۔

فَإِنَّ مَقَامَ أَحَدٍ كُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاهِهِ فِي بَيْتِهِ سَبْعِينَ عَاماً
(جامع ترمذی، کتاب فضائل الجہاد عن رسول اللہ ﷺ، حدیث: ۱۶۵۰)

حضور ﷺ نے فرمایا سرحدوں پر ایک رات جا گنا ستر سال کی عبادت سے افضل ہے۔

7-یاک دامن مومن عورتوں پر تہمت لگانا

اللہ تعالیٰ نے تہمت لگانے کی نہ مرت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لَعِنُوا فِي الدُّنْيَا
وَالآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٢٣﴾
﴿سورة النور: ۲۳﴾

بے شک جو لوگ ان پارسا مومن عورتوں پر جو (براہی کے تصور سے بھی) بے خبر اور
نا آشنا ہیں (ایسی) تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت (دونوں جہانوں) میں ملعون ہیں اور ان
کے لیے زبردست عذاب ہے۔

پاک دامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا ہلاکت میں ڈالنے والی بات ہے۔

﴿15﴾ مومن کی خوبی

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ
لِأَخِيهِ أَوْ قَالَ لِجَارِهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث: ۳۵)

”حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو گا جب تک کہ اپنے بھائی یا پڑوی کے لیے ایسی چیز پسند نہ کرے جس کو خود اپنے لیے پسند کرتا ہو۔“

تشریع

اس حدیث مبارکہ میں ایثار اور قربانی کا سبق دیا گیا کہ ایک مومن دیگر مسلمان بھائیوں کے لیے بھی وہی پسند کرے جو وہ اپنے لیے کرتا ہے۔ ارشادِ بارانی ہے:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةً ﴿سورۃ الحشر: ۹﴾

اور یہ اپنے سینوں میں اُس (مال) کی نسبت کوئی طلب (یا شک) نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دیا جاتا ہے اور اپنی جانوں پر انہیں ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انہیں شدید حاجت ہی ہو۔

لہذا مسلمانوں کو ایثار کا حکم دیا جا رہا ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے اس اصول کے تحت اسلامی معاشرے میں ایثار کا جذبہ بیدار کیا اس کے نمونے آپ ﷺ کی زندگی میں بھی موجود ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”وَأَنْ تَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تَحِبُّ لِنَفْسِكَ وَتَكْرَهُ أَهْمُمُ مَا تَكْرَهُ لِنَفْسِكَ“

(تم دوسرے لوگوں کے لیے بھی وہی چاہو اور پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے اور چاہتے ہو اور ان کے لیے بھی ان چیزوں کو ناپسند کرو جو اپنے لیے ناپسند کرتے ہو۔)

ایثار صحابہ کرام کی مثال

ایک صحابی کو کسی نے بھنی ہوئی سری بھیجی۔ صحابی نے خیال کیا کہ میرا فلاں بھائی زیادہ حاجت مند ہے۔ بہتر ہے کہ اس کو بھیج دی جائے۔ جب سری اس کے پاس پہنچی تو اس نے آگے ایک مسلمان

بھائی کو سمجھ دی۔ اس طرح یہ سری کئی گھروں سے ہو کر پہلے مسلمان کے پاس آ گئی۔

﴿16﴾ مسلمانوں میں باہمی محبت

عَنْ النَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ فِي تَوَادِهِمْ وَتَرَاحِمِهِمْ وَتَعَافُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ، إِذَا أَشْكَى مِنْهُ عُضُوًّا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهْرِ وَالْحُمَّى.

(صحیح مسلم، کتابُ الْبِرِّ وَالصَّلَةِ وَالآدَابِ، حدیث: ۲۵۸۶)

حضرت نعمان بن بشیرؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: رحم کرنے، دوستی رکھنے اور شفقت کا مظاہرہ کرنے میں مؤمنین کی مثال ایک دوسرے پر ایک جسم کی طرح ہے، چنانچہ جب جسم کے کسی بھی حصہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم بے خوابی اور بخار میں اس کا شرکیک ہوتا ہے۔

تشريح

اس حدیث مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان باہمی محبت و شفقت کے رشتے کو ایک خوبصورت مثال سے سمجھایا ہے کہ تمام مؤمن باہمی محبت سے ایک دوسرے کے ساتھ ایسے جڑے ہوئے ہیں جیسے انسانی بدن کے اعضاء ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں۔ جب بدن کے کسی ایک عضو میں ٹیس اٹھی ہے تو پورا بدن اس کو محسوس کرتا ہے۔ اس حدیث میں اسلامی اخوت کا نقشہ پیش کیا گیا گیا ہے۔ اس اخوت کا نقشہ اسلام کے اولين دور میں صحابہ کرام کے درمیان نظر آتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے امت مسلمہ کو ایک عمارت کی مانند قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ أَبِي مُوسَى عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا وَشَيْكَ أَصَابِعَهُ.

(صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، حدیث: ۳۶۷)

”حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو طاقت پہنچاتا ہے۔ آپ نے انگشت ہائے مبارک کا پنج ڈالا۔“

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مونین کے درمیان اخوت کے رشتہ کو ان الفاظ میں

بیان فرمایا:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ ﴿سورة الحجرات: ۱۰﴾

اہل ایمان (آپس میں) بھائی ہیں۔

قرآن مجید کی آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

اسلامی اخوت کا بہترین نمونہ ہمیں ہجرت کے بعد ملتا ہے جب حضور نبی اکرم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کو رشتہ اخوت میں پروردیا۔ اسے تاریخ اسلام میں مواثیات کے نام سے پکارا

جاتا ہے۔ اس قسم کی اخوت اور بھائی چارہ کی مثال تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتی۔

﴿17﴾ رعایا کے حوالے سے جوابِ ہی

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَّةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةُ اللَّهِ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالْحَادِرُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ قَالَ وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ

(صحیح مسلم، کتاب الامارات، حدیث: ۱۸۲۹)

”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے شناخت میں سے ہر ایک گمراں ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ آدمی اپنے گھر بارکا گمراں ہے اور اسے اس کی اپنی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ عورت اپنے خاوند کے گھر کی گمراں ہے اور اس اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ تو کراپنے آقا کے مال کا گمراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ اور میرے خیال میں یہ بھی فرمایا: آدمی اپنے باپ کے مال کا گمراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ اور تم میں سے ہر ایک گمراں ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔

تشريح

ہر وہ شخص جو دوسروں کا محافظ اور منظم ہو اسے رائی کہا جاتا ہے۔ (مفردات القرآن)
اس حدیث مبارکہ میں بتایا جا رہا ہے کہ تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور اپنے زیر گھبہ اشت افراد
اور مال دونوں کے بارے میں جواب دہ ہے۔ عرب میں رائی چوہا ہے کو کہتے ہیں۔ رعیۃ اس مال
اور مویشی کو کہتے ہیں جس کو چوہا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک رائی ہے اور اپنی رعیۃ کے بارے
جواب دہ ہے۔ حکمران رائی ہے اور وہ اپنی رعیۃ کے بارے جواب دہ ہے۔ مرد اپنے گھر کے افراد کا
رائی ہے اور وہ اس بارے جواب دہ ہے اور عورت اپنے خاوند اور اولاد کی رائی ہے اور اس بارے
جواب دہ ہے۔ خادم اپنے مالک کے مال کا رائی ہے۔

1- حاکم کی ذمہ داری

حدیث مبارکہ میں سب سے پہلے حاکم کا ذکر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حکمران
اپنی سلطنت میں رہنے والے تمام لوگوں کا نگہبان ہے۔ قیامت کے دن اس سے اس کی رعایا کے
بارے سوال کیا جائے گا۔ حاکم وقت کا یہ فرض ہے کہ وہ رعایا کے جان و مال اور عزت و آبرو کا
تحفظ کرے۔ اپنی ریاست میں معاشرتی اور اخلاقی برائیوں کی نیچ کنی کرے۔ عدل و انصاف قائم
کرے اور سب کے ساتھ مساوی سلوک کرے۔ رائی اور رعایا کا با ہمی تعلق باپ اور اولاد کا ہوتا
ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے شفیق اور رحم دل حکمران کے لیے بھلانی کی دعا فرمائی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ عَبْدٍ أَسْتُرُ عَاهَ اللَّهُ رَعِيَّةً، فَلَمْ يَحْطُطْهَا بِنَصِيحةٍ، إِلَّا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ

(صحیح بخاری، کتاب الأحكام، حدیث: ۲۷۳)

”جس بندہ کو اللہ تعالیٰ کسی رعیۃ کا گھر ان بنائے اور وہ اس کی خیر خواہی پوری پوری نہ
کرے تو وہ جنت کی خوبی بھی نہ پائے گا۔“

2- خاندان کے سربراہ کی ذمہ داری

حدیث مبارکہ میں خاندان کے سربراہ کی ذمہ داری لگائی ہے کہ وہ اپنے اہل خانہ کی

تمام ضروریات کا خیال رکھے۔ تمام اہل خانہ کی اخلاقی تربیت کرے۔ اپنے اہل خانہ کی دنیوی اور اخروی کامیابی و فلاح کا خیال رکھے۔ انہیں علم سے آراستہ کرے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿یَا إِيَّاهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوَّا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ ﴿سورة التحریم: ۶﴾

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ۔ اہل خانہ سے مراد یہوی نبچے ہیں۔ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرے۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دے اور نافرمانیوں سے بچنے کی ہدایت کرے۔

جامع ترمذی میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا کسی باپ نے اپنی اولاد کو کوئی عظیہ اور تحفہ حسن ادب اور اچھی سیرت سے بہترین نہیں دیا۔

بیوی کی ذمہ داریاں

حدیث میں عورت یعنی بیوی اپنے شوہر کے گھر اور اپنے اولاد کی نگہبان ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَالصِّلْحُ ثُقِيلٌ حِفْظُ لِلْغَيْبِ﴾ ﴿سورة النساء: ۳۳﴾

پس نیک بیویاں اطاعت شعار ہوتی ہیں۔ شوہروں کی عدم موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے ساتھ (اپنی عزت کی) حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔

بیویوں کے یہاں دو اہم فرائض بیان کیے گئے ہیں:

1- وہ شوہر کی فرمائبردار ہوتی ہیں۔

2- شوہر کی غیر موجودگی میں اس کے گھر اور اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کرتی ہیں۔

غلام کی ذمہ داری

اس میں تمام ملازم شامل ہیں۔ غلام اور خدام گھر کے افراد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: غلام بھی ایک حوالے سے ذمہ دار ہے۔ اس کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے آقا کے گھر کی حفاظت کرے۔ مالک کے نفع و نقصان کو اپنا نفع و نقصان سمجھے۔ غلام اپنے آقا کی بابت جواب دہ ہو گا کہ اس نے اپنی ذمہ داری کس حد تک پوری کی۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر شخص سے اس پر عائد ذمہ داریوں کا حساب لے گا۔

ختم نبوت ﴿18﴾

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَاجْمَلَهُ إِلَّا مَوْضَعَ لِبَنَةٍ مِنْ زَاوِيَةِ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطْلُفُونَ بِهِ وَيَعْجَبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ هَلَا وَضِعَتْ هَذِهِ الْلَّبِنَةُ قَالَ فَانَا الْلَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ.

(صحیح بخاری ، کتاب الماقب، حدیث: ۳۳۲)

”حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام ﷺ کی مثال ایسی ہے جیسے کسی آدمی نے گھر بنایا اور اس کے بجانے اور سنوارنے میں کوئی کمی نہ چھوڑی مگر کسی گوشے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی۔ لوگ اس کے گرد پھرتے اور تعجب سے کہتے، بھلا یہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ فرمایا: وہ اینٹ میں ہوں۔ میں سارے انبیاء کرام ﷺ سے آخری ہوں۔“

ترتیع

اس حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوبصورت تمثیل کے ذریعے عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت فرمائی ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک خوبصورت عمارت میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی۔ دیکھنے والے عمارت کے گرد چکر لگاتے، اس کے صحن کی تعریف کرتے لیکن ایک اینٹ کی خالی جگہ دیکھ کر تعجب کرتے کہ یہ خالی جگہ ان کی نگاہوں کو کھلتی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایک اینٹ کی اس خالی جگہ کو پر کر دیا اور میرے ساتھ عمارت مکمل ہو گئی اور سلسلہ نبوت کا خاتمه ہو گیا۔

ختم نبوت عقیدہ رسالت کا اہم پہلو ہے۔ یہ ایمان رکھنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اور نبی ہیں۔ آپ کے ہاتھوں دین کی عمارت مکمل ہو گئی۔

قرآن حکیم اور ختم نبوت

قرآن پاک میں عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے:
مَا كَانَ مُحَمَّدًا أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلِكُنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ ط

وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿سورۃ الاحزاب: ۳۰﴾

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء ﷺ کے آخر میں (سلسلہ نبوت ختم کرنے والے) ہیں، اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دین متین کے مکمل ہو جانے کی خبر ان الفاظ میں بیان کی ہے:

أَلَيْوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ ﴿سورۃ المائدۃ: ۳﴾

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا

ارشادات نبوی ﷺ سے

عَنْ مُصْعِبٍ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ إِلَى تَبُوكَ وَاسْتَخَلَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ أَتَخَلَّفُ فِي الصُّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ قَالَ أَلَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيًّا بَعْدِي

(صحیح بخاری، کتاب المغازی، حدیث: ۳۱۵۲)

”حضرت سعد بن ابی وقارؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک کے لئے نکلے تو حضرت علیؓ کو پیچھے اپنا نائب مقرر کیا۔ وہ عرض گزار ہوئے کہ کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے پاس چھوڑ رہے ہیں؟ فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون ﷺ کو حضرت موسیؓ سے تھی، مساواۓ اس کے کیا میرے بعد نبی کوئی نہیں۔“

عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ جُبَيْرٍ بْنِ مُطْعَمٍ عَنْ أَبِيهِ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِي خَمْسَةً أَسْمَاءً أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللَّهُ بِي الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَաشِرُ الَّذِي يُحْشِرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمِي وَأَنَا الْعَاقِبُ .

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، حدیث: ۳۳۳۹)

”حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پائچ نام ہیں۔ میں محمد و احمد ہوں اور میں ماحی ہوں کہ میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہی اور میں

حاش ہوں کہ لوگوں کا حشر میرے قدموں میں فرمایا جائے گا اور میں عاقب یعنی آخری بی ہوں۔“

﴿19﴾ امام حسن مجتبیؑ کی فضیلت

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ اللَّهُ أَخْرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمِ الْحَسَنِ فَصَعَدَ بِهِ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: إِنِّي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهُ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِتَنَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ.

(جامع ترمذی، کتاب المذاقب عن رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حدیث: ۳۷۸۲)

حضرت ابو بکرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضور نبی اکرم ﷺ اپنے ہمراہ حضرت امام حسنؑ کو لے کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا: میرا یہ میٹا سردار ہے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرادے گا۔

تشریع

اس حدیث مبارکہ میں حضور اکرم ﷺ نے امام حسنؑ کی ایک فضیلت یہ بیان فرمائی ہے کہ آپ سردار ہیں۔ اور دوسری فضیلت یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرادے گا۔

1- امام حسن مجتبیؑ کے فضائل

حضرت حسنؑ حضور نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کے بطن سے تھے۔ رمضان ۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ حضرت فاطمہؓ اور ان کی اولاد سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپ ﷺ کو حضرت امام حسنؑ سے خاص انسخا اور آپ ﷺ ان کی بڑی ناز برداری فرماتے تھے۔ حضرت امام حسنؑ صورت میں ذات نبوی کی تصویر تھے۔ آپ ﷺ نے آٹھ سال تک نانا کے دامن میں پورش پائی۔ حضرت امام حسنؑ کی فضیلت پر کئی احادیث ہیں۔

۱. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لِحَسَنٍ اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبُّهُ وَأَحِبُّ مَنْ يُحِبُّهُ

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، حدیث: ۲۴۲۱)

”حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت امام حسنؑ کے

متعلق فرمایا: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو اس سے محبت رکھا اور جو اس سے محبت رکھے اس سے محبت رکھ۔“

۲- حضور نبی اکرم ﷺ نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے متعلق فرمایا:

قَالَ النَّبِيُّ مُصَدِّقُهُمْ هُمَا رَيْحَانَتَاهُ يَمِنَ الدُّنْيَا

(صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابة، حدیث: ۳۵۳۳)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں یہ میرے دو پھول ہیں۔“

سیدنا حسنؑ اور سیدنا حسینؑ حضور نبی اکرم ﷺ کی اولاد کی طرح تھے۔ اس لیے وہ آپ ﷺ کے ساتھ متبرپ یہی چلتے۔

۳. **قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مُصَدِّقُهُمْ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ**

(جامع ترمذی، کتاب المناقب، حدیث: ۷۷۷)

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ جتنی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

خلافت سے دستبرداری اور صلح

امام حسن مجتبیؑ سات ماہ تک مجاز، یمن، عراق اور خراسان پر حکمران رہے۔ اس کے بعد حضرت امیر معاویہؓ ان کے مقابلہ کے لیے اٹھے۔ حضرت امام حسنؑ بھی لٹکے۔ جب دونوں کا آمنا سامنا ہوا تو حضرت امام حسنؑ کو اندازہ ہوا کہ اس سے بہت خوزیزی ہوگی۔ لہذا آپ نے حضرت امیر معاویہؓ کے مقابلے میں جنگ کی بجائے خلافت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔ انتشار کی حالت میں حضرت امام حسنؑ کا کردار حضور نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث کی تشریع ہے۔

آپ نے اس موقع پر جو تقریر کی اس میں فرمایا: ”یا مر (خلافت) ہمارے اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان جھگڑے کا باعث بنا ہوا ہے۔“

دوہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا ہم اس کے حق دار ہیں یا یہ معاویہ کا حق ہے۔ میں دونوں صورتوں میں اسے چھوڑتا ہوں۔ غرض صرف یہ ہے کہ محمد ﷺ کی امت میں پھوٹ باقی نہ رہے

اور لوگ آپ کی لڑائی اور خونزی سے بچیں۔

بہترین زمانہ 20

عَنْ عِمَرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ ﷺ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَيْرٌ أُمَّتِي فَرْنَيْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ

(صحیح البخاری، کتاب الرقائق، حدیث: ۶۲۲۸)

”حضرت عمران بن حسینؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب زمانوں سے میرا زمانہ بہتر ہے۔ پھر جو ان کے بعد ہوں گے، پھر جو ان کے بعد ہوں گے، پھر جو ان کے بعد ہوں گے۔

ترتیخ

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کے لیے بہترین ادوار کی تقسیم فرمادی ہے۔

1- عہد نبوی ﷺ و عہد صحابہ

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے لیے سب سے بہتر دور تو میری حیات طیبہ کا زمانہ اور اصولی ہے لہذا مسلمانوں کے لیے سب سے افضل دور عہد نبوی ہے جس میں آپ ﷺ موجود تھے۔

یہ دور ہے جس میں صحابہ کرام نے براہ راست حضور نبی اکرم ﷺ سے فیض حاصل کیا۔ اس زمانہ میں قرآن پاک نازل ہوا۔ حضور اکرم ﷺ اس کی عملی تفسیر ہیں۔ عہد صحابہ کرام کا دور حضور اکرم ﷺ کا دور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

أَصْحَابِيْ كَالْجُومِ بَايِهِمْ اُفْتَدِيْتُمْ اهْتَدِيْتُمْ

(تفسیر روح المعانی: ج ۱، ص ۷۷)

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

2- عہدت ابغیض

اس حدیث مبارکہ میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے اور میرے صحابہ کرام کے بعد والا دور دوسرے ادوار سے بہترین ہو گا۔ تا بعین چونکہ صحابہ کرام کے تربیت یافتہ تھے لہذا ان

کے دور کو بھی افضل ادوار میں شمار کیا گیا ہے۔

3۔ عہدِ تبع تابعین

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے تابعین کے بعد آنے والے لوگوں کا زمانہ عمدہ ہوگا کیونکہ وہ ان کے قریب تر ہوں گے۔ بعض روایات میں خیر القرون یعنی بہترین ادوار کا آپ نے فرمایا اس کے بعد ایسے لوگوں کا دور آجائے گا جن میں سے جیسی بھلائی باقی نہیں رہے گی پہلے جیسی خیر باقی نہیں رہے گی۔

منافق کی علامات 22

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا أُوْتُمْ خَانَ.

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث: ۵۹)

”حضرت ابو ہریرہ رض بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور اگر اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔“

تشریح:

مناق کی دو قسمیں ہیں :

۱۔ نفاق عملی ۲۔ نفاق اعتقادی

نفاق عملی

نفاق عملی کی تعریف یہ ہے کہ آدمی اسلام میں دل سے داخل ہو لیکن عمل اسلام میں کمزور ہو۔
نفاق عملی کی شکلیں ۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (احمد بن عبد الرحیم) نے الفوزالکبیر فی اصول التفسیر میں نفاق عملی کی چھ صورتیں تحریر فرمائی ہیں:
۱۔ اپنی قوم کی موافقت کے اگر وہ اسلام پر باقی رہے تو یہ بھی باقی رہیں گے ورنہ یہ بھی اسلام ترک کر دیں گے۔

- ۲۔ نفاق عملی کی ایک شکل یہ تھی کہ دل میں دنیا کی محبت پوری طرح بھری تھی، اب اس میں محبت رسول اور محبتِ اسلام کے لیے کوئی جگہ باقی نہ تھی۔
- ۳۔ ایسے لوگ بھی تھے جن کے سینوں میں حسد، کینہ، لغض اور مال کی حرص کی آگ ایسی بھڑگ رہی تھی کہ توجہ الہ اور مناجات کے لیے سینوں میں جگہ بھی نہ تھی۔
- ۴۔ دنیاوی اور معاشری کاموں میں مشغولیت اور آخرت سے غفلت بھی نفاق عملی کی ایک شکل تھی۔
- ۵۔ ایسے بھی لوگ تھے جو کمزور مسلمان تھے، ان کے دلوں میں رسالتِ محمدی کے بارے میں شک و شبہ آتا رہتا تھا۔
- ۶۔ قبیلوں کی محبت اور تعصب بھی نفاق عملی کی ایک شکل میں داخل تھا۔

نفاق عملی کا حکم

نفاق عملی کا حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو توبہ کرنے سے معاف کر دیں گے، اگر کوئی بغیر توبہ کیے مرجیا، تو نفاق عملی کی سزا کے لیے دوزخ میں جائے گا، پھر اس کی سزا پوری ہو کر اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ نفاق عملی گناہ کبیرہ کے مثل ہے۔

نفاق اعتقادی

نفاق اعتقادی کی تحریف یہ ہے کہ آدمی اسلام میں دل سے نہ داخل ہو، دل میں کفر رکھے اور ظاہر میں اسلام۔

نفاق اعتقادی کا حکم

نفاق اعتقادی کا حکم یہ ہے کہ ایسے منافق کو جو نفاق اعتقادی رکھتا ہو ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنَّ الْمُنْفَقِينَ فِي الدَّرِكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ۝

﴿سورۃ النساء. ۱۲۵﴾

بے شک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور آپ ان کے لیے ہرگز کوئی مددگار نہ پائیں گے یہ آیت نفاق اعتقادی والے منافق ہی کے بارے میں ہے۔

حدیث اور سنت سے متعلقہ کتب

۱۔ تیسیر مصطلح الحدیث، الدکتور محمود الطحان

۲۔ اصول الحدیث مصطلحات و علوم، ڈاکٹر خالد علوی

۳۔ تاریخ حدیث و محدثین، استاذ محمد محمد ابو زہو

۴۔ حفاظت حدیث، ڈاکٹر خالد علوی

۵۔ حدیث کا درایتی معیار، مولانا تقی امین

۶۔ اتحادیث فی علوم الحدیث، پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر

۷۔ محاضرات حدیث، ڈاکٹر محمود احمد غازی

۸۔ حدیث رسول ﷺ کا تشریعی مقام، ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی

۹۔ سنت کی آئینی حدیثت، سید ابوالاعلیٰ مودودی

۱۰۔ سنت خیر الانام، پیر محمد کرم شاہ الازھری

سوالات

۱۔ حدیث اور سنت کی اقسام نیزان میں فرق بیان کریں۔

۲۔ جمع تدوین حدیث کے ادار پر تفصیلی تشقیق کرو کریں۔

۳۔ احادیث کی تین مشہور کتب پر نوٹ لکھیں۔

۴۔ صحیحین سے کیا مراد ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اصل نام قلمبند کریں۔

۵۔ بہترین زمانہ سے کیا مراد ہے اور تینوں زمانوں پر حدیث کی روشنی میں بیان کریں۔

۶۔ مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحِمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضُوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهْرِ وَالْحُمَّى کا ترجمہ کریں۔

۷۔ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ کا ترجمہ کریں۔

باب چہارم

اسلامی قانون اور اصول قانون

(فقہ/اصول فقہ) کا تعارف

Introduction To IslAmic Law & Jurisprudence

۱۔ اسلامی قانون کو لغوی معنی و مفہوم

۲۔ قانون اور اصول قانون کے بنیادی تصورات

۳۔ اصول قانون (Jurisprudence)

۴۔ فقہ اسلامی کا تاریخی ارتقاء

۵۔ فقہ کے مآخذ

۶۔ مجہد کی شرائط

۷۔ فقہی اختلافات کی حیثیت

اصول قانون / اصول فقه (Jurisprudence)

قانون کا دائرہ کار، بہت ہی ہم گیر اور وسیع ہے۔ انسانی زندگی کا ہر پہلو خواہ اس کا تعلق معاشرت سے ہو، معاش سے ہو افراد کے باہمی معاملات سے ہو یا ریاست سے متعلقہ قانون کی حدود کے دائرہ کا ہو۔ آج زندگی کے ہر شعبہ میں قانون کی حکمرانی تسلیم کی جاتی ہے۔ قانون کا مقصد معاشرہ میں عدل و انصاف کو برقرار رکھنا ہے۔ اسلام نے روز اول سے قانون کی پسداری کا اصول نہ صرف دیا ہے بلکہ اس پر عمل بھی کر کے دیکھایا ہے۔

قانون کا مفہوم

(Law) انگریزی کا لفظ ہے جس کے معنی قانون کے ہیں۔ یہ جرمن زبان کے لفظ LOG سے نکلا ہے۔ انگریزی زبان میں یہ لفظ یکسانیت کے معنوں میں عام طور پر استعمال ہوتا ہے۔ مدنیت کے علم میں علم قانون اس طریقہ کار کا نام ہے جس کا تعلق کار و بار سلطنت سے ہو۔

قانون کی تعریف

1- تیسری صدی عیسوی میں بینٹ ٹھامس (St.Thomes) کے اعلامیے سے مغرب میں قانون کی تعریف کے تصور کا آغاز ہوا۔ St.Thomes کہتا ہے ”عام بہبود کے لیے عقل پر منی اس ضابطے کو قانون کہتے ہیں جو عوام کی بہتری کے لیے ذمہ دار شخص کی طرف سے نافذ کیا جاتا ہے۔

2- ولسن willson کے نزدیک: قانون مسلمہ افکار و عادات کا وہ حصہ ہے جس کو باقاعدہ قواعد کی صورت میں تقسیم کر لیا گیا ہو اور جسے حکومت اپنے اختیارات کے ذریعے نافذ کرے۔

3- ٹی ایچ گرین (T.H Green) کے نزدیک: قانون حقوق اور ذمہ داریوں کا ایسا نظام ہے جسے ریاست نافذ کرتی ہے۔

4- جان آسٹن (John Austin) لکھتا ہے: وہ قواعد و ضوابط جو ایک ذہن آدمی اپنے ماتحت ذہن آدمی کے لیے وضع کرے۔

5- اے۔ ڈبلیو۔ موشن A.W.Motion کے نزدیک انسانی اعمال کے لیے وہ قواعد جن کی پابندی لوگوں کے لیے لازم کردی گئی ہو یا معاشرہ کے کسی طبقہ یا گروہ کے اعمال اور سمع و طاعت

کے لیے ایک منظور شدہ حکم نامہ قانون کھلاتا ہے۔

ماخذ قانون

مغربی قوانین خواہ انگریزی، امریکی یا جرمن ہوں ان کے تمام تر مآخذ مادی ہوتے ہیں جن میں رسم و رواج، عدالتی فیصلے اور افراد کی رائے کو اساسی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ ان بنیادوں پر جو ضوابط بھی تشکیل پذیر ہوتے ہیں وہ قانونی حیثیت حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ تمام مآخذ سراسر انسانی عقل و دانش پر بنی ہوتے ہیں اور چونکہ انسانی فکر زندگی کے تمام گوشوں پر کبھی مکمل طور پر محيط نہیں ہو سکتی اسی لیے ان قوانین کو دوام حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ دوام صرف اُسی قانون کو حاصل ہو سکتا ہے جو کسی ایسی ہستی کا تشکیل کر دہ ہو جس کی نظر زندگی کی کلیت پر ہو اور وہ زندگی کے تمام باطنی اور ظاہری تقاضوں کو صحیح ہو۔

اسلامی قانون اور اصول قانون کے بنیادی تصورات

(Basic Concepts of Islamic Law & Jurisprudence)

اسلامی قانون یا فقہ (Islamic Law)

فقہ کے لغوی معنی ”علم، فہم اور سمجھ“ کے ہیں۔ قرآن مجید میں لفظ فقه متعدد مقامات پر ان معنوں پر استعمال ہوا ہے۔ فقہ کے لغوی معنی شق اور فتح کے بھی آتے ہیں۔ امام محمود بن عمر الزختری لکھتے ہیں: والفقہ حقيقة الشق والفتح

(الفائق في غريب الحديث: ج ۳، ص ۱۳۲)

فقہ کی حقیقت تحقیق تقویت کرنا اور کھولنا ہے۔

امام غزالی نے فقہ کے معنی فہم اور تدبیر اور دین میں بصیرت کے بیان کیے ہیں۔

فقہ کا اصطلاحی معنی

قانون، شریعت، حکم شرعی وغیرہ فقہ کے ہم معنی الفاظ ہیں لیکن اسلامی قانون کے لیے زیادہ تر فقہ میں استعمال ہوتا ہے۔ علم فقہ کی اصطلاحی تعریفات درج ذیل ہیں:

- 1: فقہ وہ علم ہے جس کے ذریعے عاقل و بالغ انسانوں کے افعال کے بارے میں فرض، واجب، مستحب، مباح، مکروہ یا حرام ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے احکام معلوم ہوں اور یہ احکام

- شریعہ کتاب و سنت اور اجماع یا قیاس کے ذریعے معلوم کیے گئے ہوں۔
 2: احکام شرعیہ کی فرضیت اور علت و حرمت کا علم ”علم فقہ“ کہلاتا ہے۔
 3: مجلہ الاحکام العدیلیہ میں فقہ کی تعریف:

الْفِقْهُ : عِلْمٌ بِالْمَسَائِلِ الشَّرِعِيَّةِ (مَجَلَّةُ الْأَحْكَامِ الْعَدْلِيَّةِ ج ۱، ص ۱۵)

فقہ سے مراد: ”اعمال شریعت کے مسائل کا علم فقہ کہلاتا ہے“
 فقہ کی جو تعریف علمی فقہ نے کی ہے۔ وہ اس تعریف سے زیادہ جامع ہے۔ ان کے نزدیک فقہ ان فروعی احکام شرعیہ کا علم ہے۔ جو قصیل دلائل سے ماخوذ ہوں۔
 4: امام ابوحنینہ نے فقہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

”قُولُ الْإِمَامِ أَبُو حَنِيفَةَ الْفِقْهُ “هُوَ مَعْرِفَةُ النَّفْسِ مَا لَهَا وَمَا عَلَيْهَا“
 (البحر المحيط فی أصول الفقه ج ۱، ص ۱۶)

”انسان کا اپنے حقوق و فرائض کا جان لینا فقہ ہے“

علم فقہ کا فائدہ

علم فقہ سے انسان کو یہ علم ہو جاتا ہے کہ کون سے اعمال اس کے لیے جائز ہیں اور ان کو بجالا نا ضروری ہے اور کون سے اعمال اس کے لیے ناجائز ہیں جن سے بچنا ضروری ہے۔

علم فقہ کی تقسیم

چونکہ علم فقہ کا اطلاق دین و دنیا و نوں پر ہوتا ہے۔ ایک عبادات جو امور آختر سے متعلق ہیں جیسے نماز، روزہ، زکوہ اور حج۔ دوسری قسم دنیاوی امور سے متعلق ہیں۔ اس کی کئی اقسام ہیں جیسے کہ عبادات، عقوبات (حدود و تعزیرات) اور مناکحات یعنی احکام نکاح و طلاق وغیرہ

1۔ عبادات

عبادات میں وہ امور آتے ہیں جن کا تعلق اللہ تعالیٰ اور بندوں سے ہو۔ جیسے نماز (صلواۃ)، روزہ (صوم)، زکوہ، حج وغیرہ

2۔ عقوبات

عقوبات میں جرائم اور ان کی سزاویں سے بحث کی جاتی ہے۔ جیسے قتل، چوری، زنا،

جوہی تہمت لگانا، شراب نوشی، ڈاک زنی وغیرہ اور ان جرائم پر عائد ہونے والی حدود و تعزیرات اور قصاص سے متعلق احکام بیان کیے جاتے ہیں۔

3- معاملات

اس عنوان کے تحت معاشرتی اور مالیاتی قوانین کو بیان کیا جاتا ہے مثلاً خرید و فروخت، رہن، امانت، بہبہ، اجارہ اور ضمانت وغیرہ

4- مناکحات

مناکحات میں نکاح، طلاق، عدت، نسب، نان و نفقة، پرورش اولاد، حق ولایت، وصیت، وراثت، میاں یوں کے حقوق و فرائض سے متعلق مسائل بیان کیے جاتے ہیں۔

5- مخاصمات

مخاصمات میں عدالتی مسائل، دعویٰ، شہادات، قانون مرافق اور حصول حاکمہ شامل ہیں۔

6- سیر

سیر سیرت کی جمع ہے اس میں احکام جہاد، مال غنیمت، امان، ذمیوں کے حقوق، صلح و جنگ کے احکام بیان کیے جاتے ہیں۔

7- احکام سلطانیہ

احکام سلطانیہ میں خلافت، امارت، وزارت، فوجی معاملات اور مختلف قسم کے محصل مثلاً جزیہ، عشر، خراج وغیرہ سے بحث کی جاتی ہے۔

اصول قانون (Jurisprudence)

علم اصول قانون سے مراد ایسا علم ہے جس سے قانون کا مفہوم سمجھا جاسکتا ہے۔

انگریزی زبان میں Jurisprudence کی اصطلاح لاطینی کے دو الفاظ ius اور Prudentia سے لی گئی ہے جس کے معنی علی الترتیب ”قانون“ اور ”علم“ کے ہیں۔

لہذا علم اصول قانون سے مراد ایسا علم ہے جو قانون کے بنیادی مفروضات کو واضح کرے۔ اس قانون میں عام تصورات قانون کی تعبیر کی جاتی ہے۔ بلاشبہ اس تعبیر کی متعدد

شہراہیں ہیں لیکن منزل ایک ہی ہے یعنی قانون کے بنیادی اصول متعین کرنا۔ ہر شاہراہ کو علم اصول قانون کا مکتب School of Jurisprudence کہتے ہیں۔

تعريف

- ۱۔ آسٹن (Austin) نے اصول قانون کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: ”اصول قانون موجہ قانون کے فلسفیانہ مطالعہ کا نام ہے۔
- ۲۔ سالمنڈ Salmond لکھتا ہے: Jurisprudence دراصل وہ علم ہے جو ملکی قانون Civil Law کے بنیادی اصولوں سے واقعیت پیدا کرنے میں مدد دیتا ہے۔
- ۳۔ ہالینڈ Holland کی تعریف جامع الفاظ میں ہے:

Jurisprudence is the Formal Science of Positive Law

ہالینڈ کے بموجب اصول قانون (Jurisprudence) موضوع قانون کو سمجھانے کا ایک علم ہے۔ منحصر کہ سکتے ہیں کہ Jurisprudence انسان کے وضع کردہ قانون کے بنیادی اصولوں کو سمجھنے اور سمجھانے کا علم ہے۔ دوسرے الفاظ میں Jurisprudence ایک سوشل سائنس ہے اور دوسرے عمرانی علوم کے ساتھ اس کا تعلق اتنا ہی پرانا ہے جتنا خود انسان کا سماج سے ہے۔

اصول فقہ کی اصلاحی تعریف

- 1: ”اصول فقہ ان قواعد کا مجموع ہے جو ایک فقیہ کے لیے اسلامی مأخذ قانون سے احکام اخذ کرنے یا حاصل کرنے کا طریقہ وضع کرتا ہے،“
 - 2: تاریخ فقہ و اصول فقہ میں اصول فقہ کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے: ”اصول فقہ ان قواعد کا مجموع ہے جن کے مسلمان قانون ساز ادارے یا شخصیات پابند ہو کر قانون سازی کرتے ہیں اور یہ علم وہ منابع اور طریقہ وضع کرتا ہے جو ایک فقیہ، عالم یا مجتهد یا مجتهدین کو قانون سازی میں معاونت کرتے ہیں۔“
- اصول فقہ وہ علم ہے جس میں قانون حاصل کرنے کے ذرائع اور مقامات سے بحث ہوتی ہے۔ یہ کلیات کا علم ہے جزئیات کا نہیں۔
- معاشرہ میں نئے نئے مسائل ابھرتے چلے گئے۔ ان مسائل کو زمانہ کے تقاضوں کے

مطابق حل کرنے کے لیے فقہاء نے فقہ میں اضافہ کیا۔ رسول اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں ملکی مسائل کا حل قرآن مجید اور اقوال نبی اکرم ﷺ سے ہوتا تھا۔ خلافائے راشدین کے دور میں مسائل کو حل کرنے کے لیے دو چیزوں اجماع اور رائے کا اضافہ ہوا۔ تیسرا دو ریعنی نصف اول صدی تا اوائل دوسری صدی میں قیاس، احسان اور استصلاح کا استعمال کثرت سے ہوا۔ غرضیکہ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا فقہاء اور مجتہدین کو ملکی مسائل کو حل کرنے کے لیے قواعد اور اصول ضبط کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ ان کی روشنی میں مسائل کو حل کیا جاسکے۔ اب قواعد و قوانین ایک مستقل علم کی شکل اختیار کر گئے جن کا نام اصول فقہ ہے۔

اصول فقہ کا موضوع

اصول فقہ کا موضوع شرعی احکام تک رسائی ہے۔ علماء اصول اس موضوع کو چار حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:

۱۔ الأدلة الشرعية (ماخذ قانون)

اس میں تمام شرعی ماخذ سے بحث کی جاتی ہے ان کی جیت اور ان سے مسائل استنباط کرنے کے طریقے بیان کیے جاتے ہیں۔ مشہور شرعی ماخذ قرآن، سنت، اجماع اور قیاس ہیں۔

۲۔ الحکم الشرعي

اس موضوع کے تحت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت، فلاح اور ترقی کے جتنے احکام دیئے ہیں ان کی حیثیت کا تعین کیا جاتا ہے اور عمل کے لحاظ سے انکی درجہ بندی کی جاتی ہے۔

۳۔ وجوه دلالات

اس میں مأخذ سے احکام مستبطن کرنے کے طریقوں سے بحث کی جاتی ہے۔

۴۔ اجتہاد و تقليد

اس میں اجتہاد کی تعریف، اس کی شرائط، مجتہدین کی شرائط، اجتہاد کی شرعی حیثیت، ایک سے زیادہ مجتہدین کا ایک ہی وقت اجتہاد کرنا جیسے موضوعات پر بحث کی جاتی ہے۔ دوسرा موضوع تقليد ہے یعنی کسی ایک مجتہد کی آراء کو قبول کرنا اور عملی زندگی کے معاملات کو ان کے مطابق حل کرنا تقليد کہلاتا ہے۔

فقہ اسلامی کا تاریخی ارتقاء

(History of Islamic Law)

ترقی کے لحاظ سے فقہ اسلامی چار ادوار میں تقسیم ہے:

فقہ اسلامی کا پہلا دور - عہد رسالت مآب ﷺ

اس دور کا آغاز وی تا وصال حضور نبی اکرم ﷺ یعنی ۱۰ ہجری تک ہے۔ یہ دور فقہ اسلامی کا آغاز ہے۔ نزول وحی سے فقہ اسلامی کی ابتداء ہوئی اور وفات نبی ﷺ تک پوری شریعت مکمل ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں فقہ سے متعلق جملہ امور آپ کی ذات اقدس سے وابستہ تھے۔ قانون سازی، فتاویٰ کے فرائض آپ ﷺ خود انجام دیا کرتے تھے اس زمانہ میں فقد کی باقاعدہ ترتیب و تدوین نہیں ہوئی۔ زندگی کی ضروریات اتنی محدود تھیں کہ اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ پیش آمدہ مسائل میں حضور نبی اکرم ﷺ بذات خود اجتہاد بھی فرماتے تھے۔ اسلامی قانون کے بنیادی اصولوں کا خاکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی تیار ہو گیا تھا۔

اس دور میں فقہ کے صرف دو ہی مآخذ تھے۔

۱- قرآن حکیم ۲- تشریحات نبوي ﷺ

رسول اکرم ﷺ کی ضرورت کے موقع پر یا لوگوں کے کسی غلط فہمی میں بتلا ہونے کے ڈر سے قرآن میں بیان کیے گئے احکام کی تشریع فرمادیتے تھے۔ اور دوسرا طرف اس کو نافذ کر کے بعد کے لیے عملی را ہیں پیدا فرمادیں۔

فقہ اسلامی کا دوسرا دور - عہد خلافت راشدہ

تاریخ فقہ اسلامی کا دوسرا دور کبار صحابہ کرام کا دور ہے۔ جس کا آغاز ۱۱ ہجری سے ہوا اور اختتام ۲۳ ہجری کو ہوا۔ یعنی اس کا آغاز سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کے آغاز سے ہوتا ہے اور خلافت راشدہ کے اختتام پر ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کو حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں بطور مفتی نامزد فرمایا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ طریقہ اپنایا کہ جن مسائل بارے میں قرآن کریم کی آیت موجود ہوتی وہاں قرآن سے فیصلہ کرتے۔ اگر قرآن کریم میں حکم نہ ملتا تو سنت رسول کے

مطابق فیصلہ کرتے۔ اگر سنت بھی نہ ملتی تو صحابہ کرام کو جمع کر کے مشورہ کرتے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں جب فتوحات کی کثرت ہوئی تو مسائل بھی کثرت کے ساتھ پیش آئے تو حضرت عمر فاروقؓ نے بھی سابقہ طریقہ اپنایا۔

خلافے راشدین کا یہ معمول تھا کہ اگر ان کے سامنے کوئی پیچیدہ مسئلہ پیش آ جاتا تو تمام لوگوں کو اکٹھا کر کے ان کی رائے لی جاتی۔ اس طرح اجتماعی اجتہاد کے ذریعے مسائل کا شرعی حل تلاش کیا جاتا، اس کا نام اجماع ہے۔

خلافے راشدین کے دور میں اسلامی فتوحات کی وجہ سے اسلامی مملکت کا دائرہ وسیع ہو گیا تو کبار صحابہ کرام ان مفتوحہ علاقوں میں پھیل گئے۔ جہاں بھی کوئی صحابی پہنچا وہاں علم کا ایک مستقل فقہی مرکز بن گیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے مکہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ زنے مدینہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ نے مصر میں اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے کوفہ میں فتویٰ نویسی میں خدمات سر انجام دیں۔

اس دور میں شریعت کے دو مصادر کا اضافہ ہوا۔ تیسرا مصدر اجماع اور چوتھا مصدر قیاس قرار دیا گیا۔ اس دور میں قیاس کا لفظ نمایاں نہیں ہوا بلکہ رائے کا لفظ اس کی جگہ استعمال ہوا۔

تیسرا دور: ما بعد خلافت راشدہ تا اوائل دوسری صدی

تاریخ فقہ اسلامی کے تیسرا دور کا آغاز ۲۱۳ھ میں حضرت علیؓ کی شہادت سے شروع ہوا اور ۲۱۴ھ میں بنوامیہ کے زوال کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ یہ دور صغار صحابہ کرام اور کبار تابعین کا دور کہلاتا ہے۔ اس دور میں فقہ کی ترتیب و تدوین کا پورا مowardیتار ہوا۔ اس دور کو ترتیب و تدوین کا تاسیسی دور کہنا زیادہ مناسب ہے۔ اس دور میں احادیث کی روایت کا سلسلہ قائم ہوا اور حدیث کا عام رواج ہوا۔ صحابہ کرام کے زمانہ میں ایک حد تک اس پر پابندی تھی۔ غیر عرب لوگوں کی تعلیم و تربیت سے آرستہ ایک بڑی جماعت تیار ہوئی اور اس نے تمام اسلامی شہروں میں تعلیم و تربیت کے مرکز قائم کیے۔

فقہ کے مختلف مکاتب فکر اس دور میں قائم نہیں ہوئے تھے۔ جو شخص جہاں سے چاہتا

فتولی حاصل کرتا تھا۔ اس دور کے فقہی مرکز مدینہ طیبہ، مکہ مکرمہ، کوفہ، بصرہ، شام، مصر اور یمن تھے۔

چوتھا دور: 101ھ تا 350ھ

تاریخ فقہ اسلامی کا چوتھا دور دوسری صدی ہجری کی ابتداء سے چوتھی صدی ہجری کے نصف اوپر پہنچا ہے۔ یہ دور ہے جس میں فقہ باقاعدہ ایک علم بن چکا تھا۔ اس دور میں فقہ اسلامی نے غیر معمولی ترقی کی۔ مشتمل نبیا دوں پر فقہی احکام و قوانین کا استنباط کیا گیا۔ فقہ اس دور میں باضابطہ نباجس کے اصول و ضوابط مقرر کیے گئے اور اس کی اصطلاحات اور منابع طے پائے۔

فقہ کی باقاعدہ تدوین اسی دور میں ہوئی اور اس دور میں نامور فقہاء پیدا ہوئے۔ جرج و تدبیل کافن اس دور میں مدون ہوا۔ اصول فقہ کی تدوین بھی اسی دور میں ہوئی۔ فقہاء نے اصول فقہ پر بہت سی کتابیں لکھیں۔ اس دور میں فقہی اصول و اصطلاحات کے ساتھ فقہی قواعد بھی بنائے گئے۔

اس دور کے مشہور فقہاء کرام

- | | | |
|--|-----------------------------|------------------------------------|
| 1- امام ابوحنیفہ (نعمان بن ثابت) | 2- ابوسفیان ثوری | 3- محمد بن عبد الرحمن بن ابی یعلیٰ |
| اماں ابوحنیفہ کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں میں سے مندرجہ ذیل کو زیادہ شہرت ملی: | | |
| 1- امام ابویوسف | 2- امام محمد بن حسن شیعیانی | 3- امام مفری بن ہذیل |
| 4- امام حسن بن زید کوفی | 5- امام محمد بن ادریس شافعی | 6- امام احمد بن حنبل |

اصول فقہ کا ارتقاء

اصول فقہ کا آغاز صحابہ کرام کے دست مبارک سے ہوا۔ صحابہ کرام نے وہ قواعد وضع کیے جن کی بنیاد پر آگے چل کر اصول فقہ کا علم وجود میں آیا۔ صحابہ کرام نے مختلف اوقات میں مختلف اصول و قواعد مقرر فرمائے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رض نے ایسی حاملہ عورت کی عدت جس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو وضع حمل قرار دیا اور فرمایا: چھوٹی سورہ نساء بڑی سورہ نسا کے بعد نازل ہوئی

اس سے آپ کا اشارہ قاعدہ نجح کی طرف تھا کہ بعد کے حکم نے پہلے حکم کو منسوخ کر دیا۔

حضرت علیؑ نے شرابی کو ۸ کوڑے کی سزا کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

”وَقَالَ عَلِيٌّ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا شَرِبَ افْتَرَى فَارَى أَنَّ يَجْعَلَهُ كَحْدَ الْفَرِيْةِ“

(سنن ابو داود، کتاب الحدود، حدیث: ۳۲۸۹)

”اور حضرت علیؑ نے کہا: آدمی جب شراب پیتا ہے تو بہتان باندھتا ہے اس لیے

میری رائے یہ ہے کہ اس کی حد بہتان کی حد کر دی جائے“

فقہ کی ضرورت و اہمیت

دنیا میں جتنے بھی مذاہب ہیں ان میں اسلام نے سب سے زیادہ جامع اور مکمل قوانین دیتے ہیں۔ ان قوانین کے مجموعہ کو فقہ اسلامی کے نام سے موسم کیا جاتا ہے۔ اسلام نے قوانین کو ان کا صحیح مقام دیا ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث مبارکہ سے فقہ کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: حَلَّفُتْ فِيكُمْ شَيْئِينَ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُمَا: كِتَابُ اللَّهِ وَسُنْنَتِي، وَلَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَى الْحَوْضَ

(سنن دارقطنی ج. ۵. ص ۳۲۰، حدیث: ۳۰۶)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ تو ہرگز مراہنہ ہو گے، جو اللہ کی کتاب اور میری سنت تو تھائے رکھیں گے یہاں تک کہ وہ حوض کوثر پر مجھ سے آ کر ملیں گے۔ ایک اور روایت میں یوں ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّتِهِ يَوْمَ عَرَفةَ وَهُوَ عَلَى نَاقِبِهِ الْقُصُوَاءِ يَخْطُبُ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَحَدْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا كِتَابَ اللَّهِ وَعِرْتَنِي أَهْلَ بَيْتِي

(جامع ترمذی، ابواب المناقب: حدیث: ۳۷۹۳)

”حضرت جابرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو جست الاوعاء کے موقع پر عرفہ کے دن اپنی اونٹی قصواہ پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا، میں نے سماں آپ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑی کہ اگر تم اسے پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب، اور میرے گھروالے“ اہل بیت ”۔
کتاب اللہ دین اسلام کا اولین مأخذ اور انسانوں کی رہنمائی کے لیے قوانین کا مجموعہ ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لَيُنَفِّرُوا كَافَّةً طَفَلُوا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ
طَائِفَةٌ لَيَتَفَقَّهُوْ فِي الدِّينِ وَلَيُنَدِّرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ
يَحْذَرُونَ

﴿سورۃ التوبۃ: ۱۲۲﴾

اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سارے کے سارے مسلمان (ایک ساتھ) نکل کھڑے ہوں تو ان میں سے ہر ایک گروہ (یا قبیلہ) کی ایک جماعت کیوں نہ نکلے کہ وہ لوگ دین میں تفہم (یعنی خوب فہم و بصیرت) حاصل کریں اور وہ اپنی قوم کو ڈرا میں جب وہ ان کی طرف پلٹ کر آئیں تاکہ وہ (گناہوں اور نافرمانی کی زندگی سے) بچیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فتنے کی اہمیت کے بارے میں فرمایا:

حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ حَطِيبًا يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: مَنْ يُرِدُ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفْقِهُ فِي الدِّينِ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمُ وَاللَّهُ يُعْطِي، وَلَنْ تَرَأَلْ هَذِهِ الْأُمَّةُ قَائِمَةً عَلَى أَمْرِ اللَّهِ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفُهُمْ، حَتَّىٰ يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ.

(صحیح بخاری، کتاب العلم، حدیث: ۱۷)

”حمدی بن عبد الرحمنؓ نے حضرت معاویہؓ کو خطبہ دیتے ہوئے سن۔ فرمائے تھے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا: جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین کی فقرہ (سوچھ بوجھ) عطا فرماتا ہے۔ بے شک میں تقسیم کرنے والا ہوں جب کہ اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور یہ امت ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گی اور ان کے مخالف قیامت تک انہیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔“

اس طرح ایک اور مقام پر فتنے کی اہمیت اس طرح بیان فرمائی:

عَنْ أُبْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: فَقِيهٌ وَاحِدٌ أَشَدُ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنَ الْفِعَابِدِ۔

(سنن ابن ماجہ، بِ فَضْلِ الْعُلَمَاءِ وَالْحَتِّ عَلَى طَلَبِ الْعِلْمِ، حدیث: ۲۲۲)

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ایک فقیہ

شیطان پر ہزار عابدوں سے بھاری ہوتا ہے۔

فقہ اور اصول فقه کے ما آخذ

(Sources of Islamic Law & Jurisprudence)

ماخذ کے لغوی معنی ہیں نکلنے کی جگہ۔ اصطلاح میں اس سے مراد کسی علم کے وہ مقامات ہیں جہاں سے اس کے قواعد و ضوابط بر اہ راست اور بنیادی طور پر حاصل کیے جائیں۔ فقہ میں اس مقصد کے لیے اصول کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے جس کے معنی ہیں جڑیں۔

پہلا ماخذ: قرآن مجید

فقہ اسلامی کا سرچشمہ اور بنیادی ماخذ قرآن ہے۔ یہ اسلامی قانون کا اصل اصول ہے۔ اس میں شریعت کے بنیادی اصول بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں عقائد کی پوری تفصیل بیان کی گئی ہے مگر عبادات اور حقوق کا بیان ابھائی ہے۔

قرآن اسلامی شریعت میں دستور کی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن حضور نبی اکرم ﷺ اور ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے پیشوں ہے اس لیے یہ قانون شرعی کا اصل سرچشمہ ہے۔

قرآن مجید ضابطہ حیات ہے۔ اس میں منصوص احکام کا بیان اجھا ہے۔ تفصیل اس لی نہیں کہ اگر تفصیلات ہوتیں تو طوالت کی وجہ سے اس کی وہ حیثیت باقی نہ رہتی جواب ہے۔ اگر قرآن میں ہربات اور حکم کی تفصیل بیان کی جاتی تو قرآن سینکڑوں جلدوں میں مرتب ہوتا۔

قرآن حکیم میں دو قسم کی آیات ملتی ہیں جن میں سے دو قسم کے احکام مستبط ہوتے ہیں، ایک آیات مکملات، دوسرا آیات متشابہات۔ آیات مکملات میں وہ احکام مذکور ہیں جو تاکیدی ہیں اور جن کی بجا آوری واجب اور لازم ہے۔ آیات متشابہات سے مراد ایسی آیات ہیں جن کے احکام واضح نہیں ہوتے مگر جن کی جو بھی مراد ہواں پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔

احکام پر علم پیرا ہونے کے لیے قرآن مجید میں اوامر و نواہی کی شکل میں واضح احکام موجود ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نہ صرف احکام کے فرائض سرانجام دیتے بلکہ مقدمات کا تصفیہ بھی فرماتے تھے۔ انتظامی اور عدالتی امور کی قرآن مجید میں وضاحت موجود ہے۔

فقہ اسلامی کا ماغذہ قرآن کی وہ آیات ہیں جن میں احکام بیان کیے گئے ہیں۔ ان کی تعداد پانچ سو کے قریب ہے۔ آیات احکام کا نزول زیادہ تر مدنی دور میں ہوا۔ قرآن حکیم میں جن امور کے بارے میں صرف اشارات دیئے گئے ہیں انکی تفصیل و تشریح کے لیے سنت رسول ﷺ سے رجوع کرنا ضروری ہے۔ ارشادربانی ہے:

وَمَا أَتَكُمُ الرَّسُولُ فَخُدُوهُ وَمَا نَهِكُمْ عَنْهُ فَاتَّهُواج ﴿سورة الحشر: ۷﴾
اور جو کچھ رسول ﷺ تمہیں عطا فرمائیں سو اسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو (اس سے) رُک جایا کرو۔

قرآن حکیم کی تشریح کے لیے سنت نبویہ کے بغیر قرآنی احکامات کو نہ تو پورے طور پر سمجھنا ممکن ہے اور نہ ہی اس پر عمل کرنا ممکن ہے۔

دوسراما غذ: سنت نبوی

فقہ اسلامی کا دوسرا ماغذ سنت نبوی ہے۔ سنت کے لغوی معنی طریقہ اور راستہ کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں سنت سے مراد رسول اللہ ﷺ کا عمل اور طریقہ ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت کے بیان و روایت کو حدیث کہا جاتا ہے۔

ماخذ قانون ہونے میں سنت کا درجہ قرآن کے بعد آتا ہے کیونکہ سنت نبوی ﷺ
قرآن کے اجمالی تفصیل ہے اور اسکے اشکال کی تفسیر ہے۔

سنت بذات خود ایک مستقل ماخذ قانون بھی ہے کیونکہ سنت میں ایسے احکامات بھی وارد ہوئے ہیں جن پر قرآن خاموش ہے لیکن مستقل مصدر شریعت ہونے کے باوجود سنت قرآن کے تابع تھہرتی ہے۔ سنت نبوی کا واجب لعمل ہونا قرآن مجید کی متعدد آیات سے ثابت ہے۔ ارشادربانی ہے:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ﴿سورة النساء: ۸۰﴾

جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ . ﴿سورة الحزاب: ۲۱﴾

تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

حدیث نبوی ﷺ میں پائے جانے والے فقہی ضوابط تعداد میں قرآنی ضوابط سے زیادہ ہیں۔

تیراماخذ: اجماع

فقہ اسلامی کا تیراماخذ اجماع امت ہے۔ اجماع کے لغوی معنی متفق ہونے اور اکٹھا ہونے کے ہیں۔ فقہ کی اصطلاح میں اجماع سے مراد ہے کسی حکم شرعی پر ایک زمانے کے فقہاء و محدثین کا متفق ہونا۔ اجماع کی حمایت پر احادیث مبارکہ میں ہے۔

1- لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الصَّلَالَةِ (تفسیر الكبیر، ج ۱ ص ۱۹۲۲)
میری امت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوگی۔

2. عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي أَوْ قَالَ أُمَّةُ مُحَمَّدٍ ﷺ عَلَى ضَلَالٍ وَيَدُ اللَّهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَدَّ شَدَّةً إِلَى النَّارِ

(جامع ترمذی، کتاب الفتن عن رسول الله ﷺ، حدیث: ۲۱۶۷)

”حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے شک اللہ تعالیٰ میری امت کو یا (فرمایا) امت محمد ﷺ کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا جماعت پر، اللہ تعالیٰ کا دست حفاظت ہے جو شخص جماعت سے علیحدہ ہوا وہ دوزخ میں داخل ہوا۔

اجماع کا جھٹ اور واجب الاطاعت ہونا ثابت ہے۔ یہ عملًا اور عادةً ممکن نہیں کسی زمانے کے تمام فقہاء کسی فیصلے پر جمع ہو جائیں البتہ فقہائے کرام اور علماء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ بعد میں منعقد ہونے والا اجماع اپنے سے پہلے اجماع کو ناقابل قبول بناتا ہے مگر اصحاب رسول کا اجماع اس سے مستثنی ہے۔

چاروں مکاتب فقه اجماع کو جائز اور مأخذ فقہ قرار دیتے ہیں۔ اجماع کے ثبوت میں اہم اور مستند دلیل اسلام کا شورائی نظام ہے جو ہر شعبہ کو حاوی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا

گیا:

وَ شَأْوِرُهُمْ فِي الْأَمْرِ ۝ فَإِذَا عَزَّمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۝ سورۃ۔ آل عمران: ۱۵۹ ﴿۱۵۹﴾
اور (اہم) کاموں میں ان سے مشورہ کیا کریں، پھر جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا کریں۔

چوتھا مخذل: قیاس

فقہ اسلامی کا چوتھا مخذل قیاس ہے۔ قیاس کے لغوی معنی اندازہ کرنے یا مساوی کرنے کے ہیں۔ اصول فقہ کی اصطلاح میں قیاس سے مراد یہ ہے کہ کسی مسئلے میں جو حکم نص سے ثابت ہے اسکی علت دریافت کی جائے اور جن دوسرے مسائل میں وہ علت پائی جائے اس میں وہی حکم جاری کر دیا جائے۔ قرآن حکیم میں لفظ خمراستعمال ہوا ہے۔ اس کے لفظی معنی انگور کی شراب ہے۔ یہاں صرف انگور کے نمیر سے بنائے ہوئی شراب سے منع کیا گیا ہے۔ اس میں دوسری قسم کی شرابیں اور مسکرات نہیں آتے بلکہ آیت صرف انگور کی شراب کے خلاف ایک حکم ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس قسم کے مقامات پر قیاس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ قیاس کہتا ہے کہ جس علت کی بناء پر انگور کے نمیر سے بنایا ہوا رس منع ہے وہ علت دوسرے مسکرات سے وابستہ ہونے کی وجہ سے انہیں بھی منوع قرار دیا جائے کیونکہ دو کی علت مشترک ہے یعنی ان دونوں سے نہ پیدا ہوتا ہے۔

تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ قیاس شرعی دلائل میں سے ایک دلیل ہے۔ اس پر عمل اس وقت واجب ہوتا ہے جب پہلے تین مصادر شریعہ یعنی کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع میں پیش آمدہ واقعہ کے لیے کوئی حکم موجود نہ ہو۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد صحابہ کرام نے بھی قیاس پر پوری طرح عمل کیا۔ روافض، خوارج اور ظاہریہ نے قیاس کے جھٹ ہونے سے انکار کیا ہے۔

مجھتد کی شرائط

ایمان و عدل

اجتہاد کے لیے ایک نہایت اہم شرط شریعت اسلامی پر پختہ ایمان و ایقان اور اپنی عملی زندگی میں فتن و فجور سے گریز و اجتناب ہے، علامہ آمدی ۲۳ نے اس کو شرط اولین قرار دیا ہے، کہ وہ خدا کے وجود، اس کی ذات و صفات اور کمالات پر ایمان رکھتا ہو، رسول کی تقدیریق کرتا ہو،

شریعت میں جو بھی احکام آئے ہیں ان کی تصدیق کرتا ہو۔ اسلام کو خواہشات اور مغرب کی عرضیات کے سانچہ میں ڈھالنا ہے یہ اسلام پر حقیقی ایمان اور تصدیق سے محرومی کا نتیجہ ہے، ظاہر ہے جو لوگ اس شریعت پر دل سے ایمان نہیں رکھتے ہوں، جن کا ایمان ان لوگوں کے فلسفہ و تہذیب پر ہو جو خدا کے باغی اور اس دین و شریعت کے معاند ہوں ان سے اس دین کے بارے میں اخلاص اور صحیح رہبری کی توقع رکھنا را ہنزوں سے جان و مال کی حفاظت کی امید رکھنے کے مترادف ہے۔ ایمان کی تحریم سے جو بُرگ و بار وجود میں آتا ہے وہ عمل صالح ہے، اس لیے مجہد کو گناہوں سے مجبوب اور شریعت کے اور مرکاتقیع ہونا چاہیے۔

امام غزالی m نے لکھا ہے کہ وہ عملی اعتبار سے احکام شریعت کے مراجع : قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس کا احاطہ کرتا ہو اور امام بغوی[ؒ] نے ان چار کے علاوہ عربی زبان کا بھی ذکر کیا ہے۔ مناسب ہوگا کہ ان میں سے ہر ایک کا علاحدہ ذکر کیا جائے اور ان سے متعلق ضروری وضاحت کی جائے۔

قرآن کا علم

قرآن کی ان آیات سے واقفیت ضروری ہے جو احکام سے متعلق ہوں، عام طور پر علامہ نے لکھا ہے کہ ایسی آیات کی تعداد پانچ ہے۔
مگر محققین کا خیال ہے کہ یہ تحدید صحیح نہیں ہے، کیونکہ قرآن میں احکام صرف اور مدد نو اہی میں مخضر نہیں ہیں، فصل و واقعات اور مواضع میں بھی فقہی احکام نکل آتے ہیں۔

علامہ شعرانی m فرماتے ہیں کہ اگر فہم صحیح میسر ہو اور تدبیر سے کام لیا جائے تو اس سے کئی اور احکام نکل آتیں گے اور بعض فصل و امثال کے مضامین بھی احکام سے خالی نہ ہوں گے۔ چونکہ قرآن مجید کے بعض احکام منسوخ ہیں، اس لیے نافع و منسوخ کے علم سے بھی واقف ہونا ضروری ہے تاکہ متروک احکام کو قابل عمل نہ ٹھہرایا جائے۔ اسی طرح مجہد کے لیے یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ حافظ قرآن ہو یا ان آیات کا حافظ ہو جن سے احکام متعلق نہیں ہیں۔

احادیث کا علم

مجہد کے لیے ان احادیث سے واقف ہونا ضروری ہے جن سے فقہی احکام مستنبط

ہوتے ہیں، موالع و خرط وغیرہ سے متعلق روایات پر عبور ضروری نہیں، ایسی احادیث کو ہزاروں کی تعداد میں ہیں لیکن بقول علام رازی و غزالی وغیرہ محدود بھی نہیں ہیں۔

بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ ایسی احادیث کی تعداد تین ہزار اور بعض کی رائے بارہ سو ہے لیکن اس تحدید سے اتفاق مشکل ہے۔

حدیث سے واقفیت کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کے صحیح و معترف ہونے سے واقف ہو، خواہ یہ واقفیت براہ راست اپنی تحقیق پر منی ہو یا کسی ایسے مجموعہ احادیث سے روایت نقل کی گئی ہو جس کی روایت کو ائمہ فتنے قبول کیا ہو یہ بھی معلوم ہو کہ حدیث متواتر ہے یا مشہور یا خبر واحد، نیز روایی کے احوال سے بھی آگئی ہو۔ اس طرح جن روایات کو بعض اہل علم نے قبول نہیں کیا ہے ان کے راویوں کی تحقیق کی جائے گی لیکن جن احادیث کو امت میں مقبولیت مل چکی ہے ان کی اسناد پر غور و فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

اجماعی مسائل کا علم

جن مسائل پر امت کے مجتہدین کا اتفاق ہو جائے تو اس سے اختلاف درست نہیں ہے، اس لیے مجتہد کے لیے یہ ضروری ہے کہ اجماعی مسائل سے بھی واقف ہو، البتہ تمام اجماعی اور اختلافی مسائل کا احاطہ ضروری نہیں ہیں۔ بلکہ جس مسئلہ میں اپنی رائے دے رہا ہواں کے بارے میں اسے واقف ہونا چاہیے یہ جاننا بھی اس کے لیے ضروری نہیں ہے کہ اس پر اجماع کیوں ہے؟ بلکہ اس قدر معلوم ہو کہ اس مسئلہ میں اتفاق ہے یا نہیں؟

قياس اجتہاد کے اصول و شرائط کا علم

احکام شریعت کا بہت بڑا حصہ قیاس پر منی ہے اور مجتہد کی صلاحیت اجتہاد کا بھی اصل مظہر یہی ہے، بلکہ حدیث میں اجتہاد ہی کا لفظ آیا ہے۔ جس سے فقہا نے قیاس پر استدلال کیا ہے، اس لیے قیاس کے اصول و قواعد اور شرائط و طریق کار سے واقفیت بھی ضروری ہے، اس لیے کہ قیاس اجتہاد کے لیے نہایت اہم اور ضروری شرط ہے۔

امام غزالی m نے قیاس کی بجائے عقل کا لفظ استعمال کیا ہے جس میں مزید عموم ہے اور قیاس بھی اس میں داخل ہے۔

عربی زبان کا علم

احکام شریعت کے دو اہم مصادر قرآن اور حدیث کی زبان عربی ہے اس لیے ظاہر ہے کہ عربی زبان سے واقفیت نہایت ضروری ہے اور کاراجتہاد کے لیے بنیاد و اساس کا درجہ رکھتی ہے، عربی زبان کے لیے عربی لغت اور قواعد سے واقف ہونا چاہیے، اتنی واقفیت ہو کہ محل استعمال کے اعتبار سے معنی متعین کر سکے، صریح اور مبہم میں فرق کر سکے، حقیقی اور مجازی استعمال کو سمجھ سکے، فن لغت اور نحو و صرف میں کمال ضروری نہیں ہے، اس سے اس قدر واقفیت ہوئی چاہیے کہ قرآن و حدیث کے متعلقات کو سمجھنے میں دشواری نہ ہو اور بقول امام رازی اس کا لغت میں اصمی اور نحو میں سیب یہ خلیل ہونا مطلوب نہیں ہے۔

مقاصد شریعت سے آگہی

اجتہاد کے لیے ایک اہم اور ضروری شرط مقاصد شریعت سے واقفیت ہے اور یہ واقفیت بدرجہ کمال و تمام مطلوب ہے، عام طور پر اہل علم نے اس کا مستقل طور پر ذکر نہیں کیا ہے؛ لیکن امام ابو حاتم شاطبی m نے اس کی طرف خصوصی توجہ دی ہے وہ اجتہاد کے لیے دو بنیادی وصف کو ضروری قرار دیتے ہیں، مقاصد شریعت سے مکمل آگہی اور استنباط کی صلاحیت اور یہ واقعہ ہے کہ مقاصد شریعت سے پوری پوری آگہی نہایت اہم شرط ہے۔

مجتہد کا اصل کام یہی ہے کہ وہ مقاصد شریعت کو ہمیشہ سامنے رکھے اور ان کو پورا کرنے والے وسائل و ذرائع کو اس نقطہ نظر سے دیکھے کہ وہ موجودہ حالات میں شریعت کے بنیادی مقاصد و مصالح کو پورا کرتے ہیں یا نہیں؟۔

فقہی اختلافات کی حیثیت

اختلاف کی حقیقت

کسی کے اقوال یا اس کی باتوں سے کوئی الگ راستہ اختیار کرنے کو اختلاف کہتے ہیں۔ علامہ جرجانی نے اختلاف کی تعریف یوں کی ہے:

اختلاف وہ آدیزش ہے جو دو فریقوں کے درمیان اثبات حق اور ابطال باطل کے لیے ہو۔

وقوع اختلاف

انسانی دنیا میں اختلاف پایا جاتا ہے اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے چونکہ لوگ اپنے رنگ، طبیعت، زبان، عقول اور شکل و صورت میں باہم مختلف ہیں۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۝ إِلَّا مَنْ رَحْمَ رَبُّكَ ۝
﴿سورہ هود: ۱۸، ۱۹﴾

اور اگر آپ کارب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی امت بنادیتا (مگر اس نے جبرا ایسا نہ کیا بلکہ سب کو نہ ہب کے اختیار کرنے میں آزادی دی) اور (اب) یہ لوگ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے سوائے اس شخص کے جس پر آپ کارب رحم فرمائے۔

امئہ کرام کے فقہی اختلافات

چاروں فقہی مکاتب صحابہ کرام ہی کے علم کی اساس پر قائم ہوئے۔ ماکی مکتب فکر حضرت زید بن ثابت رض کے علم پر تغیر ہوا۔ امام شافعی m کے علم میں کمی، مدینی، عراقی، کوفی، شامی، یمنی، بصری، خراسانی اور اہل جزیرہ کا علم شامل ہے امام احمد بن حنبل m نے حنفی، ماکی اور شافعی یتوں مکاتب فکر سے استفادہ کیا۔

سلک امام ابوحنیفہ m

تینوں آئمہ کرام (امام مالک۔ امام شافعی۔ امام احمد بن حنبل) کے مناج فقد سے امام ابوحنیفہ کا اسلوب اور انداز و اخراج طور پر مختلف تھا۔ سلک حنفی کے قواعد و اصول درج ذیل ہیں:
”میں سب سے پہلے کتاب اللہ سے اخذ و استنباط کرتا ہوں۔ اگر اس میں نہ ملتے تو سنت رسول ﷺ اور ثقہ رواۃ سے منقول احادیث صحاح کی طرف رجوع کرتا ہوں اور جب کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں نہیں پاتا تو اصحاب رسول میں جس کا قول چاہتا ہوں اس سے استنباط کرتا ہوں۔“ سلک ابوحنیفہ کے یہ سب سے بنیادی اور اہم اصول ہیں۔

سلک امام مالک m

امام مالک کے سلک کے اصول و ضوابط درج ذیل ہیں: قرآن حکیم سے اخذ پانچ اصول ہیں۔

- | | | |
|-----------------------------|------------------------------|---------------------------------------|
| 1-نص کتاب اللہ | 2-ظاہر نص یعنی عووم | 3-دلیل نص یعنی مفہوم مخالف |
| 4-مفہوم نص یعنی مفہوم موافق | 5-تنبیہ نص یعنی علت پر تنبیہ | حدیث و سنت سے بھی دس اصول مانخوا ہیں۔ |
| 1-اجماع | 2-قیاس | 3-عمل اہل مدینہ |
| 5-ذرائع کے سد باب کا حکم | 6-مصالح مرسلہ | 7-قول صحابی |
| 8-رعایت اختلاف | 9-اصحاح | 10-گزشتہ شریعتیں |

مسلک امام شافعی m

امام شافعی نے اپنی کتاب ”الرسالة“ میں مسلک شافعی کے اصول و قواعد تحریر کیے ہیں۔ یہ کتاب اس موضوع پر پہلی کتاب تجھی جاتی ہے۔ امام صاحب لکھتے ہیں:

اصل قرآن و سنت ہیں۔ اگر ان میں نہ ملے تو ان کی روشنی میں قیاس کیا جائے۔ اجماع خبر واحد سے بڑی چیز ہے۔ احادیث برابر ہوں تو صحیح الاسناد حدیث قبل ترجیح ہوں گی۔ اصل کو اصل پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک تشریع میں قرآن و سنت دونوں برابر ہیں۔

مسلک امام احمد بن حنبل m

مسلک احمد بن حنبل کے اصول و ضوابط مسلک امام شافعی کے قواعد سے قریب ہیں:

- 1-نصوص قرآن و سنت کی موجودگی میں کوئی دوسری چیز قابل توجہ نہیں۔
- 2-اگر کوئی نص نہ ہو تو صحابہ کرام کے فتاوی دیکھے جائیں۔ اگر کسی کا قول مل جائے اور اس میں کسی اختلاف کا علم نہ ہو تو لیا جائے اس پر کسی عملی رائے اور قیاس کو مقدم نہ کیا جائے۔
- 3-صحابہ کرام کا اختلاف ہوتا سے اختیار کیا جائے گا جو کتاب و سنت سے زیادہ قریب ہے۔
- 4-حدیث مرسل وضعیف کے خلاف کوئی دوسری حدیث یا قول صحابی یا اجماع نہ ہوتا سے لے لیا جائے اور قیاس پر یہ حدیث مقدم ہوگی۔
- 5-گذشتہ دلائل میں سے کچھ نہ ملے تو بوقت ضرورت قیاس کو دلیل بنایا جاسکتا ہے۔

جو کتب احادیث فقہی پر ترتیب دی گئی ہیں، درج ذیل ہیں۔

- 1-موطا امام مالک، امام مالک بن انس m
- 2-موطا امام محمد، امام محمد بن حسن شیبani m

- ۳۔ کتاب الٹار، امام یعقوب ابو یوسف m
- ۴۔ السنن، حافظ ابو بکر احمد بن حسین بن یحییٰ m
- ۵۔ مصنف، ابو بکر عبد الرزاق صنعتی m
- ۶۔ السنن، علی بن عمر دارقطنی m
- ۷۔ السنن، امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی m
- ۸۔ السنن، علی بن سید بن ترمذی m
- ۹۔ السنن، امام محمد بن عیسیٰ بن ترمذی m
- ۱۰۔ السنن، ابو داود سلیمان بختیانی m
- ۱۱۔ السنن، ابو عبد الرحمن احمد بن علی نسائی m
- ۱۲۔ السنن، امام محمد بن زید بن مجہہ m
- ۱۳۔ مصنف، ابو بکر عبد اللہ بن محمد ابی شیبہ کوفی m

فقہ اور اصول فقہ سے متعلقہ کتب

- ۱۔ اسلامی اصول قوانین فقہ اسلام، مولانا حسن الخطیب
- ۲۔ الحکوم فی علم اصول الفقہ، امام فخر الدین محمد بن عمر الرازی
- ۳۔ اصول فقہ، الشیخ محمد رضا المظفر
- ۴۔ فقہ السنن، السید سابق
- ۵۔ کتاب الفقہ، عبد الرحمن الجزری
- ۶۔ الوجیز فی اصول فقہ، ڈاکٹر عبدالکریم زیدان
- ۷۔ تاریخ فقہ اسلامی، علام شیخ محمد خضری بک
- ۸۔ فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، مولانا محمد تقیٰ امینی
- ۹۔ فقہ اسلامی کا تاریخی ارتقاء، ڈاکٹر تنزیل الرحمن
- ۱۰۔ تذکرہ الفقہاء، محمد عیمر الصدیق دریا آبادی

سوالات

- ۱۔ علم فقہ کی تعریف کریں نیز فقہ کی تقسیم پر بھی روشنی ڈالیں
- ۲۔ اسلامی قانون سازی کے مختلف ادوار تفصیل سے بیان کریں۔
- ۳۔ مجتهد کی شرائط بیان کریں۔
- ۴۔ فقہ اسلامی میں سنت بطور مأخذ ہے اس کا دائرہ کار بیان کریں۔
- ۵۔ اجماع اور قیاس پر سیر حاصل گفتگو کریں۔

باب پنجم

اسلام اور سائنس (Islam & Science)

- ۱۔ سائنس کا معنی مفہوم
- ۲۔ مذہب اور سائنس کا باہمی تعلق
- ۳۔ سائنس (Science) کے ادوار
- ۴۔ مشہور مسلمان سائنسدانوں کا تعارف

اسلام اور سائنس (Islam & Science)

سائنس (Science) کے لغوی معنی

سائنس (Science) کا مخذلہ طینی زبان کا لفظ Scientia ہے یہ لفظ علم و دانش کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔

سائنس (Science) کے اصطلاحی معنی

اصطلاحی معنی میں صرف وہی علم سائنس کہلاتا ہے جو منظم ہو، کسی خاص طریقہ کارکاپا بند ہوا مر بوط ہو۔ لہذا اقتصادیات، علم سیاست اور ادبیات جیسے مضامین کو سائنس کے دائرہ سے خارج کر دیا جاتا ہے۔

مختلف مفکرین نے سائنس کی تعریف مختلف انداز میں کی ہے۔

انسائیکلو پیڈیا آف سوشل سائنسز (Encyclopedia of Social Sciences) کے مطابق: سائنس کی اصطلاح کا اطلاق عموماً کسی مر بوط علم یا منظم قوانین کے مجموعے پر ہوتا ہے۔ سائنس کی ایک جامع تعریف

سائنس وہ علم جس میں کائنات کا مطالعہ و مشاہدہ کیا جاتا ہے اور تجربات سے نئی ایجادیں کی جاتی ہیں۔ ایف۔ ایں ٹیلر کے مطابق:

"Science in its widest sense is a systematic method of describing and controlling the material world."

"سائنس وسیع تر معنوں میں عالم مادی کی توضیح کرنے اور اسے مسخر کرنے کے مر بوط طریقے کا نام ہے۔"

قرآن اور سائنس (Quran & Science)

قرآن اور جدید سائنس یا اسلام اور سائنس، دراصل اسلام اور جدید سائنس کی آپس

میں والبُشَّری، ربط اور موافقیت کو کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ایک ہزار سے زیادہ آیات سائنس کے متعلق گفتگو کرتی ہیں۔ قرآن میں موجود آیات کے متعلق حقائق جدید سائنس سے مکمل مطابقت رکھتے ہیں۔

مشہور ماہر طبیعتیات اور نوبل انعام یافتہ البرٹ آئن شائن (Albert Einstein) کے مطابق:

”سائنس مذہب کے بغیر لنگری ہے اور مذہب سائنس کے بغیر اندھا ہے۔“

اسلام میں جدید علوم کی ابتداء اس وقت ہوئی جب حضور نبی اکرم ﷺ پر ہلی وحی نازل ہوئی۔

”إِنَّمَا يَأْتِي مِنْ رَبِّكَ الْذِي خَلَقَ“ کا نزول ہوا۔ اقرأ کے معنی پڑھنے کے ہیں اور پڑھنے سے ہی جدید علوم کا آغاز ہوا۔ قرآن مجید کی تعلیمات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے طریق استدلال کا اولین مبدأ تفکر و تدبر ہے۔ قرآن کریم میں جا بجا اس پر زور دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَغَفَّرُونَ ۝ سورۃ الرعد: ۳

”بے شک اس میں تفکر کرنے والوں کے لیے (بہت) نشانیاں ہیں۔“

قرآن پاک بار بار استدلال اور مشاہدے پر زور دیتا ہے اور غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ یہی جدید علوم کی بنیاد ہے۔ جدید علوم کی پوری عمارت قرآن کریم کے سائنسی اصولوں پر استوار ہوئی ہے۔ قرآن حکیم سائنسی فکر اختیار کرنے پر زور دیتا ہے۔

مسلمانوں نے اپنے عقلی و سائنسی رویہ کی بدولت علوم انسانی کو ترقی دی اور ایجادات و اختراعات کے میدان میں نمایاں کارنا میں سرانجام دیئے اور انہوں نے جدید سائنس کی بنیادیں رکھیں اور یہ سب کچھ قرآن مجید کا مرہون منت ہے۔ قرآن کریم نے جن سائنسی حقائق کی جانب راہنمائی کی ہے جدید سائنسی ترقی کے سبب اس کو سمجھنا آسان ہو گیا ہے۔ قرآن مجید سائنسی فکر اختیار کرنے پر زور دیتا ہے۔ مسلمانوں نے قرآن کے اسی طرز فکر کو اپنا کر تجربی علوم کو اپنانے کی کوشش کی ہے۔

مذہب اور سائنس کا باہمی تعلق

قرآنی حقائق اور سائنسی علوم میں کوئی تضاد نہیں۔ مولانا وحید الدین خاں لکھتے ہیں:

”مذہب اور سائنس دونوں ہی ایمان بالغیب پر عمل کرتے ہیں۔ مذہب کا اصل دائرہ علم اشیاء کی اصل و آخری حقیقت متعین کرنے کا دائرہ ہے۔ سائنس اس وقت تک مشاہداتی علم ہے جب وہ ابتدائی اور خارجی مظاہر پر کام کر رہی ہو جہاں وہ اشیا کی آخری اور حقیقی حیثیت متعین کرنے کے میدان میں آتی ہے جو کہ مذہب کا اصلی میدان ہے تو وہ بھی اسی طرح ”ایمان بالغیب“ کا طریقہ اختیار کرتی ہے جس کا ”الزام“ مذہب کو دیا جاتا ہے کیونکہ اس میدان میں اس کے سوا چارہ نہیں۔“

”اس کے باوجود سائنس وال ایک مفروضہ کو جو اس کے مشاہداتی حقائق کی معقول تشریح کرتا ہو، مشاہداتی حقائق سے کم درجہ کی علمی حقیقت نہیں سمجھتا، وہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ مشاہداتی حقائق تو سائنس ہیں، لیکن وہ نظریہ جوان کی تشریح کرتا ہے وہ سائنس نہیں۔ اسی کا نام ایمان بالغیب ہے“ (مذہب اور جدید چیلنج: ص ۵۲)

دین اور سائنس میں کبھی کوئی تضاد نہیں ہو سکتا۔ سائنس نے کوئی دعویٰ کیا اور اسلام نے اس کی تائید نہیں کی تو تاریخ اسی بات پر گواہ ہے کہ سائنس کو آخر مذہب کے در پر سمجھو دھونا پڑا۔

کائنات کی تخلیق: بگ بینگ (Big Bang):

فلکی طبیعتیات کے ماہرین ابتدائے کائنات کیوضاحت ایک ایسے مظہر کے ذریعے کرتے ہیں جسے وسیع طور پر قبول کیا جاتا ہے اور جس کا جانا پہچانا نام بگ بینگ یعنی عظیم دھماکا ہے۔ بگ بینگ کے ثبوت میں گزشتہ کئی عشروں کے دوران مشاہدات و تجربات کے ذریعے ماہرین فلکیات و فلکی طبیعتیات کی جمع کردہ معلومات موجود ہیں۔

بگ بینگ کے مطابق ابتدائیں یہ ساری کائنات ایک بڑی کمیت کی شکل میں تھی، (جسے Primarynebula بھی کہتے ہے) بھر ایک عظیم دھماکا یعنی بگ بینگ ہوا، جس کا نتیجہ کہکشاوں کی شکل میں ظاہر ہوا۔ پھر یہ کہکشاں میں تقسیم ہو کر ستاروں، سیاروں، سورج، چاند وغیرہ کی صورت میں آئیں۔ کائنات کی ابتدائی اس قدر منفردا اور اچھوٹی تھی کہ اتفاق سے اس کے وجود میں آنے کا احتمال صفر (کچھ بھی نہیں) تھا۔

قرآن پاک میں ابتدائے کائنات کے متعلق بتایا گیا ہے:

أَوَّلَمْ يَرَ الْدِيْنَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَّقْنَا هُمَا

﴿سورة الانبياء: ٣٠﴾

”اور کیا کافر لوگوں نے نہیں دیکھا کہ جملہ آسمانی کائنات اور زمین (سب) ایک اکائی کی شکل میں جڑے ہوئے تھے پس ہم نے ان کو پھاڑ کر جدا کر دیا“

نباتیات (Botany)

پودوں میں نزاور مادہ:

قدیم زمانے کے انسان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ پودوں میں بھی جانوروں کی طرح نر (Male) اور مادہ (Female) ہوتے ہیں۔ البتہ جدید نباتیات یہ بتاتی ہے کہ ہر پودے کی نر اور مادہ صنف ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ پودے جو یک صنفی (Unisexual) ہوتے ہیں۔ ان میں بھی نزاور مادہ کے اجزاء بیکجا ہوتے ہیں۔

وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَافِحًا جَنَّا بِهِ أَرْوَاجًا مِنْ نَبَاتٍ شَتَّى ﴿سورة طہ: ٥٣﴾
”اور ہم نے آسمان سے پانی بر سایا اور اس میں ہم نے مختلف اقسام کے پودوں کے جوڑے پیدا کیے جو ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں“

چھلوں میں نزاور مادہ کا فرق:

وَمِنْ كُلِّ النَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا رُوْجَيْنَ اثْنَيْنِ ﴿سورة الرعد: ٣﴾

”اسی نے ہر طرح کے چھلوں کے جوڑے پیدا کیے ہیں“
اعلیٰ درجے کے پودوں میں نسل خیزی (Reproduction) کی آخری پیداوار ان کے چھل ہوتے ہیں۔ چھل سے پہلے چھلوں کا مرحلہ ہوتا ہے جس میں نزاور مادہ اعضاء یعنی استیننز (Ovuletes) اور اوویولز (Stamens) ہوتے ہیں جب کوئی زردانہ (Pollens) کسی چھلوں تک پہنچتا ہے، تبھی وہ چھلوں بار آ رہو کر چھل میں بد لئے کا قابل ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ چھل پک جاتا ہے اور (اس پودے کی) اگلی نسل کو جنم دینے والے بیٹھ سے لیس ہو کر تیار ہو جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی سچائی ہے جسے قرآن پاک بہت پہلے بیان فرماجکا ہے۔

پودوں کی بعض انواع میں غیر باراً اور (Non fertilized) پھولوں سے بھی پھل بن سکتے ہیں۔ (جنہیں مجموعی طور پر پارٹھینوکار پک فروٹ (Parthiocarpic fruit) کہا جاتا ہے) ان میں کیلئے کے علاوہ انناس، انجیر، مالٹا اور انگور وغیرہ کی بعض اقسام شامل ہیں۔ ان پودوں میں بھی بہت واضح صنفی خصوصیات موجود ہوتی ہیں۔

وَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنَ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۲۹﴾ سورۃ الذاریات: ۲۹

اور ہم نے ہر چیز سے دوجوڑے پیدا فرمائے تاکہ تم دھیان کرو اور سمجھو

پرندوں کی پرواز

الْأَكْمُمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرِاتٍ فِي جَوَ السَّمَاءِ طَ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ طَ
إِنْ فِي ذَلِكَ لَا يَتِ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۷﴾ سورۃ النحل: ۷

”کیا ان لوگوں نے کبھی پرندوں کو نہیں دیکھا کہ فضائے آسمانی میں کس طرح مسخر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کس نے انکو تھام رکھا ہے۔ اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں“

ایک اور آیت مبارکہ میں پرندوں پر کچھ اس انداز سے بات کی گئی ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوَقَهُمْ حَقْتٌ وَيَقْبِضُنَ طَ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَنُ طِإِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ ﴿۱۹﴾ سورۃ الملک: ۱۹

کیا انہوں نے پرندوں کو اپنے اوپر پر کھیلائے ہوئے اور (کبھی) پر سمیتے ہوئے نہیں دیکھا؟ انہیں (فضائیں گرنے سے) کوئی نہیں روک سکتا سوائے رحم کے (بنائے ہوئے قانون کے)، بے شک وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے۔

عربی لفظ امام سک کالفوی ترجیح کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دینا، روکنا، تھامنا یا کسی کی کمر پکڑ لینا ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں یمسکھن سے اس بات کا اظہار ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور اپنے اختیار سے پرندوں کو ہوا تھامے رکھتا ہے۔ ان آیات ربائی میں اس پر زور دیا گیا ہے کہ پرندوں کے طریقہ عمل کا مکمل انحصار انبیٰ قوانین پر ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے۔

(جنہیں ہم قوانین فطرت کے نام سے جانتے ہیں)

جدید سائنسی معلومات سے ثابت ہو چکا ہے کہ بعض پرندوں میں پرواز کی بے مثل اور بے عیب صلاحیت کا تعلق اس وسیع تر اور جمیع منصوبہ بندی (Programming) سے ہے جو ان کی حرکات و سلسلات سے متعلق ہے۔ مثلاً ہزاروں میل دور تک نقل مکانی کرنے والے پرندوں کی جینیاتی رموز (Genetic codes) میں ان کے سفر نام کی تفصیلات و جزئیات موجود ہوتی ہیں۔ جوان پرندوں کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ نہایت کم عمری میں بھی لبے سفر کے کسی تجربے کے بغیر، کسی رہنماء کے بغیر ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر لیں اور پیچیدہ راستوں سے پرواز کرتے چلے جائیں۔ بات صرف سفر کی یک طرفہ تکمیل ہی ہر ختم نہیں ہو جاتی۔ بلکہ وہ ایک مخصوص تاریخ پر اپنے عارضی مسکن سے پرواز کرتے ہیں اور ہزاروں میل واپسی کا سفر کر کے ایک بار پھر اپنے گھونسلوں تک بالکل ٹھیک ٹھیک جا پہنچتے ہیں۔

شہد کی مکھی اور اس کی مہارت

وَأَوْحىٰ رَبُّكَ إِلَيَّ النَّحْلَ أَنِ اتَّحِذْ أَنَّ الْجِبَالِ يُبُوْتَا وَمِنَ الشَّجَرِ

﴿سورة النحل: ٢٧﴾

وَمَمَّا يَعْرِشُونَ

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں (خیال) ڈال دیا کہ تو بعض پہاڑوں میں اپنے گھر بنا اور بعض درختوں میں اور بعض چھپروں میں (بھی) جنہیں لوگ (چھت کی طرح) اونچا بناتے ہیں۔

وان فرش (Von Frisch) نے شہد کی مکھیوں کے طرز عمل اور ان میں رابطہ و ابلاغ (Communication) کی تحقیق پر 1973ء میں نوبل انعام حاصل کیا۔ شہد کی کسی مکھی کو جب کوئی نیا باغ یا بھول دھائی دیتا ہے تو وہ اپنے چھتے میں واپس جاتی ہے اور اپنی ساتھی شہد کی مکھیوں کو اس مقام کا ٹھیک ٹھیک سمت اور وہاں پہنچنے والے راستے کے مفصل نقشے سے آگاہ کرتی ہے۔ شہد کی مکھی، پیغام رسائی کا یہ کام خاص طرح کی جسمانی حرکات سے لیتی ہے جنہیں شہد کی مکھی کا رقص (Beedance) کہا جاتا ہے ظاہر ہے کہ یہ عام معنوں والا رقص نہیں ہوتا بلکہ اس کا مقصد شہد کا کارکن مکھیوں (Worker bee) کو سمجھانا ہوتا ہے کہ بھول کس سمت ہیں اور وہاں تک پہنچنے کے لیے انہیں کس انداز سے پرواز کرنا ہوگی۔ تاہم شہد کی مکھی کے بارے میں یہ ساری

معلومات ہم نے جدید فوٹو گرافی (photography) اور دیگر پیچیدہ مشاہداتی ذرائع ہی سے حاصل کی ہیں۔ لیکن ملاحظہ فرمائیے کہ مذکورہ بالا آیات مبارکہ میں قرآن عظیم و شان نے کتنی صراحةً کے ساتھ یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو خاص طرح کی مہارت عطا فرمائی ہے جس سے لیس ہو کر وہ اپنے رب کے بتائے ہوئے راستے تلاش کر لیتی ہے۔ ایک اور توبہ طلب کلتے یہ ہے کہ مذکورہ بالا آیات مبارکہ میں شہد کی مکھی کے لیے جو صنف استعمال کی گئی ہے، وہ مادہ (Female) کی ہے (یعنی، فَاسْلِكِی اور ٹکلی) اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ غذا کی تلاش میں نکلنے والی شہد کی مکھی مادہ ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر سپاہی یا کارکن شہد کی مکھی بھی مادہ ہی ہوتی ہے۔

طب (Medicine)

شہد: نوع انسانی کے لیے شفا

شہد کی مکھی کی طرح کے بچلوں اور بچلوں کا رس چوتی ہے اور اسے اپنے ہی جسم کے اندر شہد میں تبدیل کرتی ہے۔ اس شہد کو وہ اپنے چھتے میں بننے خانوں (Cells) میں جمع کرتی ہے۔ آج سے صرف چند صدیوں قبل ہی انسان کو یہ معلوم ہوا ہے کہ شہد کی مکھی کے پیٹ (Belly) سے نکلتا ہے، مگر یہ حقیقت قرآن پاک نے ۱۴۰۰ میں پہلے درج ذیل آیات مبارکہ میں بیان کر دی تھی۔

يَخْرُجُ مِنْ بَطُونِهَا شَرَابُ مُخْتَلِفٌ أَلُوْ أَنُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلَّنَّا سِطْرٌ

﴿سورۃ النحل: ۲۹﴾

”اس مکھی کے (پیٹ کے) اندر سے رنگ برنگ کا ایک شربت نکلتا ہے جس میں شفا ہے لوگوں کے لیے“

علاوه ازیں یہ دریافت ہوا ہے کہ شہد میں زخم کو ٹھیک کرنے کی شفایخ خصوصیات پائی جاتی ہیں اور یہ نرم (مرہم جیسی) جراشیم کش دوا (Mild antiseptic) کا کام بھی کرتا ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں رو سیوں نے بھی اپنے زخمی فوجیوں کے زخم ڈھانپنے کے لیے شہد کا استعمال کیا تھا۔ شہد کی یہ خاصیت ہے کہ یہی کو برقرار رکھتا ہے اور بافتواں (Tissue) بر زخموں کے بہت ہی کم نشان باقی رہنے دیتا ہے۔

شہد کی کثافت Density) کے باعث کوئی پوندی (Fungus) یا جراشیم، رخ میں پروان نہیں چڑھ سکتے۔

نشانات انگشت (Finger Prints)

آی حسْبُ الْإِنْسَانُ الَّذِي نَجَمَعَ عِظَامَهُ بَلِّي قَدِرِيْنَ عَلَى أَنْ نَسْوِيَ بَنَاهُ.

﴿سورۃ القيامة: ۳.۳﴾

”کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اُس کی ہڈیوں کو (جومرنے کے بعد ریزہ ریزہ ہو کر کھرجائیں گی) ہرگز اکٹھانے کریں گے۔ کیوں نہیں! ہم تو اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اُس کی انگلیوں کے ایک ایک جوڑ اور پوروں تک کو درست کر دیں“

قرآن پاک انسانوں کی انفرادی شناخت کی بات کر رہا ہے تو انگلیوں کی پوروں کا خصوصیت سے تذکرہ کیوں کر رہا ہے؟ سرفرانس گولڈ (Frances Gold) کی تحقیق کے بعد ۱۸۸۰ء میں نشانات انگشت (Finger prints) کو شناخت کے سائنسی طریقے کا درجہ حاصل ہوا۔ آج ہم یہ جانتے ہیں۔ کہ اس دنیا میں کوئی سے بھی دو افراد کی انگلیوں کے نشانات کا نمونہ بالکل ایک جیسا نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ کہ ہم شکل جڑوں اور ادا کا بھی نہیں یہی وجہ ہے کہ آج دنیا بھر میں مجرموں کی شناخت کے لیے ان کے نشانات انگشت ہی استعمال کیے جاتے ہیں۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ آج سے ۲۰۰۰ سال پہلے کس کو نشانات انگشت کی انفرادیت کے بارے میں معلوم تھا؟ یقیناً یہ علم رکھنے والی ذات اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔

طبیعتیات (Physics)

قدیم زمانوں میں ایم ازم کاظمیہ کے عنوان سے ایک مشہور نظریہ کو وسیع پیانا پر تسلیم کیا جاتا تھا۔ یہ نظریہ یونانیوں نے بالخصوص ڈیوکریٹس (Democritus) نامی ایک یونانی فلسفی نے پیش کیا تھا، جو آج سے 23 صدیاں پہلے (2300 سال پہلے) گزر رہے۔ ڈیوکریٹس اور بعد ازاں اس کے ہم خیال لوگوں کا یہ تصور تھا کہ مادے کا مختصر ترین یونٹ (اکائی) ایم ہے۔ قدیم عرب بھی اسی تصور کو تسلیم کیا کرتے تھے۔ عربی لفاظ زرہ کا عمومی مفہوم وہی ہوا کرتا تھا جو یونانیوں کے بیان ایم کا تھا۔ حالیہ تاریخ میں سائنس نے دریافت کیا ہے کہ ایم کے قبل

تقسیم ہونے کا تصور بھی بیسوں صدی کی سائنسی پیش رفت میں شامل ہے۔ چودہ صدیوں پہلے خود عربوں کے لیے بھی یہ تصور نہایت غیر معمولی ہوتا۔ ان کے نزدیک زرہ وہ حد تھی جس سے آگے مزید تقسیم ممکن ہی نہیں تھی۔ لیکن درج ذیل آیت میں قرآن پاک نے واضح طور پر اس حد کو مانے سے انکار کیا ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِنَا السَّاعَةُ قُلْ بَلِّي وَرَبِّي لَتَأْتِنَنُّكُمْ عَلِيمُ الْغَيْبِ
لَا يَعْزُزُ عَنْهُ إِنْتِقَالٌ ذَرَّةٌ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَلِكَ وَلَا
أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ

﴿سورة سبا: ۳﴾

اور کافروں کیتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی، آپ فرمادیں: کیوں نہیں؟ میرے عالم الغیب رب کی قسم وہ تم پر ضرور آئے گی، اس سے نہ آسانوں میں ذرہ بھر کوئی چیز غائب ہو سکتی ہے اور نہ زمین میں اور نہ اس سے کوئی چھوٹی (چیز ہے) اور نہ بڑی مگر روشن کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں (لکھی ہوئی) ہے۔

اللہ بنابرک و تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے یعنی ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز سے باخبر ہونے کے بارے میں بتاتی ہے۔ پھر یہ مزید آگے بڑھتی ہے اور کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ہر چیز سے باخبر ہے، چاہے وہ ایمیٹ سے چھوٹی یا بڑی ہی کیوں نہ ہو۔ تو ثابت ہوا کہ یہ آیت مبارکہ واضح طور پر بتاتی ہے کہ ایمیٹ سے مختصر اشیاء بھی وجود کرتی ہے۔ اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو حال ہی میں جدید سائنس نے دریافت کی ہے۔

ارضیات (Geology)

زمیموں کی میخوں کی مانند پہاڑ

ارضیات (Geology) میں بل پڑے (Folding Phenomenon) کا مظہر حال یہ دریافت شدہ حقیقت ہے۔ قشر ارض (Earth's Crust) میں بل پڑنے ہی کی وجہ سے پہاڑی سلسلے وجود میں آتے ہیں۔ قشر ارض، جس پر ہم رہتے ہیں، کسی ٹھوس گولے کی طرح ہے، جبکہ کہہ زمین کی اندر ہونی پر تین (layers)، نہایت گرم اور مائع ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زمین کا اندر ہون کسی بھی قسم کی زندگی کے لیے قطعاً غیر موزوں ہے۔ آج ہمیں یہی

معلوم ہو چکا ہے کہ پہاڑوں کے استحکام کا تعلق، قشرارض پر پڑنے والے بل ہی ہیں جو پہاڑوں کا کام کرتے ہیں۔ ماہرین ارضیات کا کہنا ہے کہ زمین کا رادس (Radius) یعنی نصف قطر (DiAmeter) تقریباً 6035 کلومیٹر ہے اور قشرارض یعنی (EarthCrust)، جس پر ہم رہتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں بہت پتی ہے، جس کی موٹائی 2 کلومیٹر سے لے کر 35 کلومیٹر تک ہے۔ چونکہ قشرارض بہت پتی ہے، لہذا اس کے تھرہانے یا بٹنے کا امکان بھی زیاد ہے، ایسے میں پہاڑ کسی خیمے کی میتوں کی طرح کام کرتے ہیں۔ جو قشرارض کو تھام لیتے ہیں اور اسے استحکام (Stability) عطا کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں بھی عین یہی کہا گیا ہے۔

اللَّمْ نَجْعَلُ الْأَرْضَ مِهْدًا وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا ﴿سورة النبایا: ۶۔ ۷﴾
کیا ہم نے زمین کو (زندگی کے) قیام اور کسب عمل کی جگہ نہیں بنایا؟ اور (کیا) پہاڑوں کو (اس میں) ابھار کر کھڑا (نہیں) کیا؟

سطح زمین متعدد ٹھوس نکڑوں میں ٹوٹی ہوئی ہے جن کی اوسم موتائی تقریباً 100 کلومیٹر ہے۔ یہ پلیٹ، جزوی طور پر پھلے ہوئے حصے کے اوپر تیرہ ہیں۔ اس حصے کو ایمسیو سفیر (Aesthenosphere) کہا جاتا ہے۔ پہاڑ عموماً پلیٹوں کی پیروںی حدود پر پائے جاتے ہیں۔ قشرارض (EarthCrust) سمندوں کے نیچے 5 کلومیٹر موٹی ہوتی ہے جبکہ خشکی پر اس کی اوسم موتائی 35 کلومیٹر ہوتی ہے۔ البتہ پہاڑی سلسلوں میں قشرارض کی موٹائی 80 کلو میٹر تک جا پہنچتی ہے، یہی وہ مضبوط بنیادیں ہیں جن پر پہاڑ کھڑے ہیں۔ پہاڑوں کی مضبوط بنیادوں کے بارے میں قرآن پاک نے درج ذیل آیت مبارکہ میں کچھ یوں بیان فرمایا ہے۔

وَالْجِبَالَ أَرْسَلَهَا ﴿سورۃ النازعات: ۳۲﴾
اور اسی نے (بعض مادوں کو باہم ملا کر) زمین سے محکم پہاڑوں کو ابھار دیا۔

تاریخ سائنس (History of Science) کے ادوار

موئخین نے سائنس کی تاریخ کو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

1- قدیم سائنس 4000 ق م تا 200 عیسوی

2- سائنس کا اسلامی دور 700 عیسوی تا 1300 عیسوی تک

3۔ جدید سائنس 1300 عیسوی تا بیسویں صدی عیسوی تک۔

ماہرین علم انسان کے مطابق سائنسی عمل بنی نوع انسان کی ابتداء سے چلا آتا ہے اور انسانی تہذیب و تمدن کے ارتقا کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم نے بھی عروج و ترقی کی منازل طے کی ہیں۔

قدیم یونانی اور مصری دور

آج سے کوئی پانچ چھ ہزار سال قبل وادیِ دجلہ و فرات میں لوگ آباد تھے۔ انہوں نے اس زمانے میں بار بداری کیلئے پھیپھی اور باد بانی جہاز ایجاد کیے۔ مصریوں نے لاشوں کو حنوط کرنے میں مہارت حاصل کی اور اہرام مصر کی تیاری کیلئے میکانی طریقے اور اوزار استعمال کیے یہ سب کچھ یقیناً سائنس تھا۔ اس کے بعد سائنس کا مرکز یونان میں منتقل ہوا۔ یونانیوں نے سب سے پہلے دھوپ گھڑی ایجاد کی۔ بقراط نے علم العلاج کی بنیاد ڈالی۔ افلاطون نے علم الاعداد میں نیا کلیمہ دریافت کیا۔ ارسطو نے جانوروں اور پودوں کی نشوونما پر تحقیقات کیں۔

تیسرا صدی عیسوی کے آخر میں یونانی علوم کا مرکز اسکندریہ بن گیا۔ بطیموس دوم نے یہاں ایک جامعہ کی بنیاد رکھی جس میں نامور سائنس دان اور محققین نے شاندار کارنا مے سرانجام دیئے۔ یونان سائنس کا گھوارہ رہا ہے۔ یونانی سائنس دانوں کے نظریات تاریخ کے صفات میں زندہ ہیں۔

سائنسی ترقی میں مسلمانوں کا کردار

یونانی سائنسی ورش کو مسلمانوں نے محفوظ کیا اور اس پر مزید تحقیق کی۔ یونانیوں نے سائنس کو ترقی تو دی لیکن یونانی مفکروں نے سائنسی اصولوں کو سمجھانے کے لئے نظریاتی اور تحلیلی طریقہ کا اختیار کیا۔ اس لئے سائنس کے میدان میں انکی تنگ و دونظریاتی نقطہ نگاہ سے آگے نہ بڑھ سکی۔ مسلمان چونکہ عملی ذہنیت رکھتے تھے، سائنس کے متعلق قدیم انداز فکر و تحقیق میں تبدیلی پیدا کی۔ انہوں نے سائنسی اصولوں کو پر کھنے اور قوانین قدرت کو سمجھنے کے لئے مشاہدہ اور تجربہ کو اپنارہنماب نایا۔ انہوں نے تجرباتی طریقہ کو رواج دے کر دنیا سائنس میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔

مسلمانوں نے نہ صرف نظریاتی سائنس پر توجہ دی بلکہ بہت سی تکنیکی ایجادات بھی کیں۔ ول ڈیور ان لکھتا ہے: ”اپین کے ایک مسلم سائنس دان ابوالقاسم ابن فرناس نے تین چیزیں ایجاد کر کے دنیا کو ورط جیرت میں ڈال دیا تھا۔ اول عینک کا شیشہ، دوم وقت نانپنے کی گھڑی اور سوم ایک مشین جو ہوا میں اڑ سکتی تھی۔ اسی طرح ابراہیم الفرازی خلیفہ منصور کے دور حکومتیں پہلا مسلمان سائنس دان انجینئر تھا جس نے اسٹرالاب (Astrolab) تیار کیا۔

بنو امیہ کے دور حکومت میں مسلم سائنس دانوں نے دمشق میں فلکی رصدگاہیں

(National Aeronautics and Space Administration) قائم کیں۔

پین کے مسلمانوں نے نہ صرف طب (Medical Science) بلکہ جراحت (Surgery) اور ادویہ سازی (Pharmacy) میں بھی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ ابوالقاسم زہراوی، ابن الہیثم، ابن وافد، ہارون بن موسیٰ نے میڈیکل سائنس میں تحقیقی کام سرانجام دیئے۔ سائنس، طب، فلسفہ اور حکمت کے علاوہ مسلمانوں نے فلکیات، ریاضی اور جغرافیہ میں بھی نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ الجبر اسلامیانوں نے ایجاد کیا ہے۔ ابوالفرد اع پہلا شخص ہے جس نے علم جغرافیہ کی بنیاد رکھی۔ الخوارزمی نے ”صورة الارض“، لکھ کر تقدیش نویسی کی تحقیق کی۔ محمد بن موسیٰ نے کره ارض کی پیمائش کی اور اس کے متعلق آلات ایجاد کیے۔ ابن الہیثم علم بصریات کا بانی تھا۔ ابن نقیش نے بلڈ پریشر کو دریافت کیا۔ بنی امیہ کے دور میں مسلمان سائنس دانوں نے دمشق میں فلکی رصدگاہیں قائم کیں اور کیمیائی تجربے کیے۔ علم بنا تات میں بھی مسلمانوں نے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ اس علم میں ابن بیطار نمایاں شخصیت ہے۔

مشہور مسلمان سائنسدان

1۔ ابو بکر محمد بن زکریا رازی (۸۲۵ء تا ۹۲۵ء)

ابو بکر محمد زکریا رازی اور دوسرے ابن سینا جن کی تصاویر آج بھی پیس یونیورسٹی کے شعبہ طب میں آؤ ریزاں ہیں۔ رازی رے میں پیدا ہوا اور بغداد میں تعلیم مکمل کی۔ اسکی تصانیف کی تعداد دو سو سے زائد ہے۔ رازی نے فن طب کو بہت ترقی دی۔ اس نے نئے نئے تجربات کیے۔ فن طب کو بہت فائدہ دیا۔ رازی علم طب میں امام کا درجہ رکھتا ہے۔ ایک داش ور لکھتا ہے: ”فن

طب مردہ ہو گیا تھا۔ قورازی نیاس میں جان ڈالی۔ وہ ناقص تھا ابن سینا نے اسکی تکمیل کی۔ اس کی کتاب ”الہاوی“ دنیا کے پہلے طبی انسائیکلو پیڈیا کا درجہ رکھتی ہے۔

2- ابوعلی سینا (۹۸۰ء تا ۱۰۳۷ء)

ابوعلی سینا کو طب کا بادشاہ بھی کہا جاتا ہے۔ اہل مغرب اسے ایوے سینا Avicenna کے نام سے پکارتے ہیں۔ ان کی بے مثال طبی تصنیف ”القانون“ اٹھارویں صدی تک یورپ کی طبی یونیورسٹیوں میں نصاب کے طور پر پڑھائی جاتی رہی۔ ڈاکٹر ولیم القانون کو طب کی بانیل کہا کرتا تھا۔ الشفاء کے بعد القانون ابن سینا کی دوسری کتاب ہے۔ یہ منافع الاعضاء، علم تشتیع الاعضاء اور علم العلاج کا ایک مکمل انسائیکلو پیڈیا ہے۔ القانون کی پانچویں جلد قرایا دین (Pharmacopia) پر ہے جو مختلف یماریوں کے لئے مجبوب دواؤں اور ناخوں کا مستند جمیعہ ہے۔

3- ابوالقاسم الزہراوی (۹۳۲ء تا ۱۰۱۳ء)

ابوالقاسم الزہراوی پسین کے خلیفہ عبد الرحمن ثالث کا طبیب تھا۔ زہراوی نے فن طب میں آپریشن کا طریقہ جاری کیا اور جراحت (سرجری) میں کمال حاصل کیا۔ اس سے پہلے علاج الدواء کا طریقہ رائج تھا۔ اسکی مشہور کتاب ”النصریف“ ہے۔ زہراوی کو سرجری کے فن کا باوا آدم کہا جاتا ہے۔ اس نے آپریشن کرنے کے سو سے زیادہ آلات ایجاد کیے۔ زہراوی دنیا کا پہلا سرجن تھا۔ ابی صیعہ آپ کے طبی کمالات کے بارے میں اپنی کتاب ”معیون الآباء فی طبقات الآباء“ میں لکھتے ہیں: ابن عباس زہراوی ایک فاضل طبیب، علم ادویہ کے جید عالم اور بہترین معالج تھے۔

4- ابن الهیثم (۹۶۰ء تا ۱۰۳۸ء)

ابن الهیثم بصرہ کا رہنے والا تھا۔ یہ دوسو کتابوں کا مصنف تھا۔ اسکی بیشتر کتب علم ریاضی، علم طبیعت اور طب پر ہیں۔ ابن الهیثم مشرق و مغرب کی طبی دنیا میں ”امام بصریات“ کے لقب سے مشہور ہے۔ ابن الهیثم کاظمیہ بصارت کا بانی تصور کیا جاتا ہے۔ ابن الهیثم نے آنکھ کی بناءٹ، اسکی روشنی اور نور پر گران قدر تحقیق کی ہے۔ کتاب المناظر میں ابن الهیثم نے ایک باب

میں آنکھ کی بناوٹ پر اپنے مشاہدات بیان کیے ہیں۔ اس نے آنکھ کے مختلف حصوں کی تشریح اور آنکھ کے نازک ترین حصوں کو بھی بتایا ہے۔ ابن الحیثم نے اقلیدیس اور بطیموس کی علم نوریات کی کتابوں کی شرح لکھی۔

5۔ بوللی سینا (۹۸۰ء تا ۱۰۳۷ء)

ایک مشہور طبیب اور فلسفی تھا مگر وہ اتنا بڑا طبیب نہیں تھا جتنا با کمال فلسفی اور ماہر طبیعت تھا۔ علم طبیعت میں اسکی دریافتیں نہایت اہم ہیں۔ اس نے طبیعت میں حرکت (Motion)، قوت (Force)، خلا (Space)، روشنی (Light) اور حرارت (Law of Heat) پر کچھ پیش کیا۔ انہوں نے روشنی کے مسئلے میں ابن الحیثم کے نظریات کو تسلیم کرتے ہوئے اس پر کچھ اضافہ کیا۔ ابن سینا نے فالصوں کی صحیح پیمائش کے لئے ایک آلات ایجاد کیا۔ مشہور تصنیف ”القانون فی الطب“ ہے۔ جو یونیورسٹیوں میں شامل نصاب رہی۔

6۔ محمد بن موسیٰ خوارزمی (۸۰۷ء تا ۸۵۰ء)

ایک عظیم ماہر فلکیات اور ریاضی دان تھے۔ خوارزمی علم ریاضی کا بڑا ماہر اور الجبرے کا موجود تھا۔ علم ریاضی پر اس نے دو کتب مرتب کیں۔ ان کی کتاب ”علم الحساب“، ”علم المحساب“، علم ریاضی پر دنیا کی سب سے پہلی کتاب تھی۔ دوسری تصنیف ”الجبر والمقابلة“ تھی۔ یہ تصنیف اس فن پر بنیادی حیثیت کی حامل ہے۔ علم ریاضی کی کتاب ”علم الحساب“، چودھویں صدی میں جب یورپ پہنچی تو یورپ کے دانشوروں کی آنکھیں کھل گئیں۔ انہوں نے اس کتاب سے بہت فائدہ اٹھایا۔

7۔ جابر بن حیان (پیدائش ۷۲۱ء)

شرق میں علم کیمیا کا پہلا باقاعدہ عالم جابر بن حیان تھا۔ یہئی صدیوں تک کیمیا میں آخری جدت تسلیم کیا جاتا رہا۔ یہ امام جعفر صادق کا شاگرد تھا۔ ان کتب کی تعداد جو جابر کے نام سے منسوب ہیں اتنی کثرت ہے کہ ان کے انتساب کی صحت مشکوک ہو کر رہ گئی ہے۔ بعض نے اس کی کتب کی تعداد ۴۰ تک بتائی ہے۔ جابر کی کتب کی کثیر تعداد علم کائنات، علم بخوم اور الکیمیاء کے تقریباً ہر موضوع سے لے کر موسیقی اور علم اعداد سے بحث کرتی ہے مگر زیادہ تر کتب علم کیمیا پر ہیں۔

علم کیمیا سے متعلق جابری کی تصانیف میں سے ”کتاب الکیمیا“، زیادہ مشہور ہے جس کا ترجمہ متعدد بانوں میں ہو چکا ہے۔ دوسرا مشہور کتاب ”کتاب السبعین“ ہے۔ جابر عربی کیمیا کے باوا آدم اور زمانہ و سطی کے عظیم ترین کیمیادان شمار کیے جاتے ہیں۔

8۔ یعقوب ابن اسحاق الکندي

کندي علم ہیت اور نجوم کا ماہر تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک بڑا کیمیادان بھی تھا۔ وہ جابر بن حیان کے فلسفہ کیمیا گری کا سخت مخالف تھا۔ اس کا خیال تھا کہ سونا چاندی صرف کانوں سے برآمد کیے جاسکتے ہیں اور کسی طریقے سے حاصل نہیں کیے جاسکتے۔ یہ کیمیا گری کا مخالف تھا۔ اس نے معدنیات اور جواہرات اور عطر پر چھوٹی چھوٹی کتابیں لکھیں ہیں۔ الکندي نے کئی کیمیائی تجربات کیے وہ رنگ سازی اور سفوف سازی کا ماہر تھا۔

اسلام اور سائنس سے متعلقہ کتب

۱۔ قرآن اور مسلمان، مولانا محمد شحاب الدین ندوی

۲۔ قرآن اور جدید سائنس، پروفیسر ڈاکٹر فضل کریم

۳۔ مسلمان اور سائنس، خالد مسعود

۴۔ قرآن اور سائنس، سید قطب شہید

۵۔ اسلام اور جدید سائنس، ڈاکٹر محمد طاہر القادری

۶۔ نامور مسلم سائنس دان، محمد عسکری

۷۔ قرآن کے جدید سائنسی اکتشافات، پروفیسر ڈاکٹر فضل کریم

۸۔ ندھب اور جدید چیخ، مولانا وحید الدین خان

سوالات

۱۔ سائنس سے کیا مراد ہے نیز آج کے دور میں سائنس کا کیا کردار ہے؟

۲۔ انسانی زندگی پر سائنس کیسے اثر انداز ہوتی ہے بحث کریں۔

۳۔ سائنس اور ندھب کے باہمی تعلق پر سیر حاصل گفتگو کریں۔

۴۔ جدید سائنسی ایجادات اور اکتشافات کا اسلام کی روشنی میں جائزہ لیں۔

۵۔ سائنس کے میدان میں کوئی سے دو مسلمان سائنسدانوں پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

باب ششم

اسلام کا معاشی نظام

Islamic Economic System

- ۱۔ معاشیات کا لغوی و اصطلاحی مفہوم
- ۲۔ اسلامی کے معاشی نظام کی خصوصیات
- ۳۔ ارتکاز دولت پر اسلام کے اقدامات قدامت
- ۴۔ اسلامی تجارت کے اصول و ضوابط
- ۵۔ اسلام اور حرمت سود

اسلام کا معاشی نظام

Islamic Economic System

معاشیات کی الفوی تعریف

معاشیات عربی زبان کا لفظ ہے اور یہ ع، می، ش سے کلا ہے۔ یعنی اس کا مادہ ”عیش“ ہے۔ عیش: آسائش۔ آرام۔ آسودگی۔ چین۔ مسرت۔ معاش۔ معیشت۔ روزی۔ رزق۔ آب و دانہ۔ روزگار۔ بسراوقات۔ گزاروقات۔ اوقات بسری۔ خوراک۔ کھانا دانہ۔ گزران۔ گزارہ (قاموس متراوفات) معاش سے متعلقہ علم کو ”معاشیات“ کہتے ہیں۔ اس علم میں دولت کی پیدائش اور تقسیم کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔ یہ علم ”اقتصادیات“ بھی کہلاتا ہے۔ انگلش میں اسے (Economics) کہتے ہیں۔

معاشیات کی اصطلاحی تعریف

پروفیسر Robins لکھتا ہے:

”معاشیات ایک ایسا علم ہے جس سے انسان کے اس طرزِ عمل کا مطالعہ کیا جاتا ہے جسے وہ خواہشات کے لامحدود ہونے مگر ان کے پورا کرنے کے محدود ذرائع کی موجودگی کی وجہ سے اختیار کرتا ہے لیکن ان ذرائع کوئی طرح سے استعمال میں لا یا جاسکتا ہو،“

اسلامی معاشیات کی تعریف

قدیم اور جدید مسلم ماہرین معاشیات نے اس کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔

1۔ محمد بن حسن طوسی

معاشیات وہ علم ہے جس میں عوامی بہبود کے قوانین کا مطالعہ کیا جاتا ہے جس کا مقصد اس تعاون کو فروغ دینا ہے جس کے نتیجے میں حقیقی ترقی کو فروغ حاصل ہو۔

2۔ ابن خلدون

”معاشیات (المعاش) رزق ڈھونڈنے اور اسے حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرنے کا نام ہے۔“

3۔ الحیری

”معاشیات سے یہ مراد ہے کہ انسان تجارت، زراعت اور صنعت کے ذریعے اپنی زندگی کی ضروریات پوری کرے۔“

اسلامی معاشیات کی بنیادیں

(Basic Concepts of Islamic Economic System)

اسلامی معاشیات کی بنیادیں قرآن حکیم اور نبی آخرازمان ﷺ کی تعلیمات پر رکھی گئی ہیں۔

1۔ قرآن کی معاشی تعلیمات

قرآن حکیم میں معاشی اصول کسی ایک مقام پر جمع نہیں ہیں لیکن جا بجا ان کا ذکر ملتا ہے۔ قرآن مجید کی رو سے رزق کی فیصل اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ انسانی عمل کو اس میں براہ راست دخل نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ ﴿اللَّهُ يُسْطِعُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ﴾ سورۃ الرعد: ۲۶
اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشاہد فرمادیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔

انسان کی ناشکری کا سبب بھی دولت کو قرار دیا گیا ہے۔ فضول خرچی سے بھی منع کیا گیا ہے۔
۲۔ ﴿وَكُلُوا وَاشْرُبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُ الْمُسْرِفِينَ﴾ سورۃ الاعراف: ۳۱
کھاؤ پیو مگر فضول خرچی سے کام نہ لو۔ بے شک وہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۳۔ ﴿وَأَحَلَ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَمَ الرِّبَا﴾ سورۃ البقرۃ: ۲۵
اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال مگر سود و حرام قرار دیا ہے۔

۴۔ ﴿يَأَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَلًا طَيِّبًا﴾ سورۃ البقرۃ: ۱۶۸
”اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے جو حلال اور پاکیزہ ہے کھاؤ۔“

۵۔ ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَأَنْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ﴾ سورۃ الجمعة: ۱۰

پھر جب نماز ادا ہو چکے تو زمین میں منتشر ہوجاؤ اور (پھر) اللہ تعالیٰ کا فضل (یعنی رزق) تلاش کرنے لگو

معاشی تعلیمات (احادیث کی روشنی میں)

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ السَّكُرُ حَرَامٌ وَالرِّزْقُ الْحَلَالُ

(سنن نسائی، کتاب الاشریہ، حدیث: ۵۵۷۶)

سیدنا حضرت سعید بن جبیرؓ سے مردی ہے کہ آپ ص نے فرمایا سکر حرام ہے اور روزی خاص حلال ہے۔“

عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مُصَلِّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ طَيْبًا وَعَمِلَ فِي سُنَّةٍ وَأَمِنَ النَّاسُ بِوَاقِفَةِ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ هَذَا الْيَوْمَ فِي النَّاسِ لَكَثِيرٌ قَالَ وَسَيَكُونُ فِي قُرُونٍ بَعْدِي

(جامع ترمذی، کتاب صفة الْقِيَامَةِ وَالرَّقَائِقِ، حدیث: ۲۵۲۰)

”حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو پاکیزہ کھائے اور سنت کے مطابق عمل کرے اور لوگ اس کی شرارت سے محفوظ رہیں وہ جنت میں داخل ہوا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ بات آج کل لوگوں میں بہت پائی جاتی ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا میرے بعد کے زمانوں میں بھی یہ بات ہوگی۔

گویا اللہ تعالیٰ نے انسان کے عمل کی مقبولیت کے لیے جس چیز کو بڑا اہم قرار دیا ہے بلکہ اسے عمل کا مارٹھہ برا یا ہے وہ رزق حلال ہے۔

عَنْ ثُوَبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مُصَلِّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ دِينَارٍ يُنْفَقُهُ الرَّجُلُ دِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى عِيَالِهِ وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

(سنن ابن ماجہ، کتاب الجہاد، حدیث: ۲۷۶۰)

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے بہترین دینار جسے آدمی خرچ کرتا ہے وہ دینار ہے جسے اہل دعیال پر خرچ کرتا ہے، اور وہ دینار ہے جسے وہ اپنے جہاد فی سبیل اللہ کے گھوڑے پر خرچ کرتا ہے، نیز وہ دینار ہے جسے وہ اپنے مجاہد ساتھیوں پر خرچ

کرتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَعَنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي

(سنن ابو داود، کتابُ الْأَقْضِيَة، حدیث: ۳۵۸۰)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔“
ایک اور حدیث میں ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي فِي النَّارِ

(کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال. ج ۲، ص ۱۳۳)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے کے ٹھکانہ جہنم (آگ) ہے۔“

اسلامی نظام معاشیات کے بنیادی تصورات

اسلامی نظام معاشیات ایک منصفانہ اور عادلانہ نظام ہے۔ اس نظام میں ہر انسان کی معاشی، معاشرتی، اخلاقی فلاح کو مدد نظر رکھا گیا ہے۔ ایک معاشی نظام کا یہ خاصا ہے کہ اس سے معاشی جدوجہد کی غرض و نتیجت متعین ہو اور افراد معاشرے کی سرگرمیوں کا رخ معلوم ہو۔ اسلامی نظام معيشت ہر طبقے سے جامع اور امتیازی حیثیت کا مالک ہے۔

اسلامی نظام معاشیات کی خصوصیات

1- رضاۓ الہی کا حصول

ایک انسان کی تمام تر زندگی اور خصوصی طور پر معاشی نظام کا تمام تر مقصود رضاۓ الہی کا حصول ہے۔ تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے۔ وہی اس کا مالک اور خالق ہے چنانچہ انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ خالقی کائنات کی دی ہوئی دولت کو جائز کاموں میں صرف کرے۔ مشائے الہی کے خلاف وسائل کا استعمال ناجائز ہے۔

2- حلال و حرام کی تمیز

اسلام کے نظام معيشت میں کسب معاش اور صرف دولت کے سلسلہ میں حرام و حلال

کی تمیز کر دی گئی ہے۔ مسلمان کے لئے صرف وہی حلال ہے جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حلال قرار دیا ہے۔ اسلام نے حلال چیزوں کا کاروبار کرنے کی اجازت دی ہے اور حرام چیزوں کے کاروبار سے منع کیا ہے۔ اسلام صرف حلال ذریعہ سے کمائی ہوئی روزی کوہی جائز قرار دیتا ہے۔

3- ارتکازِ دولت کی ممانعت

اسلام کے معاشری نظام میں ارتکازِ دولت کی نہادت کی گئی ہے۔ اسلامی نظامِ معیشت میں دولت کو جائزِ ذرائع پر میانہ روی کے ساتھ صرف کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ارتکازِ دولت کی اسلام میں نہادت کی گئی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

وَالَّذِينَ يَكْبِرُونَ الْدَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُفْقُدُونَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ لَا

فَبَشِّرُهُم بِعَذَابٍ أَيْمَمٍ ۝ سورۃ التوبۃ: ۳۲

”جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خبر دے دو۔“

4- نجی ملکیت کا جدا گانہ تصور

اشٹراکیت (Socialism) میں جزوی طور پر اور اشتہاریت (Communism) میں کلی طور پر نجی ملکیت کے تصور کی نظر کی گئی ہے۔

سرمایہ داری نظام میں نجی ملکیت کا لامحدود حق ہے۔ ان دونوں کے عکس اسلام ہر شخص کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ جائزِ ذرائع سے کمائی ہوئی دولت کا مالک ہو جس طرح چاہے حدود و قبود کے اندر رہ کر اسے جائز کاموں پر صرف کرے۔

5- صرفِ دولت کا حدودِ اللہ کے تابع ہونا

حلال ذرائع سے کمائی ہوئی دولت پر اسلام انسان کے حق تصرف تسلیم کرتا ہے مگر اسلام فضول خرچی اور اسراف کی نہادت کرتا ہے۔

اسلام کے نظامِ معیشت میں حدودِ اللہ کے تابع رہنا لازم ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ۝ سورۃ الاعراف: ۳۱

کھاؤ پولیکن حد سے نہ گزرو۔

6- حصول رزق کے حلال ذرائع کا استعمال

اسلام نے حصول معاش کے لئے جدوجہد کو لازم قرار دیا ہے۔ اسلام رزق حلال کمانے کے طریقے بھی بتاتا ہے۔ تاہم حصول رزق کے لئے جدوجہد رزق حلال کے لئے ہی ہو۔ حرام کمانی کی ممانعت کر دی گئی ہے۔

چوری، رشوت خوری، عصمت فروٹی، نشآ و اشیاء کی خرید و فروخت، بت تراشی اور گدا گری وغیرہ کے ذریعے روزی کمانے کی ممانعت کر دی گئی ہے۔

7- منصفانہ تقسیم دولت

اسلامی نظام معيشت میں دولت کی منصفانہ تقسیم کی خصوصی تاکید کی گئی ہے۔ اسلام میں حصول دولت اور صرف دولت کو حلال ذرائع سے مقید کیا گیا ہے تو دوسری طرف جمع شدہ دولت کو قانونی اقدامات مثلاً زکوٰۃ، اور قانونی وراثت کے ذریعے اس کے حقداروں اور محروم طبقات تک پہنچانے کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ اس طرح تقسیم دولت کا ایک خود کار نظام وجود میں آ گیا۔

8- معاشی آزادی

اسلامی نظام معيشت میں تمام افراد معاشرہ کو کسب معاش کے کیساں مواقع دئے گئے ہیں تاہم یہ ضروری ہے کہ افراد اپنی معاشی آزادی کو اسلامی شریعت کی مقررہ کردہ حدود کے اندر رہ کر استعمال کریں۔

9- وسائل کائنات سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب

اسلام انسان کو کائنات کی وسعتوں میں پہلتے ہوئے بے حد و شمار وسائل سے بھر پور استفادہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

10- گردش دولت کا اہتمام

اسلامی نظام معيشت میں یہ اہتمام بھی کیا گیا ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں محصور اور مرکوز ہو کر نہ رہ جائے۔ اعزہ و اقارب اور اہل حاجت کی امداد پر لوگوں کو ابھارا گیا ہے اور اسے قرب الٰہی اور رضاۓ الٰہی کے حصول کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔

معیشت کے پانیدار استحکام اور کسی معاشرہ کے افراد کی خوشنی کا انحصار اس بات پر ہے کہ دولت کی تقسیم اس طرح ہو کہ وسائل دولت میں عدل و احسان کسی حالت میں نہیں چھوڑتا معاشری نظام کی اصلاح سے اسلام گردش دولت کا اصول پیش کرتا ہے۔ اسلام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ دولت مسلسل گردش کرتی رہے دولت چند ہاتھوں میں رہ رہے اور نہ ہی کسی خاص طبقہ میں گردش کرتی رہے۔ اس لئے اسلام نے زکوٰۃ اور عشر کا نظام دیا ہے۔

ارتکاز دولت کے خاتمہ کے لئے اقدامات

1- زکوٰۃ و عشر

زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے۔ زکوٰۃ حقوق العباد کی ادائیگی کا شعور پیدا کرتی ہے۔ قرآن حکیم میں زکوٰۃ کا ذکر ۳ مقامات پر ہوا ہے۔ دور نبوی اور دورِ خلافت راشدہ میں زکوٰۃ و عشر کی وصولی اور تقسیم کا اجتماعی نظام نافذ تھا۔ اس کے لئے باقاعدہ علمیین مقرر تھے جو اغذیاء سے لے کر اس کو فقراء میں تقسیم کرتے تھے۔ اگر زکوٰۃ وصول کر کے مستحقین میں تقسیم کر دی جائے تو اغذیاء پر مزید مالی واجبات عائد کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ زکوٰۃ کی بدولت دولت امراء سے غرباء کی طرف منتقل ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی سے امیر اور غریب کے درمیان وسیع خلچ کم ہو جاتی ہے۔ غریبوں کا معیار زندگی بھی بہتر ہونے لگتا ہے۔

2- صدقات و خیرات

زکوٰۃ کے علاوہ اسلام نے امراء پر غرباء کے کچھ حقوق عائد کئے ہیں ان میں سے بعض کو واجب قرار دیا ہے۔ مثلاً صدقہ فطر اور بعض کو مستحسن اور مستحب قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ أَنْفِقُوا مِنْ مَا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدُكُمُ الْمُؤْمُنُ فَيَقُولُ
رَبِّ لَوْلَا أَخْرَجْتَنِي إِلَى أَجَلٍ فَرِيْبٌ فَأَصَدَّقَ وَأَكْنُ مَنَ الصَّلِحِينَ

﴿سورة المنافقون: ۱۰﴾

”خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے روزی دی تم کو اس سے پہلے کو تم میں سے کسی کو موت آجائے پھر کہے اے میرے رب کیوں نہ ڈھیل دی مجھ کو تھوڑی مدت کے لئے کہ میں

خیرات کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا۔“

3- انفاق فی سبیل اللہ

زکوٰۃ کے علاوہ اسلام ایک فرد سے مزید رضا کارانہ مالی قربانی کا بھی مطالبہ کرتا ہے اس میں اللہ کی راہ میں یعنی انفاق فی سبیل اللہ میں زیادہ دینے سے زیادہ دینے کی کوشش کرنا ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ کی وضاحت قرآن کریم میں اس طرح کی گئی ہے:

وَيَسْتَأْنُوكَ مَاذَا يُفْقُونَ طَفْلُ الْعَفْوَ ﴿سورة البقرة: ٢١٩﴾

”اور آپ سے یہ بھی پوچھتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں؟ فرمادیں جو ضرورت سے زائد ہے۔“
العفو کا مطلب ہے کہ وہ دولت جو اپنی ضروریات سے زائد ہو۔ ”انفاق العفو“ کا بنیادی مقصد ارتکاز دولت کو کم کر کے گردش دولت میں اضافہ کرنا ہے اور تقسیم دولت میں پائے جانے والی تفاوت کو دور کرنا ہے۔

4- نظام و راثت

ارتکاز دولت کے خاتمه اور دولت کی متوازن تقسیم کے لئے شریعت میں وراثت کا مکمل نظام موجود ہے۔ اگر شرعی احکام کے مطابق وراثت تقسیم کر دی جائے تو اس سے ارتکاز دولت میں کمی آ جاتی ہے اور معتدل اور متوازن معيشت وجود میں آ جاتی ہے۔ اسلام کا قانون و راثت، یہ گردش دولت کی ایک ایسی تدبیر ہے کہ جس کی دنیا میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

5- مصالح عامہ کے لئے ٹیکس عائد کرنا

مصالح عامہ سے مراد ہے کہ عوام کو سہولتیں فراہم کرنے، قومی منصوبوں کی تکمیل اور حکومت کا نظام چلانے کے لئے اغذیاء پر براہ راست ٹیکس عائد کرنا اور مصالح عامہ پر خرچ کرنا۔ اپنی مدد آپ کرنے کا اصول یہ ہے کہ عوام کے ذی استطاعت لوگوں سے ٹیکس وصول کر کے عوام کو سہولتیں دینا۔ اس سے پوری قوم کو فائدہ ہوتا ہے اور ان کا معیار زندگی بلند ہوتا ہے۔ گویا عوام کا پیسہ دوبارہ ان کے پاس لوٹ آتا ہے۔

6- اموال مفتوحة اور غنائم جنگ کی تقسیم

اموال مفتوحة اور غنائم جنگ کی منصوبانہ تقسیم کے باقاعدہ قواعد مقرر ہیں۔ مال غنیمت

کی تقسیم میں حکم یہ ہے کہ اس کے پانچ حصے مقرر کیے جائیں، چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیے جائیں اور خمس (پانچواں حصہ) عام ملی مصالح پر خرچ کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ خمس (پانچویں حصہ) میں میتم بچوں کی پرورش، مسکین، بیوہ عورتوں، اپناج، معدود، بیمار، نادار اور بیرون گاری دو کرنے کے لئے خرچ کی جائے گی۔

7- ذخیرہ اندوزی (Black Marketing) کی ممانعت

آج کل چند لوگ اکثریت کا استھصال کر کے دولت سمیٹ لیتے ہیں۔ یعنی ذخیرہ اندوزی (Black Marketing) کر لیتے ہیں۔ پھر گردش زرک جانے سے سوسائٹی کو مختلف دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہی سرمایہ کاری کی اساس ہے۔ اسلام نے اسے حرام ٹھہرایا ہے کیونکہ اس طرح مخصوص طبقے وجود میں آ کر پروان چڑھتے ہیں۔ اس سے معاشی تفاوت بڑھتا ہے۔ اور دولت چند ہاتھوں میں سمٹ جاتی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ احْتَكَرَ بُرْيُدًّا أَنْ يَعْالِيَ بِهَا عَلَى الْمُسْلِمِينَ فَهُوَ خَاطِئٌ

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البيوع، حدیث: ۲۲۱۱)

جس نے ذخیرہ اندوزی اس ارادہ سے کی کہ وہ اس طرح مسلمانوں پر اس چیز کی قیمت چڑھائے وہ خط کار ہے۔
ایک اور حدیث میں ہے۔

أَنَّ مَعْمَراً قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ

(صحیح مسلم، کتاب المساقة، حدیث: ۱۶۰۵)

حضرت عمر رض بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ذخیرہ اندوزی کی وہ گنہگار ہے۔

8- میانہ روی

اسلام نے اعتدال کی روشن اختیار کی۔ دولت کو تمام افراد ملت میں تقسیم کرنے اور مالداروں کے مال میں ناداروں کو حصہ دار بنانے کا اچھا انتظام کیا ہے۔ ہر شخص کو کفایت شعاراتی کا

درس دیا ہے تاکہ معاشری توازن نہ بگڑے۔
ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَاتِّ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمُسْكِينُونَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَدِّرْ تَبْدِيرًا

الْمُبَدِّرِينَ كَانُوا إِخْوانَ الشَّيْطَنِ طَوَّكَانَ الشَّيْطَنَ لِرَبِّهِ كَفُورًا

﴿سورۃ بنی اسرائیل: ۲۷، ۲۶﴾

اور قرابتِ داروں کو ان کا حق ادا کرو اور محتاجوں اور مسافروں کو بھی (دو) اور (اپنا مال) فضول خرچی سے مت اڑاؤ۔ بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔

9-وقف

جو اشیاء منقولہ یا غیر منقولہ ذاتی ملکیت سے نکال کرنی سبیل اللہ دے دی جاتی ہیں وہ اسلامی اصطلاح میں وقف کہلاتی ہیں۔ اوقاف اسلامی نظام کے لئے باعث صد افتخار ہیں۔ مسلم معاشرے میں یہیں، شکستہ حال لوگوں، ناداروں، اندرھوں اور آفت رسیدہ محتاجوں کے اوقاف کا ایک وسیع نظام قائم ہو۔

وقف کے اس سارے نظام کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ دولت معاشرے کے چند افراد کے ہاتھوں میں گردش نہ کرتی رہے۔

10- ناجائز دولت اور غیر شرعی جا گیروں کی ضبط

حرام دولت اور غیر شرعی جا گیروں اور کارخانوں کو ضبط کر لیا جائے۔ اگر کسی نے ظلم سے ناجائز دولت جمع کر لی ہے تو اسے ضبط کر کے اصل مالکوں تک پہنچایا جائے یا پھر مستحقین میں تقسیم کر دیا جائے۔

11- ارتکازِ ارض اور زرعی اصلاحات

زمینوں کے بڑے بڑے رقبے چند بڑے زمینداروں کے بھٹے میں ہیں۔ اس ارتکازِ ارض کی وجہ سے بے شمار معاشری اور سماجی خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اس لئے مصالح عامہ کے حصول اور مفاد عامہ کے لئے ارتکازِ ارض کو ختم کرنا اور زرعی اصلاحات کرنا وقت کی ضرورت ہے۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مِيتَةً فَهِيَ لَهُ وَلَيْسَ لِعُوقِ ظَالِمٍ حَقٌّ (سنن ابو داود، کتاب الخراج والامارة والفقہ، حدیث: ۳۰۷۳) حضرت سعید بن زید ﷺ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے بخراز میں کوآ باد کیا وہ اسی کی ہے اور ظالم کی رگ کا اس پر کوئی حق نہیں ہے، ایک اور مقام پر فرمایا۔

عَنْ سَمْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ أَحْاطَ حَائِطًا عَلَى أَرْضٍ فَهِيَ لَهُ (سنن ابو داود، کتاب الخراج والامارة والفقہ، حدیث: ۳۰۷۷) حضرت سمرہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ جس نے بخراز میں کچھ کراحتہ بنالیا تو وہ زمین اسی کی ہے۔“

12۔ سود کی حرمت

سود جسے عربی میں ربوہ کہتے ہیں اس کی متعدد صورتیں ہیں۔ سود کی ہر صورت حرام ہے۔ سود قانونی فطرت کے خلاف کھلی بغاؤت ہے۔ سود کے ذریعے اشیائے صرف کی قیمتوں میں غیر حقیقی اضافہ ہو جاتا ہے اور شدید معاشری ناہمواری پیدا ہو جاتی ہے۔

اسلام اور سود (ربوا)

(Islamic & Riba)

حرمت ربوا (سود) از روئے قرآن

اسلام نے سود کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔
 يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبُوَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ ﴿سورۃ البقرۃ: ۲۷۶﴾
 ”اور اللہ سود کو مٹاتا ہے (یعنی سودی مال سے برکت کو ختم کرتا ہے) اور صدقات کو بڑھاتا ہے (یعنی صدقہ کے ذریعے مال کی برکت کو زیادہ کرتا ہے)؛“
 فتح مکہ کے بعد سودی لیں دین کو قطعی حرام قرار دیا گیا
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبُوَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿سورۃ البقرۃ: ۲۷۸﴾

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈر اور جو کچھ بھی سود میں سے باقی رہ گیا ہے چھوڑ دو اگر تم (صدق دل سے) ایمان رکھتے ہو“

﴿فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَاذْنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ سورۃ البقرۃ: ۲۷۹
”پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ پر خبردار ہو جاؤ“

حرمت ربا (سود) از روئے حدیث

امام مسلم نے حضرت جابر رض سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
”سود کھانے والے، کھلانے والے، اس (کام عابدہ) لکھنے والے اور اس کے گواہ بننے والے پر لعنت فرمائی اور فرمایا وہ سب (اللہ کے ہاں) برابر ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رض بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ شَفِيعُ الرِّبَّا سَيُعُونَ حُوَّبًا أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهَ (سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، حدیث: ۲۲۷۳)
”حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سود کی ستر اقسام ہیں۔ اس کی بلکل قسم کا گناہ یہ ہے کہ جیسے آدمی اپنی ماں سے نکاح (زنما مرتب) کرے ستر کی تعداد سے مراد گناہ کی زیادتی اور اس فعل کی شناخت و قباحت کا اظہار ہے۔

سود کے نقصانات

- 1- معاشرتی نقصانات
- 2- اخلاقی نقصانات
- 3- معاشری اور اجتماعی نقصانات

1- سود کے معاشرتی نقصانات

جس معاشرے میں ذاتی غرض اور مفاد ہی مطمئن نظر ہو اور افراد معاشرہ ایک دوسرے کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے والے ہوں تو وہ معاشرہ نفسی کا شکار ہو جاتا ہے۔

2- سود کے اخلاقی نقصانات

اخلاقی اعتبار سے دیکھا جائے تو سود سے اخلاق حسنہ کا خاتمہ ہو جاتا ہے کیونکہ سود بخل

اور خود غرضی جیسی صفات پیدا کرتا ہے۔ سودخور اخلاقی طور پر تزلی کا شکار ہو جاتا ہے۔ سود سے باہمی ہمدردی، صرفت اور مدد ادا باہمی جیسے جذبات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

3- معاشری نقصانات

سودی معيشت میں دو طبقے بن جاتے ہیں، ایک امیر اور دوسرا غریب۔ وقت کے ساتھ ساتھ امیر، امیر تر ہوتا جاتا ہے اور غریب، غریب تر ہوتا جاتا ہے۔ سرمایہ چند ہاتھوں میں مرکوز ہو جاتا ہے۔ اس طرح غریب طبقہ کی قوت خرید بھی سودخور سرمایہ دار چھین لیتا ہے۔ اشیاء کی خرید و فروخت کم ہو جاتی ہے اور معيشت کی ترقی کو دھپکا لگاتا ہے۔ کساد بازاری کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔

4- تمدنی اور جنمائی نقصانات

جس معاشرے میں خود غرضی اور حرص جنم لے لیں، ایک دوسرے سے ہمدردی اور بھائی چارے کا جذبہ موجود نہ ہو، بغیر ذاتی فائدے کے ایک دوسرے کی حاجت روئی نہ کی جائے تو ایسا معاشرہ مضبوط و مستحکم نہیں ہو سکتا۔ اس طرح تہذیب و تمدن کو جمیع طور پر نقصان پہنچتا ہے۔

تجارت کے بنیادی اصول

(Basic Islamic Ways of Trade)

اسلام نے تجارت کے درج ذیل بنیادی اصول بیان کیے ہیں:

1- باہمی رضامندی

تجارت باہمی رضامندی سے ہونی چاہیے۔ تجارت میں جانبین کی حقیقی رضا کا پایا جانا ضروری ہے۔ دونوں فریق کسی جروا کراہ کے بغیر اپنے مرضی سے معاملہ کریں۔ تجارت کی وہ تمام شکلیں اسلام کے معاشری نظام میں ناجائز ہیں جن میں کسی ایک فریق پر کسی قسم کا دباؤ ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالْتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدُوِّانِ

﴿سورۃ المائدۃ: ۲﴾

”بھلانی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور ظلم پر ہرگز کسی کے ساتھ تعاوون نہ کرو۔“

2- حلال و حرام کی تیز

اسلام میں صرف اور صرف حلال چیزوں کی تجارت کی اجازت ہے، حرام چیزوں کی خرید فروخت منوع ہے۔ قرآن مجید میں حکم رباني ہے:

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيَّبًا ﴿٨٨﴾
﴿سورة المائدۃ: ۸۸﴾

”اور کھاؤ ان چیزوں میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو بخشی ہیں حلال اور پاکیزہ“

شراب، نشہ آور اشیاء، بت گری و بت فروٹی، آلات موسیقی کی تیاری، عصمت فروٹی، سٹھ، کھانات، سود، خزری اور مردار کی تجارت کو اسلام نے حرام ٹھہرایا ہے۔

3- دینہ مداری

اسلام ہر موقع پر دیانت داری اور ایمان داری کی تلقین کرتا ہے اور بالخصوص تجارت میں اس پر بہت زور دیا گیا ہے کیونکہ تجارت میں بد دیانتی کے بہت مواقع ہوتے ہیں۔ جھوٹی قسمیں کھا کر مال بیچنے کی نذمت کی گئی ہے۔ اسی طرح ایک قسم کامال دکھا کر دوسرا قسم کامال فروخت کرنا منوع ہے۔ اسی طرح معاملے پر معاملہ کرنا، خیانت کرنا، وعدہ خلافی کرنے جیسے تمام امور منوع ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے دھوکے کی بیع کو ناجائز قرار دیا ہے۔

4- ناپ تول کا پورا کرنا

تجارت میں بعض اشیاء ناپ کر اور بعض تول کر فروخت کی جاتی ہیں۔ اسلام نے ناپ تول میں کمی کو منوع قرار دیا ہے۔ ارشاد رباني ہے:

وَأَوْفُوا الْكِيلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ﴿٣٥﴾
﴿سورة بنی اسرائیل: ۳۵﴾

اور ناپ پورا کھا کر وجب (بھی) قسم (کوئی چیز) ناپ اور (جب تو نے گلوتو) سیدھے ترازو سے تولا کرو۔

یہ بہتر ہے کہ ناپ میں فراغتی کا مظاہرہ کیا جائے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے ایک تو نے والے کو دیکھا تو اسے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

عَنْ سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ جَلَبَثُ أَنَا وَمَخْرَفَةُ الْعَبْدِيُّ بَزَّا مِنْ هَجَرَ فَجَاءَ
كَارَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَسَأَوْمَنَ سَرَأوْيَلَ وَعِنْدَنَا وَرَأْنُ بَيْنُ بِالْأَجْرِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ

یا وَرَأْنُ زِنْ وَأَرْجُحْ

(سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، حدیث: ۲۲۲۰)

حضرت سوید بن قیس ﷺ نے فرمایا کہ میں اور مخرفۃ العبدی، بھر سے کپڑا لے کر آئے، حضور نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، ہم سے ایک پا جامہ خریدا، ہمارے پاس ایک وزن کرنے والا تھا جو قیمت لے کر تولتا، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا۔ وزن کرنے والا جھلتا ہوا تو لے۔

5- گاہک کوشیاء کے (نقسان) سے مطلع کرنا

مال یبھنے والے کا یہ اخلاقی فرض بتا ہے کہ وہ فروخت ہونے والی چیز میں اگر کوئی عیب یا نقش ہو تو گاہک کو اس سے مطلع کرے۔ اگر گاہک کو مطلع نہ کیا جائے اور عیب پر مطلع ہونے کے بعد اگر گاہک اس چیز کو واپس کرنا چاہے تو یبھنے والا اپنی اپنی اس چیز کو واپس لینے کا پابند ہو گا۔

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ بَاعَ عَيْبًا
لَمْ يُبَيِّنْهُ لَمْ يَنْزَلْ فِي مَقْتَلِهِ وَلَمْ تَرُلْ الْمَلَائِكَةُ تَلْعَنَهُ

(سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، حدیث: ۲۲۲۷)

حضرت واٹلہ بن اسقع ﷺ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”جو شخص عیب دار چیز کو یبھنے اور اس پر خریدا کو آگاہ نہ کرے تو وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نارِ انگلی میں رہتا ہے اور فرشتے اس پر ہمیشہ لعنت کرتے ہیں۔“

6- معابرہ کی پابندی

خریدنے والے اور یبھنے والے ہر حال میں اپنے معابرہ کی پابندی کریں۔ بالع نے جس قیمت پر سودا طے کیا ہے اچانک قیمت کے زیادہ ہو جانے سے سودے سے نہ پھرے۔ اسی طرح مشتری قیمت کے کم ہو جانے سے مال اٹھانے سے انکار نہ کرے۔ قرآن حکیم میں ہے:

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُهُودِ ﴿١﴾ سورة المائدۃ: ۱

اے ایمان والواپنے وعدوں کو پورا کرو۔

7۔ بیع پر بیع نہ کرنے

اگر کسی شخص نے کوئی مال خرید لیا ہے یا خریدنے کا معاملہ کر لیا ہے تو کسی دوسرے شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسے خریدنے کی پیشکش کرے۔ بعض لوگ پہلے گاہک سے زیادہ قیمت لگا کر سودا منسوخ کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسلام میں اس فعل کی مذمت کرتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلَهُ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبْعِثُ عَصْكُمْ عَلَى بَيْعٍ بَعْضِ

(صحیح مسلم، کتاب الیوع، حدیث: ۱۵۱۶)

”حضرت ابن عمر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص

دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے۔“

8۔ موجود شے کی بیع

بانچ اور مشتری جس شے کا سودا کریں اس کا موجود ہونا ضروری ہے۔ جو شے موقع پر موجود نہ ہوا کی خرید و فروخت منوع ہے۔ مثلاً ہوا میں اڑتے ہوئے پرندے یا دریا میں پائی جانے والی مچھلی یا مادہ جانور کے پیٹ میں پائے جانے والے بچ کی بیع درست نہیں۔ اس لیے کہ اس چیز کی کیفیت اور کمیت کا صحیح طور پر علم نہیں ہوتا۔

9۔ ذخیرہ اندوزی کی ممانعت

اسلام نے ذخیرہ اندوزی کی ممانعت کی ہے۔ دام بڑھا کر بیچنے کے لئے ذخیرہ اندوزی کرنے سے اسلام میں منع کیا گیا ہے کیونکہ خلق خدا کے لیے یہ بڑی تکلیف وہ چیز ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

عَنْ مَعْمَرِ بْنِ أَبِي مَغْمِرٍ أَحَدِ بَنِي عَدَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلَهُ وَسَلَّمَ لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ۔ (سنن ابو داود، أبواب الإجارة، حدیث: ۳۲۳)

”حضرت معمار بن ابو معمراًؓ سے روایت کی ہے جو بنی عدی بن کعب کے ایک فرد تھے

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ذخیرہ اندوزی نہیں کرے گا مگر خطا کار ایک اور حدیث میں ہے۔ آنَّ مَعْمَرًا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلَهُ وَسَلَّمَ مَنْ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ (صحیح مسلم، کتاب المساقة، حدیث: ۱۶۰۵)

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ذخیرہ اندوزی کی وہ گنگار ہے۔

10- تجارت میں اخلاقیات

بائع اور مشتری یعنی بیچنے والے اور خریدنے والے معاملہ طے کرتے وقت خوش خلقی، نرمی اور غفوو درگزر سے کام لیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مُصَلِّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحْمَ اللَّهُ عَبْدًا سَمْحًا إِذَا
بَاعَ سَمْحًا إِذَا اشْتَرَى سَمْحًا إِذَا أُقْضِيَ

(سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، حدیث: ۲۲۰۳)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ رب العزت کی رحمت ہو اس شخص پر جو جب بیچ یا خریدے یا تفرض کا تقاضا کرے تو نرمی اور درگزر کا معاملہ کرے۔

اسلامی معاشیات سے متعلقہ کتب

- ۱- معاشیات اسلام، سید ابوالاعلیٰ مودودی
- ۲- اسلامی معاشیات، پروفیسر عبدالحمید ڈار
- ۳- معاشیات نظام مصطفیٰ، مفتی غلام سرور قادری
- ۴- اقتصادیات اسلام، ڈاکٹر محمد طاہر القادری
- ۵- اسلامی معاشیات، سید مناظر احسان گیلانی

سوالات

- ۱- اسلامی معاشی نظام پر تفصیلی تعارف بیان کریں۔
- ۲- اسلامی تجارت کے اصول و ضوابط بیان کریں۔
- ۳- اسلام اور حرمت سود پر قرآن و حدیث کی روشنی میں لکھیں۔
- ۴- ارتکاز دولت پر اسلام نے کیا کیا قدمات کیے ہیں تفصیل سے قلمبند کریں۔
- ۵- اسلامی معاشیات کی خصوصیات بیان کریں۔

باب ہفت

اسلام کا سیاسی نظام

Political System of Islam

- ۱۔ سیاست کا معنی و مفہوم
- ۲۔ اسلامی نظام سیاست کے بنیادی تصورات
- ۳۔ اسلامی نظام سیاست کے رہنماء اصول

اسلام کا سیاسی نظام

Political System of Islam

سیاست کا الغوی معنی و مفہوم
جمع البتانی میں ہے:

ساس القوم امرهم وتولی امرهم.

سیاست یعنی قوم کے مسائل زندگی کی ذمہ داری لینا۔

سیاست کے معنی کسی قوم کو چلانا اور ان کے مفاد و مصالح کے بارے میں اسے امر و نبی کرنے کے ہیں۔ لفظ سیاست کا فارسی ترجمہ ہے رعیت داری کردن۔ اور جو سیاسی امور سر انجام دیتا ہے اور جو امور سیاست کا ماہر ہوتا ہے اسے سیاست دان کہتے ہیں۔
اہل مغرب کی اصطلاح میں سیاست فن حکومت کو کہتے ہیں اور جو امورِ مملکت چلاتے ہیں انہیں مردان سیاسی کہا جاتا ہے۔

سیاست سقراط کی نظر میں

سیاست کے معنی فن حکومت کے ہیں اور سائنس اس شخص کو کہتے ہیں جسے حکومت کرنا آتی ہو۔

ابن خلدون کے نزدیک سیاست کی تعریف

سیاست اور حکومت کا مقصد اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت، غمہداشت، اور ان کے مفادات کے تحفظ کا نام ہے۔ دراصل سیاست اللہ تعالیٰ کی نیابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر اس کے احکام نافذ کرنے کا نام ہے۔

مولانا حامد انصاری کے نزدیک سیاست کی تعریف

مولانا حامد انصاریؒ میں لکھتے ہیں: ”سیاست سے مراد نظم و نت حکومت ہے۔“

کسی بھی ریاست کو حسن طریقے سے چلانے کے لیے جو نظام اپنایا جاتا ہے اور جو انتظامات کے جاتے ہیں اس کو نظام سیاست کہا جاتا ہے۔
مختلف سیاسی مفکرین نے سیاسی نظام کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔

1- پروفیسر بنجمن (Benjamen)

سیاسی نظام سے مراد ایک ایسا نظام ہے جس میں حکومتی معاملات اور عوام کے مفادات کے اہم فیصلے کیے جاتے ہیں۔

2- یاول (Powell)

مناسب اور جائز قوت کے ذریعے سیاسی نظام کے تسلسل کو برقرار رکھنے کی ہر کوشش کا نام ہے۔

3- بی-ریلین (B. Reulin)

سیاسی نظام ایک ایسا نظام ہے جس میں عوام اور حکومتی معاملات (حکومت چلانے کے سلسلہ میں) اہم فیصلے کئے جاتے ہیں۔

اسلام کا سیاسی نظام

کسی بھی ریاست کو احسن طریقے سے چلانے کے لیے جو نظام اپنایا جاتا ہے اور جو انتظامات کیے جاتے ہیں اس کو نظام سیاست کہا جاتا ہے۔ جب اسلامی ریاست کی بنیادیں مستحکم ہو گئیں تو حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی توجہ ایسے اقدامات پر کی جن کا تعلق داخلی استحکام، رعایا کی فلاح و بہبود، معاشرتی تنظیم، باشندوں کے حقوق و فرائض کا تعین، قانون سازی، عدل و انصاف، نظم و نت، احکام کا اجر اور اس کے نفاذ سے تھا۔

اسلامی نظام سیاست کے بنیادی تصورات

1- حاکمیت الہیہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے

حاکمیت کی جملہ صفات اور اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ اس کی ذات کے سوا اس کائنات میں کوئی اور ان صفات اور اختیارات کا مالک نہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

وَهُوَ الْفَاعِلُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿سورۃ الانعام: ۱۸﴾

اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے، اور وہ بڑی حکمت والخبردار ہے۔

2- کائنات کا خالق و مالک

اللہ تعالیٰ اس پوری کائنات، انسان اور ہر چیز کا خالق ہے جس سے انسان مستفید

ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلِ اللَّهُ خَالقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْفَهَارُ﴾ سورة الرعد: ۱۶

فرمادینجیے: اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ایک ہے، وہ سب پر غالب ہے۔

3- قانون الٰہی کی پیروی

اس کائنات کا خالق چونکہ اللہ تعالیٰ ہے لہذا اس کے قانون کی پیروی ہونی چاہیے، اس کو چھوڑ کر دوسروں کی خواہشات کی پیروی منوع ہے۔
ارشادربانی ہے:

﴿إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَبَ بِالْحَقِّ فَأَعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ﴾ سورة الزمر: ۲
بے شک ہم نے آپ کی طرف (یہ) کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے تو آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کے لیے طاعت و بندگی کو مخالف رکھتے ہوئے کیا کریں۔

﴿أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْعَالِصُ طَ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُوَّبِهِ أُولَئِكَ مَا نَعْبُدُهُمُ الْأَلَّا
لِيُقْرَبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى طَ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ طَ إِنَّ اللَّهَ لَا
يَهْدِي مَنْ هُوَ كَذِبٌ كُفَّارٌ﴾ سورة الزمر: ۳

”(لوگوں سے کہدیں): سُن لو طاعت و بندگی خالصتاً اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، اور جن (کفار) نے اللہ تعالیٰ کے سوا (بتوں کو) دوست بنارکھا ہے، وہ (اپنی بُت پرستی کے جھوٹے جواز کے لیے یہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کی پرستش صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا مقرب بنادیں، بے شک اللہ تعالیٰ ان کے درمیان اس چیز کا فیصلہ فرمادے گا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہدایت نہیں فرماتا جو جھوٹا ہے، برداشا شکر گزار ہے“

4- رسول اکرم ﷺ کی اطاعت

اللہ تعالیٰ کا وہ قانون جس کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے انسان کا اس تک پہنچنے کا ذریعہ صرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔ وہ اپنے قول و عمل سے ان احکامات کی تشریع کرتا ہے۔ پس رسول اکرم ﷺ انسانی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی قانونی حاکمیت کے نمائندہ ہیں۔ ارشادربانی ہے:

﴿وَمَا أَتَكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهُكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا جَ وَاتَّقُوا اللَّهَ طَ إِنَّ اللَّهَ

شَدِيدُ الْعِقَاب

﴿سُورَةُ الْحَشْرٍ : ٧﴾

”اور جو کچھ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں عطا فرمائیں تو اسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں تو (اُس سے) رُک جایا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو (یعنی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تقسیم و عطا پر کبھی زبان طعن نہ کھولو)، بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے“

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ عَلَيْكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿سُورَةُ آلِ عُمَرَانَ . ١٣٢﴾

اور اللہ کی اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فرمانبرداری کرتے رہو تاکہ تم پر حم کیا جائے

5- بالاتر قانون

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم قرآن حکیم کی رو سے بالاتر قانون (Supreme Law) ہے جس کے مقابلہ میں اہل ایمان صرف اطاعت ہی کا رو یہ اختیار کرتے ہیں۔ کوئی مسلمان آزادانہ فیصلہ کرنے کا مجاز نہیں۔

6- ریاست کی اطاعت کی حدود

نظام خلافت کو چلانے کے لیے جو ریاست قائم ہوگی عوام اس کی اطاعت کے پابند ہوں گے۔

7- بنیادی حقوق کا تحفظ

مسلم ریاست میں رہنے والے مسلم اور غیر مسلم باشندوں کو بنیادی حقوق حاصل ہوں گے۔ اس میں جان کا تحفظ، حقوق ملکیت کا تحفظ اور عزت کا تحفظ شامل ہیں۔

8- عوام پر حکومت کے حقوق

اسلامی نظام حکومت میں حکومت کو یہ حقوق حاصل ہوں گے کہ عوام حکمرانوں کی طرف سے بنائے گئے قوانین کا احترام کریں۔ ارشاد ربانی ہے:

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ.

﴿سُورَةُ النِّسَاءِ : ٥٩﴾

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اہل حق) صاحبان امر کی۔

9-قانون کی بالادستی

اسلامی حکومت میں رہنے والے عوام کو بلا امتیاز عدل و انصاف کی فرائی حکومت کی او لیں ذمہ داری ہے۔ قانون پر مساوات کے اصولوں کے مطابق عمل ہوا اور کوئی بھی شخص قانون سے بالاتر نہ ہو۔

10-حقیقی فلاجی مملکت

اسلامی حکومت فلاجی حکومت ہوتی ہے، سماجی بہبود اسلامی مملکت کے فرائض میں شامل ہوتی ہے۔ عوام کی فلاج و بہبود کے لیے اقدامات کرنا حکومت کی او لیں ترجیح ہوتی ہے۔

11-مادی خوشحالی سے بلند تر مقصد

اسلام سماجی بہبود کا جو نظام پیش کرتا ہے وہ محض اقتصادی خوشحالی یا مادی فلاج تک ہی محدود نہیں بلکہ یہ معماشی ضروریات کی تسلیکین کے تصور سے بہت آگے چلا جاتا ہے۔

12-سوشل سیکورٹی

مسلم معاشرے کے پسمندہ افراد، بیانی اور بیوگان کی فلاج کے لیے اقدامات کرنا یہ اسلامی مملکت کے فرائض میں سے ہے۔ قیموں اور بیوگان سے اچھا برتاؤ اور ان کی ضروریات کا خیال کرنا ایک اسلامی فلاجی مملکت کی ذمہ داری ہے۔

اسلامی نظام سیاست کے رہنمای اصول

اسلام اپنے سیاسی نظام کو جن اصولوں پر استوار کرتا ہے وہ درج ذیل ہیں:

1-قانون الہی کی بالادستی

حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے۔ اسلامی حکومت بنیادی طور پر خلافت ہے۔ اس میں حکمرانی مطلق العنان نہیں بلکہ قانون الہی کا پابند ہو کر کی جاسکتی ہے۔ قانون سازی صرف قرآن و سنت کی روشنی میں ہو سکتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿أَكُمْ تَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ لَهُ الْمُلْكُ السَّمُوَاتِ وَالْأَرْضُ﴾ ﴿سورہ البقرہ: ۷۰﴾

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی باڈشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔

2-عدل و انصاف

اسلامی ریاست میں قانون کا نفاذ ادنیٰ و اعلیٰ سب پر برابر ہو گا کسی کے ساتھ امتیازی سلوک روانہ نہیں رکھا جائے گا۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَأَمْرُتْ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ۔ ﴿سورۃ الشوری: ۱۵﴾

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل و انصاف کروں۔

3-شوری

سربراہ ریاست کا انتخاب مسلمانوں کے باہمی مشورے سے ہونا چاہیے۔ اسی طرح حکومت کا نظام بھی مشورے سے چلانا چاہیے۔ ارشاد بانی ہے۔

وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ۔ ﴿سورۃ الشوری: ۳۸﴾

اور ان کا فیصلہ باہمی مشورہ سے ہوتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: ”جس معاملے میں اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا کوئی حکم موجود نہ ہواں میں دین کی سمجھ رکھنے والے اور عابدوگوں سے مشورہ کرو اور کسی خاص شخص کی رائے پر فیصلہ نہ کر ڈالو۔

4-خواہش اقدار کی ممانعت

اسلام کے ذمہ دارانہ مناصب کے لیے عموماً اور خلافت کے لیے خصوصاً لوگ سب سے زیادہ نامزوں ہیں جو خود عہدہ حاصل کرنے کے طالب ہوں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَىٰ قَالَ انْطَلَقْتُ مَعَ رَجُلِينِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَتَسْهَدَ أَحَدُهُمَا ثُمَّ قَالَ جِئْنَا لِتَسْتَعِينَ بِنَا عَلَىٰ عَمَلِكَ وَقَالَ الْآخَرُ مِثْلَ قَوْلِ صَاحِبِهِ فَقَالَ إِنَّ أَخْوَنَكُمْ عِنْدَنَا مَنْ طَلَبَهُ

(سنن ابو داود، کتاب الحراج و الامارة و الفیء، حدیث: ۲۹۳۰)

”حضرت ابو بردہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو موسیؓ نے فرمایا: میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں دو آدمیوں کے سات حاضر ہوا۔ ان میں سے ہر ایک نے تشهید پڑھ کر

کہا ہم آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ امورِ ملکت میں ہماری خدمات حاصل کیجئے۔ دوسرے نے بھی وہی بات کہی جو اس کے ساتھی نے کہی تھی۔ آپ نے فرمایا تم میں سب سے بڑھ کر خائن ہمارے نزدیک وہ ہے جو اسے خود طلب کرے۔

5۔ عدل و انصاف

قانون کا نفاذ ادنیٰ و اعلیٰ سب پر مساوی ہو کسی کے ساتھ امتیازی سلوک روانہ رکھا جائے۔ حکم الٰہی ہے:

وَأَمْرُتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ۔ ﴿سورۃ الشوری: ۱۵﴾

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل و انصاف کروں۔

6۔ اسلامی نظام کا قائم کرنا

اسلام کا نظام اپنی اصلی بیت میں قائم کیا جائے اس میں کسی قسم کا رد و بدل نہ کیا جائے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

كُسْتُمْ خَيْرٌ أُمَّةٍ أُخْرِجْتُ لِلنَّاسِ تَامُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ﴿سورۃ آل عمران: ۱۰﴾

”تم بہترین اُمّت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“
حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

7۔ احتساب

جس طرح ارباب حکومت عوام کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اسی طرح عوام کا بھی فرض ہے کہ وہ بھی ارباب حکومت کو بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔ اگر وہ غلط قدم اٹھائیں تو ان کا احتساب کریں اور ان پر کڑی نظر رکھیں۔

نیکی کی تلقین کرنے اور برائی سے منع کرنے کے حوالے سے ارشادِ بانی ہے:

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمُ أُولَاءِ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ

وَيَهُؤُنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴿سورۃ التوبۃ: ۱﴾

”اور اہل ایمان مرد اور اہل ایمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق و مددگار ہیں۔ وہ اپھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں“

8- مساوات میں مسلمین

کسی طبق یا نسل کو اسلام میں کوئی امتیازی حق حاصل نہیں بلا امتیاز رنگ نسل سب مساوی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِلَّا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَانِكُمْ وَاحِدٌ، إِلَّا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيِّ
عَلَى أَعْجَمِيِّ، وَلَا لِعَجَمِيِّ عَلَى عَرَبِيِّ، وَلَا لَأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى
أَحْمَرَ، إِلَّا بِالْتَّفَوْيِ

(المقصد العلی فی زوائد مسنند أبي یعلی الموصلى ج ۱، ص ۲۲۳۶)
”لوگوں لو! تمہارا رب ایک ہے۔ عربی کو عجمی پر یا عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔ نہ کالے کوگورے پرنگوڑے کوکالے پر کوئی فضیلت ہے بجر تقوی کے۔“

اسلامی سیاست سے متعلقہ کتب

۱۔ اسلامی ریاست، مولانا امین احسن اصلاحی

۲۔ اسلامی ریاست، سید ابوالاعلیٰ مودودی

۳۔ اسلامی ریاست، ڈاکٹر محمد حمید اللہ

۴۔ اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار، ڈاکٹر ایم ایس ناز

۵۔ رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ

۶۔ سیاسی مسلہ اور اس کا اسلامی حل۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری

۷۔ اسلام کا نظام حکومت، مولانا حامد انصاری

۸۔ عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ

۹۔ اسلام کا تصور سیاست، محمد یوسف

﴿سوالات﴾

- ۱۔ سیاست سے کیا مراد ہے۔ اسلامی سیاست پر نوٹ لکھیں
- ۲۔ اسلامی نظام سیاست کے بنیادی تصورات بیان کریں
- ۳۔ اسلامی نظام سیاست کے رہنماء صول بیان کریں۔
- ۴۔ دین اور سیاست و ریاست کے باہمی تعلق پر نوٹ لکھیں

باب ہشتم

تاریخ اسلام (Islamic History)

- ۱۔ تاریخ کی ابتداء کب ہوئی۔
- ۲۔ خلافت راشدہ کے کارنامے
- ۳۔ واقعہ کربلا کے امیہ حکومت پراثرات
- ۴۔ بنی امیہ کی حکومت کا زوال
- ۵۔ خلافت عباسیہ کی حکومت کے کارنامے

تاریخ اسلام (Islamic History)

تاریخ کے لغوی معنی و مفہوم

لغت میں تاریخ وقت سے آگاہ کرنے کو کہتے ہیں۔ ارْخُثُ الْكَتَابَ: میں نے لکھنے کا وقت ظاہر کیا۔ علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری (المتوفی ۷۰) فرماتے ہیں کہ تاریخ اور توریخ دونوں کے معنی وقت سے آگاہ کرنا ہیں؛ چنانچہ اس کے لیے ارْخُث بھی کہا جاتا ہے اور وَرَخْ بھی

تاریخ ایک ایسا مضمون ہے جس میں ماضی میں پیش آنے والے لوگوں اور واقعات کے بارے میں معلومات ہوتی ہیں۔ تاریخ دا ان مختلف جگہوں سے اپنی معلومات حاصل کرتے ہیں جن میں پرانے نسخے، شہادتیں اور پرانی چیزوں کی تحقیق شامل ہے۔

تاریخ کی ابتداء کب اور کس طرح ہوئی؟

علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں کہ جب زمین پر انسان کی آبادی وسیع ہونے لگی تو تاریخ کی ضرورت محسوس ہوئی، اس وقت ہبتو آدم ﷺ سے تاریخ شمار کی جانے لگی، پھر طوفان نوح ﷺ سے اس کی ابتداء ہوئی، پھر نار خلیل سے، پھر یوسف کے مصر میں وزیر بننے سے، پھر موئی ﷺ کے خروج مصر سے، پھر حضرت داؤد ﷺ سے، ان کے فوراً بعد حضرت سلیمان ﷺ سے پھر حضرت عیسیٰ ﷺ سے۔ اس کے بعد ہر قوم اپنے اپنے علاقہ میں کسی اہم واقعہ کو سن قرار دیتی تھی، مثلاً قوم احمر نے واقعہ تبایع کو، قوم غسان نے سد سکندری کو، اہل صنعتے نے جبše کے یمن پر چڑھ آنے کو سن قرار دیا۔

علامہ عینی مزید لکھتے ہیں کہ جس طرح ہر قوم نے اپنی تاریخ کا مدار قومی واقعات و خصائص پر رکھا، اسی طرح اہل عرب نے بھی تاریخ کے لیے عظیم واقعات کو بنیاد بنایا، چنانچہ سب سے پہلے اہل عرب نے حرب بوس (یہ مشہور جنگ ہے جو بکر بن واکل اور نبی ذہل کے درمیان ایک اونٹی کی وجہ سے چالیس سال تک جاری رہی) سے تاریخ کی ابتداء کی۔ اس کے بعد جنگ داحس (جو محض گھڑ دوڑ میں ایک گھوڑے کے آگے نکل جانے پر بنی عبس اور بنی ذیبان کے

در میان نصف صدی تک جاری رہی اور ان دونوں جنگوں کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو پھر جنگ غبراء سے، پھر جنگ ذی قارے پھر جنگ فیار سے تاریخ کی ابتداء کی۔

تاریخ کی ضرورت و اہمیت

تاریخ سے گزشتہ اقوام کے عروج و زوال، تعمیر و تخریب کے احوال معلوم ہوتے ہیں، جس سے آئندہ نسلوں کو عبرت کا سامان میسر آتا ہے، انکا حوصلہ بلند ہوتا ہے، دانائی و بصیرت حاصل ہوتی ہے اور دل و دماغ میں تازگی و نشونما کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، غرض تاریخ اس کائنات کا پس منظر بھی ہے اور پیش منظر بھی، اسی پر بس نہیں؛ بلکہ اس سے آئندہ کے لیے لاکھ عمل طے کرنے میں بھی خوب مدد ملتی ہے۔

تاریخ میں چونکہ اچھے آدمیوں کی خوبیاں اور بُرے لوگوں کی بُرا یاں لکھی جاتی ہیں۔ لہذا کسی رذیل یا کمینہ خاندان وائل کو علم تاریخ سے بہت ہی کم محبت ہو سکتی ہے۔ شریف قوموں کو اپنے آباء و اجداد کے کارہائے نمایاں یاد ہوتے ہیں جن کی پیروی کو وہ اپنی شرافت قائم رکھنے کے لئے ضروری سمجھتے ہیں، رذیل قومیں امتداد زمانہ کے سبب اپنے بزرگوں کے بزرگ کاموں کو بھی بھول جاتی ہیں، یہی سبب ہے کہ علم تاریخ کا شوق رکھنے والے اکثر شریف القوم، عالی نسب، بزرگ زادے اور نیک آدمی ہوتے ہیں، کوئی کمینہ خاندان کا آدمی یا خداۓ تعالیٰ کا منکر یعنی دہریہ یا کوئی بزدلی میں شہرت رکھنے والا دنیا میں اعلیٰ درجہ کا مورخ اور تاریخ کا امام نہیں گزرا۔

خلافت راشدہ کا دور (11ھ تا 40ھ)

(Period of Khlaft-E-Rashida)

خلیفہ کے معنی

خلیفہ کے معنی جانشین اور خلافت کے معنی جانشینی کے ہیں۔ اصطلاح شرح اور اصطلاح مؤرخین میں خلیفہ کے معنی بادشاہ یا شہنشاہ کے قریب قریب مراد لیے جاتے ہیں۔

خلافت کا مفہوم

خلافت کا اصطلاحی مفہوم حضور نبی اکرم ﷺ کے جانشین کی حیثیت سے مطلق دینی اور دنیاوی امور میں فرمانروائی کا حق، تھا۔ خلیفہ کی شخصیت شرعی نقطہ نظر سے دینی اور دنیاوی

معاملات میں فرمانروائی کی حامل تھی۔ یہ فرمانروائی شریعت کے دستور اور قوانین کی پابند تھی۔ خلافت کا حقیقی مقصد ناموس رسالت کا تحفظ اور حکومت کے انظم و نصت کی تنظیم اور اس کا قیام تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے دنیا سے تشریف لے گئے تو امت کا کاروبار چلانے اور انظم و نصت چلانے کے لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا گیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد تین خلفاء پراجماع امت ہے۔ ان کو خلفائے راشدین کہتے ہیں اس تیس سالہ دور کے بارے میں خود جناب رسول اکرم ﷺ کی یہ پیشین گوئی موجود ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی۔ اس سے علماء امت خلافت علیؑ ”منہاج النبیؑ“ اور خلافت راشدہ مراد لیتے ہیں۔ ڈاکٹر برهان احمد فاروقی نے اپنی کتاب ”منہاج القرآن“ میں اس دور کو ”خلافت علیؑ منہاج الرسالہ“ کے نام سے بیان کیا ہے۔ جبکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن عبد الرحیم) نے اسے ”خلافت خاصہ“ سے تعبیر کیا ہے جس کے لیے ضروری تھا کہ خلافت کے منصب پر وہی بزرگ فائز ہوں جو جناب نبی اکرم ﷺ کے ابتدائی ساتھیوں میں سے تھے اور خود آپ ﷺ کے تربیت یافتہ تھے۔ اس کے بعد خلافت عامہ کا دور شروع ہو جاتا ہے۔

کل مدت	اختتام	آغاز خلافت	خليفة
دو برس تین ماہ	۱۳ / ۰۸ / ۶۳۴ء	۱۱ / جون ۶۳۲ء	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
دس برس چھ ماہ	۲۴ / نومبر ۶۴۴ء	۱۳ / ۰۸ / ۶۳۴ء	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
گیارہ برس گیارہ ماہ	۳۵ / ۱۷ جون ۶۵۶ء	۲۴ / ۰۷ / ۶۴۴ء	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
چار برس نو ماہ	۴۰ / ۳۰ جنوری ۶۶۱ء	۳۵ / ۲۳ جون ۶۵۶ء	حضرت علی الرضا رضی اللہ عنہ
چھ مہینے	۴۱ / ریاض الاول ۶۶۱ء	۴۰ / رمضان المبارک ۶۶۱ء	حضرت حسن الجیبی رضی اللہ عنہ

خليفة اول۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

(۱۱ / جون ۶۳۲ء تا ۱۳ / ۰۸ / ۶۳۴ء)

ابتدائی حالات

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام اسلام لانے سے پہلے عبدالکعبہ تھا۔ اسلام لانے

کے بعد آپ کا نام عبد اللہ ﷺ رکھا گیا۔ کنیت ابو بکر اور لقب صدیق اور عتیق تھے۔ باپ کا نام عثمان اور کنیت ابو قفافہ تھی۔ آپ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنی تمیم سے تھا جو چھٹی پشت پر حضور نبی اکرم ﷺ سے مل جاتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق ﷺ ۲۵ء میں پیدا ہوئے آپ عمر میں حضور نبی اکرم ﷺ سے اڑھائی برس چھوٹے تھے۔

اشاعت اسلام

جب حضور نبی اکرم ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا تو مردوں میں آپ سب سے پہلے ایمان لائے۔ آپ کی کوششوں سے بہت سے لوگ مسلمان ہوئے حضرت ابو بکر صدیق ﷺ کا شمار مکہ کے معتبر اور شرفاء میں ہوتا تھا۔ آپ کے قبول اسلام کے بعد اسلام ایک تحریک کی شکل اختیار کر گیا۔ آپ کی تبلیغ سے حضرت عثمان ﷺ، حضرت زبیر ﷺ، حضرت عبد الرحمن بن عوف ﷺ اور حضرت سعد بن ابی و قاص ﷺ جیلیل القدر ہستیاں حلقة اسلام میں داخل ہوئیں۔

ہجرت مدینہ

حضور نبی اکرم ﷺ نے اہل مکہ کو مسلسل تیرہ سال تک اسلام کی دعوت دی لیکن بہت تحوزہ لے لوگ ایمان لائے۔ اس کے بعد جب رسول اللہ ﷺ کو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ جانے کا حکم آگیا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کی پوری جماعت میں سے اپنی رفاقت کے لیے صرف حضرت ابو بکر صدیق ﷺ کو منتخب فرمایا۔ ہجرت کی کھنڈ منازل میں پورے خلوص کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراپ کا برابر ہے اور یار غار کا اعزاز پایا۔

غزوہات میں شرکت

حضرت ابو بکر صدیق ﷺ کا حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت کا یہ عالم تھا۔ کہ تمام غزوہات میں آپ ﷺ کے ساتھ رہے۔ غزوہ بدر میں حضور نبی اکرم ﷺ کے خدمہ کے محافظ تھے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر گھر کا تمام انشا را حق میں دے دیا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی علالت کے دوران امامت

جب رسول اکرم ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور چلنے پھرنے کی سخت نہ رہی تو

آپ ﷺ نے حضرت ابوکر صدیقؓ کو اپنی جگہ نماز کی امامت کے فرائض سونپ دیئے یا ایک طرح سے آپ کی جائشیں کی طرف اشارہ تھا۔

حضرت ابوکر صدیقؓ کا انتخاب

حضور نبی اکرم ﷺ نے وصال کے وقت اپنا کوئی جائشیں نامزد نہیں فرمایا۔ لہذا آپ ﷺ کے وصال کے بعد یہ مسئلہ پیدا ہو گیا کہ آپ کا جائشیں کون ہوگا۔ انصار مدینہ سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہوئے وہ حضرت سعد بن عبادہؓ کا میر مقصر کرنے والے تھے۔

حضرت ابوکر صدیقؓ کو اسکی خبر ہوئی تو آپ فوراً حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ کو ساتھ لے کر سقیفہ بنو ساعدہ پہنچ اور تمام لوگوں کو قائل کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: الائمة من قريش، (امام قریش میں سے ہوں گے)۔ اس وقت جتنے انصار صحابہ کرام موجود تھے، ان سب نے آپ کی بیعت کر لی۔

حضرت ابوکر صدیقؓ کی مشکلات

حضرت ابوکر صدیقؓ کو خلافت سنجھاتے ہی کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اگر آپ نے نہایت دلنشستی، فہم و فراست، سیاسی بصیرت اور جذبہ ایمان سے تمام مشکلات پر قابو پالیا۔

1- داخلی انتشار

حضور نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد داخلی انتشار شروع ہو گیا۔ مهاجرین اور انصار کے درمیان خلافت کے بارے میں جھگڑا شروع ہو گیا۔ حضرت ابوکر صدیقؓ کے حسن تدبر نے اگرچہ اس اختلاف کو دور کر دیا اور مسلمان خلافت صدیق کے پرچم تلنے جمع ہونے لیکن ان میں وہ اتحاد پیدا نہ ہوا جو حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں ہوا تھا۔ اکابرین بنو امیہ نے جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے قبائلی تھسب اور نسلی تفاخر کو ہوادیے کی کوشش کی۔ مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے تھے جو اتحاد کا شیرازہ منتشر کرنا چاہتے تھے۔

2- فتنہ ارتداو

حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد نو مسلم بدوسلام سے منحرف ہونے لگے۔

انہوں نے دوبارہ اپنے پرانے معمودوں کی پوجا شروع کر دی۔ ان میں بھرین، حضرموت، یمن اور کندہ کے باشندے پیش پیش تھے۔ قبائلی سردار مرکزی حکومت سے علیحدگی اختیار کر کے آزاد حکمران بن بیٹھے۔ انہوں نے اسلامی ریاست سے بغاوت کر دی بلکہ بعض نے مدینہ پر چڑھائی کی تیاری شروع کر دی۔

3۔ منکرین زکوٰۃ

کچھ قبائل ایسے بھی تھے جو یوں تو اسلام پر قائم تھے اور مرکزی حکومت کے مطیع تھے لیکن انہوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا۔ انہیں منکرین زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ یہ قبائل مدینہ منورہ کے قرب و جوار میں رہتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق ﷺ نے منکرین زکوٰۃ کے خلاف کارروائی کر کے اس فتنہ کا سد باب کیا۔

4۔ معیان نبوت

حضور نبی اکرم ﷺ کے دور میں ہی جھوٹے معیان نبوت پیدا ہو گئے تھے۔ عہد صدیق کے فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ مدعا نبوت کا تھا۔ نبوت کے دعویدار اپنے اپنے قبیلے کے سردار تھے۔ انہوں نے مکروہ فریب سے لوگوں کو اپنے دام میں پھنسالیا اس سے امن و امان کی حالت خاصی خراب ہو گئی۔ مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، طیجہ بن خویلہ کے علاوہ ایک عورت سماج بھی نبوت کی دعویدار تھی۔

حضرت ابو بکر صدیق ﷺ کے کارنامے

1۔ فتنہ ارتداد کا استیصال

حضرت ابو بکر صدیق ﷺ کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ اسلام فتنہ ارتداد سے محفوظ ہو گیا۔ اس کے لیے حضرت ابو بکر صدیق ﷺ نے کئی لشکر تشكیل دیئے اور ان کو مرتدین کی سرکوبی کے لیے مختلف علاقوں میں روانہ کیا۔ ہر لشکر کے سپہ سالار کے لیے حکم تھا کہ وہ مرتدین کو سب سے پہلے دوبارہ اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں۔ اگر وہ دعوت قبول کر لیں تو انکے خلاف کارروائی نہ کی جائے اور اگر کسی بستی میں اذان کی آواز آئے تو اس بستی پر حملہ نہ کریں۔ اس حکمت عملی سے اسلامی فوج نے تمام مرتدین کا خاتمہ کر دیا۔

2- مدعیان نبوت کا خاتمه

حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی مسیلہ کذاب اور اسود عنیٰ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے واضح فرمادیا تھا:

”وَأَنَا خَاتَمُ الْبَيِّنَاتِ لَا نَبِيَ بَعْدِي“

(جامع ترمذی، کتاب الفتنه، حدیث: ۲۲۱۹)

”میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا“

حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے تمام جھوٹے مدعیان نبوت کے خلاف جہاد کیا۔ حضرت شرحبیل بن حسنة ؓ حضرت عکرمہ بن ابو جہل ؓ اور حضرت خالد بن ولید ؓ کی قیادت میں لشکروں کیے جنہوں نے نبوت کے جھوٹے دعویداروں کا خاتمه کر دیا۔

3- منکرین زکوٰۃ کا خاتمه

حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے منکرین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا حالانکہ اس وقت کبار صحابہ کرام کی رائے تھی کہ منکرین زکوٰۃ کے خلاف توارنہ اٹھائی جائے کیونکہ اس وقت اندر ورنی اور پیروںی خطرات کا سامنا تھا مگر آپ نے منکرین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا اور اس طرح آپ نے دین کی ایک دیوار کو منہدم ہونے سے بچا لیا۔

4- فتوحات کا آغاز

اسلامی فتوحات کا آغاز عہد صدیقی سے ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے روم اور فارس کی مضبوط حکومتوں کے خلاف جہاد کا آغاز کیا۔ پیر یا تین مسلمانوں کے اندر ورنی معاملات میں مداخلت کرتیں اور ان کے خلاف سازشیں کرتی تھیں۔ یہ سلطنتیں مسلمانوں کے خلاف معرکہ آراء ہوئیں جس کا نتیجہ یہ تکلا کر جنگوں کا سلسہ شروع ہو گیا۔ کسری کی عظیم الشان سلطنت چند سالوں میں مسلمانوں کے قدموں میں تھی اور قیصر روم قسطنطینیہ کے علاقوں سے دستبردار ہو کر واپس لوٹ گیا اور یوں مسلمان دنیا کی عظیم طاقت بن کر ابھرے۔

5- نظام خلافت راشدہ کی بنیاد

حضرت صدیق اکبر ؓ نے ایک طرف عظیم فتوحات کیں۔ دوسری طرف خلافت علی

منہاج النبوا (طریق نبوی پر) دنیا کے سامنے ایک مثالی اسلامی ریاست کا نمونہ پیش کیا۔ عہد نبوی ﷺ میں اسلامی ریاست کاظم حضور نبی اکرم ﷺ کی روشنی میں کرتے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر ﷺ نے خلافت میں مشاورت صحابہ کرام سے کام لیا۔ پہلی اسلامی جمہوریہ وجود میں آئی۔

6- جمع و تدوین قرآن

حضرت ابو بکر صدیق ﷺ کا ایک بہت بڑا کارنامہ قرآن مجید کی کتابی شکل میں تدوین ہے۔ آپ نے عظیم کاتب وحی حضرت زید بن ثابت ﷺ کو قرآن کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے مختلف لکھنے ہوئے اجزاء اور حفاظت قرآن کے سینوں سے سورتوں کو جمع کر کے کتابی صورت میں مددون کیا۔ حضرت زید بن ثابت ﷺ نے قرآن کا مددون نسخ حضرت صدیق اکبر ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس نسخ کو مصحف صدیقی کہا جاتا ہے۔

خلیفہ دوّم۔ حضرت عمر فاروق

(13ھ/اگست 634ء تا ۲۴ محرم 644ء)

نام و نسب

آپ کا نام عمر ﷺ کنیت ابو حفص اور لقب فاروق تھا۔ آپ کے والد گرامی کا نام خطاب بن نفیل تھا۔ آپ قبیلہ قریش کی شاخ بنو عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ آٹھویں پشت میں آپ کا سلسلہ نسب حضور نبی اکرم ﷺ سے جاتا ہے۔

پیدائش

حضرت عمر فاروق ﷺ جنگ فبار سے تقریباً چار سال پہلے ۵۸۲ء میں مکہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت عمر فاروق ﷺ حضور نبی اکرم ﷺ سے عمر میں تیرہ سال چھوٹے تھے۔ جب آپ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت حضرت عمر فاروق ﷺ کی عمر مبارک ستائیں برس تھی۔

قبول اسلام

ابتدائے دعوت اسلام میں حضرت عمر فاروق ﷺ اسلام کے سخت دشمن تھے۔ حضرت

عمر فاروق رض اور ابو جہل اسلام کے مخالف کے گروہوں کے لیدر بن گئے۔ سات سال تک حضرت عمر فاروق رض اسلام کے سخت دشمن رہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ ابو جہل اور عمر میں سے کسی ایک کو اسلام قبول کرنے کی توفیق دے۔ حضرت عمر فاروق رض کے حق میں دعا قبول ہو گئی اور آپ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رض نے حق و باطل کا فرق بر ملا کھادیا۔ اس خدمت پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رض کو فاروق کا لقب عطا فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی وجہ سے حق و باطل میں فرق کر دیا۔

ہجرت مدینہ

حضرت عمر فاروق رض نے ۷ نبوی میں اسلام قبول کیا اور ۳۱ نبوی کو ہجرت کی۔ انہوں نے اسلام لانے کے بعد تقریباً ۶ سال تک قریش کی سختیاں برداشت کیں۔ جب مسلمانوں کو مدینہ منورہ ہجرت کی اجازت ملی تو حضرت عمر فاروق رض میں مسلمانوں کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

غزوہات میں شرکت

حضرت عمر فاروق رض بدر سے تبوک تک تمام غزوہات میں شریک ہوئے۔ مدینہ میں سب سے پہلے بدر کا معركہ پیش آیا۔ بدر کے غزوہ میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ بدر کا میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔

غزوہ احمد ہجرت کے تیرہ سال بعد پیش آیا۔ اس میں آپ رض نے حصہ لیا۔ اہل اسلام کے یہود سے جتنے معركے ہوئے حضرت عمر فاروق رض نے ان میں شرکت کی۔ غزوہ احزاب کے معركہ میں شریک ہوئے۔ خبر کی مہم میں بھی شامل ہوئے۔

انتخاب خلافت

جب حضرت ابو بکر صدیق رض کا آخری وقت آپ پہنچا تو آپ نے اپنے جانشیں کے متعلق اکابر صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ مشورہ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رض اس نتیجہ پر پہنچے کے حضرت عمر فاروق رض، ہی خلافت کے لیے موزوں ہیں۔ آپ نے حضرت عثمان غنی رض سے

حضرت عمر فاروق رض کی جانشینی کا فرمان لکھوا یا اور تمام لوگوں کو پڑھ کر سنایا گیا۔ پھر حضرت عمر فاروق رض کو بلا کر انہیں نصیحت فرمائی اور ان کے حق میں دعا فرمائی۔ حضرت عمر فاروق رض کی خلافت کی ابتداء ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ سے ہوتی ہے۔

عہد فاروقی جہاں شاندار فتوحات کی وجہ سے مشہور ہے وہاں آپ کا انتظام سلطنت بھی قابل ذکر ہے۔ حضرت عمر فاروق رض کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے اسلامی احکام کی روشنی میں ایک ایسے نظام حکومت کی بنیاد رکھی جس کی نظیر موجود ترقی یافتہ دور بھی پیش نہیں کر سکتا۔ آپ نے نظام حکومت کی بنیاد جدید خطوط پر رکھی۔

شہادت

حضرت عمر فاروق رض ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ کو معمول کے مطابق نماز فجر کی ادائیگی کے لیے مسجد نبوی میں تشریف لائے جہاں نماز فجر میں مسجد کی حالت میں ابو لولونا می جوئی غلام نے جو قتل کے ارادے سے محراب میں چھپا ہوا تھا۔ اس نے فجر سے تین جگہوار کیے۔ آپ ان زخمیوں سے جانب نہ ہو سکے اور اس طرح آپ کیم محرم ۲۴ھ کو دنیاۓ فانی سے کوچ کر گئے۔ جبکہ یہ غلام پیشے کے اعتبار سے لوہا تھا۔

حضرت عمر فاروق رض کا نظام حکومت

مرکزی نظام

خلفیہ اسلامی حکومت کا سربراہ ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رض خلیفہ بنے تو آپ نے خلیفہ الرسول کا لقب اختیار کیا لیکن حضرت عمر فاروق رض نے امیر المؤمنین کا لقب اختیار کیا۔ خلیفہ رسول اللہ کا جانشین ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے دینی اور دینیوی معاملات کا گمراہ ہوتا ہے۔ خلیفہ کا فرض ہے کہ وہ ملک میں احکام شریعت نافذ کرے۔ حضرت عمر فاروق رض کے دور میں مدینہ منورہ اسلامی حکومت کا دارالخلافہ تھا۔

شوریٰ

حضرت عمر فاروق رض سلطنت کے تمام امور قرآن و سنت کی روشنی میں باہمی

مشاورت سے طرف ماتے تھے۔ جس کے لیے آپ نے مجلس شوریٰ بنائی ہوئی تھی۔ مسجد نبوی میں صحابہ کرام کو جمع کر کے معاملات پیش کیے جاتے جس میں ہر شخص رائے دے سکتا تھا، کوئی کام بھی بغیر مشورہ کے عمل میں نہیں آ سکتا تھا۔ مجلس شوریٰ میں مہاجرین اور انصار کے ارکان شریک ہوتے تھے۔ آپ کی مجلس شوریٰ کے اراکین میں حضرت علیؓ، حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ، حضرت معاذ بن خبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کے نام قابل ذکر ہیں۔

دفتری نظام

حضرت عمر فاروقؓ نے دفتری نظام ایرانیوں کی طرز پر ایک ایرانی کے مشورہ سے قائم کیا۔ یہ دفاتر مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں دیوان خراج اور دیوان فوج خصوصی اہمیت کے حامل تھے۔

مرکزی دفتر مسجد نبوی

عہد فاروقی میں مسجد نبوی مرکزی دفتر تھا۔ مسجد مکرثیت کا کام دیتی تھی۔ تمام صوبوں کے گمان اور سپہ سالاروں کو یہاں سے ہدایات جاری کی جاتی تھیں۔

صوبائی نظام حکومت

حضرت عمر فاروقؓ نے وسیع مملکت کے نظام کو پُر امن طریقے سے چلانے کے لیے درج ذیل گیارہ صوبوں میں تقسیم کیا تھا:

1- مکہ مکرمہ	2- مدینہ منورہ	3- شام
5- کوفہ	4- جزیرہ	
6- بصرہ	7- مصر	8- فلسطین
9- خراسان	10- آذربائیجان	11- فارس

صوبائی عہدے

ہر صوبہ میں حاکم اعلیٰ (گورنر) جسے والی بھی کہتے تھے کے علاوہ میرنشی، امیر عسکر، بلکثر، پولیس آفیسر، خزانچی اور قاضی ہوتے تھے۔ بعض اوقات فوج کا سپہ سالار بھی علیحدہ ہوتا تھا مگر اکثر اوقات حاکم اعلیٰ (گورنر) ہی سپہ سالار ہوتا تھا۔

اضلاع

ہر صوبہ کوئی ضلعوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ہر ضلع میں قاضی، عامل اور افسر خزانہ ہوتے تھے۔

حکام کا تقرر

صوبائی اور ضلعی حاکموں کا تقرر خود خلیفہ کرتا تھا۔ حاکموں کے تقرر کرتے وقت حضرت عمر فاروق رض بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ ان کے تقرر میں کوئی رعایت نہیں کی جاتی تھی۔ تقرری کے موقع پر ہر عامل کو ایک پروانہ دیا جاتا تھا جس میں اس کے اختیارات اور فرائض درج ہوتے تھے۔

عمال کا محاسبہ

حضرت عمر فاروق رض بڑی سختی سے عمال کا محاسبہ کرتے تھے تاکہ کوئی شخص اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال نہ کر سکے۔ تقرری کے وقت ان کے مال و اسباب کی فہرست تیار کی جاتی اور ان کی مالی حالت میں غیر معمولی اضافہ پران کی باز پرس کی جاتی۔ حج کے موقع پر سارے عہدے دار اکٹھے ہوتے۔ اگر کسی عہدہ دار کے بارے میں کسی کوشش کیتی ہوتی تو اس عہدہ دار کی باز پرس کی جاتی اور سگین نویت کی غفلت برتنے پر اس عہدہ دار کو اس کے عہدہ سے برطرف کر دیا جاتا۔

حضرت عمر فاروق رض اپنے ہر عامل سے عہد لیتے تھے کہ:

۱۔ وہ عیش و عشرت کی زندگی سے اجتناب کریگا۔

۲۔ ریشمی لباس نہیں پہنے گا۔

۳۔ چھنا ہوا آٹا نہیں کھائے گا۔

۴۔ اور اپنے دروازے پر دربان نہیں بٹھائے گا۔

۵۔ اور حاجت مندوں کے لئے دروازہ ہمیشہ کھلار کھے گا۔

مالی نظام

بیت المال کا قیام

حضرت عمر فاروق رض سے پہلے اسلامی حکومت کا کوئی خزانہ نہ تھا۔ صحابہ کرام کے

مشورے سے حضرت عمر فاروق رض نے مدینہ منورہ میں مرکزی بیت المال قائم کیا۔ ہر ضلع میں اس کی شاخیں قائم کیں۔ عہد فاروقی میں بیت المال کے ذرائع آمدنی درج ذیل تھے:

1- زکوٰۃ	2- خراج	3- جزیہ
4- مال غنیمت کا خس	5- عشر	6- زمین

1- باقاعدہ فوج

حضرت عمر فاروق رض نے فوج کا ایک مستقل محکمہ قائم کیا۔ اس سے پہلے اسلامی ریاست کی باقاعدہ فوج نہ تھی۔ آپ نے فوجیوں کی باقاعدہ تنخواہیں مقرر کیں۔

2- فوجی مرکز کا قیام

حضرت عمر فاروق رض نے ملک بھر میں فوجی مرکز قائم کیے۔ فوجی بارکیں اور چھاؤنیاں بنائیں۔ یہ فوجی چھاؤنیاں مدینہ منورہ کے علاوہ دوسرے اہم مقامات پر تھیں۔ ان میں اونٹ، گدھے اور گھوڑے رکھے جاتے تھے۔ گھوڑوں کے لیے وسیع چراگاہیں تھیں۔ فوجی چھاؤنیوں میں فوجیوں کے لیے راشن اور اسلحہ رکھا جاتا تھا۔

3- ساز و سامان

اسلحہ کی ترسیل کا باقاعدہ نظام قائم کیا گیا تھا۔ فوجیوں کو سواری، تیر اندازی کی باقاعدہ تربیت دی جاتی تھی۔ فوج کے لیے تلواریں، نیزے، تیر، زرہ بکتر مہیا کیے جاتے تھے۔ فوجیوں کو شکست خورده فوج سے کافی اسلحہ جاتا وہ اسے مرمت کر کے دوبارہ استعمال میں لے آتے۔

4- جاسوسی اور خبر رسانی کا نظام

حضرت عمر فاروق رض نے جنگوں میں جاسوسی اور خبر رسانی کا باقاعدہ انتظام کیا تھا۔ فوجیوں کو تربیت دے کر جاسوسی کے لیے دشمن کے علاقوں میں بھیجا جاتا تھا۔

عدالتی نظام

آزاد عدالیہ

عہد صدقیقی میں عدالیہ اور انتظامیہ دونوں اکٹھے تھے۔ حضرت عمر فاروق رض نے عدالیہ

کو انتظامیہ سے علیحدہ کر دیا۔ خلیفہ عدالیہ کا نگران اعلیٰ ہوتا تھا۔ انسداد رشوت کے لیے قاضیوں کی تنخوا ہیں بہت زیادہ رکھی گئی تھیں۔ قاضی شریعت اور سلیمان بن ربعہ کی تنخوا ہیں پانچ پانچ سورہم تھیں۔ مرکزی سطح پر مدینہ منورہ میں قاضی القضاۃ (Chief Justice) کے علاوہ ہر ضلع میں قضاۃ کا علیحدہ شعبہ تھا۔

محکمہ ڈاک

سرکاری مراحلات کو مملکت کے تمام حصوں میں بروقت پہنچانے کے لیے ڈاک کا محکمہ قائم کیا گیا۔ اس کے لیے مختلف جگہوں پر پوسٹ میں قائم کی گئیں۔

محکمہ پولیس

عہد فاروقی میں قیام امن اور شہریوں کی جان و مال کے تحفظ کے لیے پولیس کا محکمہ قائم کیا گیا جس کو ”احادث“ کہا جاتا تھا۔

محکمہ جیل خانہ جات

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجرموں کو سزا میں دینے اور جرائم کی روک تھام کے لیے محکمہ جیل خانہ جات بنایا۔ مکہ معظمہ میں صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کا مکان چار ہزار درہم پر خریدا اور اس کو جیل خانہ بنایا۔ اسی طرح مختلف مقامات پر جیلیں قائم کیں۔

محکمہ محاصل

محاصل کی بروقت وصولی کے لیے محکمہ محاصل قائم کیا گیا۔ خراج کی وصولی میں اصلاحات کی گئیں اور محاصل کی وصولی کے نظام کو بہتر کیا گیا۔

خلیفہ سوم - حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

(24 جون 656ھ / 17 جون 644ھ)

نام و نسب

آپ کا اسم گرامی عثمان رضی اللہ عنہ، نبیت ابو عبید اللہ اور لقب ذو التورین تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ واقعہ فیل کے چھ سال بعد اور ہجرت نبوی مسیحیت سے سنتا لیں سال قبل پیدا ہوئے۔ حضور نبی اکرم مصطفیٰ مسیحیت

کی دو صاحبزادے ایاں حضرت رقیہ ز اور حضرت ام کلثوم ز کیے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں اس لیے آپ کو ذوالنورین (دونوروں والا) کا لقب دیا گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے والد کا نام عفان اور والدہ کا نام اروہی تھا۔

قبول اسلام

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر تعلقات تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلام کی طرف مائل کر لیا اور وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے دستِ حق پر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ ز کا عقدان کے ساتھ کر دیا۔

ذریعہ معاش

آپ کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ تجارت میں آپ نے دیانت اور راست بازی سے اتنی ترقی کی کہ آپ کا شمار قریش کے دولت مند افراد میں ہوتا تھا۔ اپنی دولت اور ثروت کی وجہ سے غنی کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔

خاندان

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قریش کی مشہور شاخ بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ پانچویں پشت پر آپ کا نسب رسول اللہ ﷺ سے جاتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نانی ام حکیم بیضا حضور نبی اکرم ﷺ کی سگی پھوپھی تھی۔

ہجرت جبشہ

جب ہجرت کی اجازت ملی تو آپ اپنی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ ز کو ساتھ لے کر جبشہ ہجرت کر گئے۔ پھر مکہ واپس تشریف لے آئے۔ پھر دوبارہ اہل و عیال سمیت مدینہ ہجرت فرمائی۔

غزوہات میں شرکت

مدینہ آنے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تمام غزوہات میں شریک ہوئے لیکن غزوہ بدر میں اپنی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ ز کی علاالت کی وجہ سے حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں غزوہ میں شریک ہونے سے منع فرمادیا تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں غزوہ میں شرکت کا اجر اور مال

غیرمیت دونوں ملیں گے۔

انتخاب خلافت

حضرت عمر فاروق رض کے زخمی ہونے کے بعد جب آپ کے جانب ہونے کی امید نہ رہی تو آپ نے نئے خلیفہ کے انتخاب کے لیے حضرت علی رض حضرت عثمان رض، حضرت زبیر رض حضرت طلحہ رض حضرت سعد بن ابی و قاص رض اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رض پر مشتمل ایک کمیٹی بنادی۔ حضرت عمر فاروق رض کی تدفین کے بعد کمیٹی کا اجلاس ہوا کہ باہمی مشورہ سے خلیفہ کا انتخاب کریں مگر دو دن تک فیصلہ نہ ہو سکا۔ تیسرا دن باہمی مشورہ سے حضرت عبد الرحمن بن عوف رض کو فیصلہ کا اختیار دیا گیا، جس پر انہوں نے اہل مدینہ اور باہر سے آنے والے لوگوں سے مشورہ کیا۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف رض نے حضرت عثمان غنی رض کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس کے بعد حضرت علی رض نے بیعت کی اور اس کے ساتھ ہی تمام حاضرین نے جو اس وقت موجود تھے بیعت کر لی۔

نظام حکومت اور کارنامے

نظام خلافت حضرت عمر فاروق رض کے عہد میں ہی مکمل ہو چکا تھا۔ حضرت عثمان غنی رض نے اس کو اسی طرح قائم رکھا البتہ انتظامی ضروریات اور حالات کے مطابق تبدیلیاں کیں۔

1- مجلس شوریٰ

عہد عثمانی میں حضرت عمر فاروق رض کے دور کی طرح شوریٰ کا اہتمام نہ تھا لیکن اہم امور میں حضرت عثمان غنی رض اکابر صحابہ کرام اور عمال حکومت سے مشورہ فرماتے تھے۔

2- ملکی انتظام

حضرت عثمان رض نے جس طرح اسلامی مملکت صوبوں اور ضلعوں میں تقسیم تھی۔ البتہ تین صوبوں یعنی دمشق، اردن اور فلسطین کو ملا کر ایک صوبہ شام کے نام سے بنادیا گیا۔

3- بیت المال کے محاذ و مصارف

حضرت عثمان رض کے عہد میں بہت سے نئے علاقوں فتح ہوئے۔ اس سے خراج کی

صورت میں آمدنی میں کئی گیا اضافہ ہوا۔ پرانے محاصل میں بھی کافی اضافہ ہوا یہاں تک کہ مصر کے خراج کی مقدار دگنی ہو گئی۔

4- فوجی انتظام

فوج میں بعض تبدیلیاں کی گئیں۔ بعض صوبوں میں انتظامی اور فوجی شعبے الگ کر دیئے گئے۔ فوجیوں کی تنخواہ میں اضافہ کر دیا گیا۔ نئے مفتوح علاقوں میں فوجی چھاؤنیاں قائم کی گئیں۔ سرکاری چڑاگا ہوں میں اضافہ کیا گیا۔

5- بحری فوج اور بحری بیڑہ

عہدِ عثمانی کا اہم کارنامہ بحری فوج کا قیام ہے۔ عہدِ عثمانی میں حضرت امیر معاویہ رض نے بحری بیڑہ کو اتنی ترقی دی کہ وہ اس عہد کے طاقتو رومی بیڑے سے بڑھ گیا۔

6- عمال کا محاسبہ

حضرت عثمان رض نظرہ نہایت جیم اطمع تھے۔ آپ میں مواد خدا و اخساب کی وہ سختی نہ تھی جو حضرت عمر فاروق رض میں تھی۔

عہدِ عثمانی میں عہدِ فاروقی جیسا اخساب نہ تھا لیکن آپ کسی ایسی بدعنوی کو نظر انداز نہ کرتے جس سے حکومت کے نظام پر کوئی اثر پڑتا ہو۔ آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رض کو بیت المال کا قرض ادا نہ کرنے پر معزول کر دیا۔

7- رفاه عامہ

حضرت عثمان رض کے عہد میں رفاه عامہ کے بہت کام ہوئے۔ تعمیرات میں بہت اضافہ ہوا۔ دفاتر کے لیے وسیع عمارتیں تعمیر کی گئیں۔ رعایا کے آرام کے لیے سڑکیں، پل اور مسافر خانے تعمیر کیے گئے۔

8- ذمیوں کے حقوق کا تحفظ

حضرت عثمان رض نے اپنے زیر قبضہ علاقوں میں ذمیوں کو مکمل مذہبی آزادی دی۔ انہیں ترقی کے یکساں موقع میسر تھے۔ ان کی جان، مال اور عزت اسلامی مملکت میں محفوظ تھی۔

9- فتوحات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسلامی مملکت کی سرحدیں پیمن، چین اور ہندوستان سے جا ملیں۔ شمالی افریقہ میں الجزاير مراکش، تیونس اور جزیرہ قبرص تک کی حکومتیں اسلامی حکومت کی مطمع ہو گئیں۔ عہد عثمانی کے پہلے پانچ سال، بہت زیادہ فتوحات ہوئیں۔

10- مسجد نبوی کی تعمیر

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت کا اہم کارنامہ مسجد نبوی کی تعمیر و توسعہ ہے۔ آپ نے ۲۹ھ میں مسجد کو وسعت دی۔ عمارت کے لیے چونا اور پھر بطن غل سے منگوایا۔ ساری عمارت میں منقش پھر استعمال کیے۔

11- مصحف صدیقی کی اشاعت

دینی خدمات کے سلسلہ میں آپ کا سب سے اہم کارنامہ مسلمانوں کو ایک قراءت اور ایک مصحف پر تحد کرنا ہے۔ کتابی صورت میں کلام اللہ کی تدوین عہد صدیقی میں ہو چکی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عہد صدیقی کا مدون کیا ہوا نسخہ حضرت حفصہ گو سے منگوایا اور اس کی نقلیں کر کے تمام ممالک اسلامیہ میں بھجوائیں۔ اس سے ساری دنیا کے مسلمانوں کا اتفاق ایک قرآن پر ہو گیا۔

خلیفہ چہارم - حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ
 (35/ ۳۰ جنوری 661ھ / 23 جون 656ء)

نام و نسب

آپ کا نام علی رضی اللہ عنہ، لقب حیدر (شیر) اور اسد اللہ (اللہ کا شیر تھے)۔ پہلا القب آپ کی والدہ مختارہ نے اور دوسرا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر میں شجاعت اور بہادری پر عطا فرمایا تھا۔ کنیت ابو الحسن اور ابودریاب تھی۔ آپ کا لقب مرتضی بھی تھا۔ آپ کے والد کا نام ابو طالب تھا جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد ز تھا جو حضرت ہاشم کی پوتی تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ ز بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی شفقت کرتی تھیں۔ آپ

مسلمان ہوئیں اور ہجرت کر کے مدینہ آگئی تھیں۔

پروش

حضرت علی ﷺ بعثت نبوی سے دس سال پیشتر اور ہجرت مدینہ سے اکیس سال قبل حرم کعبہ میں ۳۰ء میں پیدا ہوئے۔ ابوطالب کی مالی حالت اچھی نہ تھی اس لیے رسول اللہ ﷺ نے پچھا کا بارہ لاکارنے کے لیے حضرت علی ﷺ کو اپنے دامن پر پروش میں لے لیا۔

قبول اسلام

بعثت کے چوتھے سال رسول اکرم ﷺ نے کوہ صفا پر اپنے خاندان والوں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے دنیا اور آخرت کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں۔ تم میں سے کون ہے جو میرا ساتھ دیتا ہے؟ تو اس کے جواب میں صرف ایک آواز آئی اور یہ آواز حضرت علی ﷺ کی تھی۔ آپ نے عرض کیا: ”گوئیں عمر میں چھوٹا ہوں اور میری نائیں کمزور ہیں مگر میں آپ کا معاون و مددگار اور قوت بازو ہوں گا۔“ اس صدر میں آپ ﷺ نے فرمایا: تم میرے وارث اور بھائی ہو۔

ہجرت مدینہ

جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ کو اپنے بستر پر لٹا دیا اور تمام امانتیں حضرت علی ﷺ کے سپرد کر دیں تاکہ وہ امانتیں ان کے مالکوں کو پہنچا کر مدینہ آ جائیں۔ آپ رات بھر بستر نبوی ﷺ پر لیٹے رہے اور صبح امانتیں ان کے مالکوں کو پہنچا کر تین دن بعد مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

حضرت فاطمہؓ سے نکاح

مدینہ آنے کے بعد ۲ ہجری میں رسول اکرم ﷺ نے اپنی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کا نکاح آپ سے کر دیا۔ نکاح کے وقت حضرت علی ﷺ کی عمر چو میں سال اور حضرت فاطمہؓ کی عمر انہیں یا بیس سال تھی۔

غزوہات میں شرکت

ہجرت مدینہ کے بعد غزوہات کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت علی ﷺ نے تمام غزوہات:

بدر، أحد، خدق، بنی قریظہ اور حنین میں شمولیت کی اور بہادری کے جو ہر دکھائے۔ غزوہ خیبر میں ایسی بہادری دکھائی کہ رسول اکرم ﷺ نے آپ کو اسد اللہ (اللہ کا شیر) کا لقب عطا فرمایا۔ غزوہ تبوک میں حضور نبی اکرم ﷺ نے آپ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔

خلافاء ثلاثہ کے مشیر

رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد آپ تینوں خلفاء حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مشیر ہے۔ تینوں خلفاء آپ کی رائے کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر اپنا فیصلہ تبدیل کرتے ہوئے اور آپ کے مشورہ کے مطابق فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا: ”اگر آن علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا آپ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ وہ ہر معاملہ میں آپ سے مشورہ طلب کرتے تھے۔

بیعت خلافت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تین دن تک مسند خلافت خالی رہی لیکن خلافت کا قیام ضروری تھا۔ اس وقت صحابہ کرام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات ہی ایسی تھی جس پر سب کا اتفاق ہو سکتا تھا۔ چنانچہ مہاجرین و انصار جن میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے مل کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ آپ خلافت کا عہدہ قبول کریں۔ آپ نے بارہا انکار کیا لیکن لوگوں نے اسرار لیا کہ ہم لوگ آپ ہی کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ غرض مسلمانوں کے اصرار اور امت مسلمہ کے مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے آپ نے اس ذمہ داری کو قبول فرمایا اور جمع عام میں مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس بیعت میں مدینہ کے تمام ممتاز صحابہ کرام شریک ہوئے۔ بیعت کے بعد ماہ ذی الحجه سن ۳۵ ہجری میں آپ نے مسند خلافت پر قدم رکھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نظام حکومت

1- نظام خلافت کی اصلاح

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نظام خلافت کی اصلاح کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری دور میں

اموی نوجوانوں کے غلبہ سے خلافت کا نظام خلافت راشدہ کی شاہراہ سے ہٹ چلا تھا حضرت علیؓ نے اسے دوبارہ صراطِ مستقیم پر لانے کی کوشش کی۔ گوکر مخالف حالات نے آپ کو اس کا پورا موقع نہ دیا لیکن جہاں تک ممکن ہو سکا آپ نے دوبارہ شیخین کے دور کی روایات کو زندہ کرنے کی کوشش کی۔ عثمانی دور میں بعض فتنہ پرور عناصر کی وجہ سے حکومتی نظام میں جو خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں انہیں دور کر کے عہدِ فاروقی کے نظم و نسق کو بحال کیا۔ آپ نے صوبوں کی تقسیم وہی رکھی البتہ عثمانی سب بدل دیئے اور دارالخلافہ مدینہ سے کوفہ منتقل کر دیا۔

2- فوجی نظام

حضرت علیؓ فطرہ سیاسی مزاج تھے اس لیے فوج کی جانب آپ کی خصوصی توجہ رہی۔ مسلسل اڑائیوں کی وجہ سے آپ کو فوجی نظام کو ترقی دینے کا موقع نہ ملتا ہم آپ نے ضرورت کے مطابق فوجی چھاؤ نیاں قائم کیں اور قلعے تعمیر کرائے۔ اصطخر کا قلعہ یا حصہ یا حصہ زیاد آپ کے دور میں تعمیر ہوا۔ فوجی اہمیت کے تحت دریائے فرات پر پل بھی تعمیر کیا گیا۔

3- صیغہ مال کی اصلاح

آپ نے صیغہ مال میں اصلاحات کیں جن سے اس کی آمدی میں اضافہ ہوا۔ حضرت علیؓ کے دور سے پہلے جنگلات سے کوئی مالی فائدہ نہیں اٹھایا جاتا تھا آپ نے انہیں قابلِ محصول قرار دیا۔ چنانچہ صحرائے برس سے چار ہزار سالانہ درہم آمدی ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی جنگل تھے۔

4- عمال کی اخلاقی نگرانی

حضرت عمر فاروقؓ کی طرح آپ عمال کی اخلاقی نگرانی کرتے تھے۔ وقت فو قتاً اعمال اور افعال کا احتساب فرماتے تھے۔ ان کے طرزِ حکومت کی تحقیقات کرتے اور ان کی غلط روی کا تدارک فرماتے۔

منذر بن جارود والی اصطخر کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ اپنا زیادہ وقت سیر و شکار میں صرف کرتے اور فرائض منصبی میں غفلت برنتے ہیں تو انہیں طلب کر کے معزول کر دیا۔

5- بیت المال کی حفاظت

حضرت علیؓ نے بیت المال کی حفاظت کا اہتمام حضرت عمر فاروقؓ کی طرح کیا

تحا۔ ایک مرتبہ آپ کے پچھیرے بھائی حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ نے بصرہ کے بیت المال سے دس ہزار کی رقم لے لی۔ حضرت علیؓ کو معلوم ہوا تو اپس کرنے کے لیے لکھا۔

6۔ عدل و انصاف اور مساوات

حضرت علیؓ کے ایوان عدالت میں بلا امتیاز مذہب و قوم اپنے بیگانے سب برابر تھے۔ اگر آپ خود کی مقدمہ میں فریق ہوتے تو قاضی کے سامنے حاضر ہوتے۔ ایک مرتبہ آپ کی زرہ گر پڑی اور ایک نصراوی کے ہاتھ لگ گئی۔ آپ نے اسے پہچان لیا اور قاضی شریع کی عدالت میں دعویٰ کر دیا۔ نصراوی کا دعویٰ تھا کہ وہ اس کی زرہ ہے۔ قاضی نے حضرت علیؓ سے پوچھا آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں تو قاضی نے فیصلہ نصراوی کے حق میں کر دیا۔

خلافت بنو امیہ (۶۱ء تا ۵۰۰ھ)

(Period of Umayyads)

اموی خاندان خلافت را شدہ کے بعد ۳ھ میں بر سر اقتدار آیا۔ اس خاندان کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا۔ قریش میں دو خاندان زیادہ ممتاز تھے:

ایک خاندان بنوہاشم اور دوسرا خاندان بنو امیہ خاندان بنوہاشم کعبہ کا متولی ہونے کی حیثیت سے ممتاز تھا جبکہ خاندان بنو امیہ کو افرادی اکثریت اور کثرت مال کی وجہ سے عرب میں اہم مقام حاصل تھا۔ دولت امیہ کے کل تیرہ حکمران ہوئے اور انہوں نے 661ء تا 750ء حکومت کی۔

عہد امام حسن مجتبیؑ

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ جامع مسجد میں جمع ہوئے اور آپ کے بڑے صاحب زادے حضرت حسنؑ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت امیر معاویہؑ کو جب حضرت علیؓ کی شہادت اور امام حسنؑ کی بیعت کی خبر ہوئی تو انہوں نے اپنے لیے دوبارہ بیعت لی۔ حضرت امام حسنؑ نے صرف دو ماہ بعد حضرت امیر حضرت معاویہؑ کے حق میں ایک معاهدہ کے تحت خلافت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا اور مدینہ منورہ چلے گئے۔ حضرت امیر معاویہؑ اور حضرت امام حسنؑ کی مصالحت کے بہت مفید نتائج ہوئے۔ حضرت

امیر معاویہ ﷺ کے تحدہ حکمران بن گئے۔ ۱۱۵۲ء میں امام حسن کے دستبرداری پر خلافت را شدہ ختم ہو گئی۔ اس طرح ۱۳۲ھ میں اموی خلافت قائم ہو گئی۔

حضرت امیر معاویہ ﷺ

تعارف

حضرت امیر معاویہ ﷺ خلافت بنو امیہ کے بانی تھے۔ آپ کا قبول اسلام حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال مبارک سے صرف تین سال قبل ہوا اس لیے انہیں قدیم الاسلام صحابہ کرام کی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی صحبت و تربیت میسر نہ آسکی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں کتابت و حج پر مأمور کیا۔ فود عرب کے قیام و غلام کا بندوبست آپ کے سپرد تھا۔ حضرت امیر معاویہ ﷺ نے غزوہ حنین اور محاصرہ طائف میں شرکت کی۔

سیاسی زندگی کی ابتداء

عہد صدیقی میں آپ کے بڑے بھائی یزید بن ابوسفیان فوج کے ہمراہ شام چلے گئے۔ عہد فاروقی میں یزید بن ابوسفیان کا انقال ہو گیا تو حضرت عمر فاروق ﷺ نے حضرت معاویہ ﷺ کو ان کے بھائی کی جگہ دمشق کا حاکم مقرر کر دیا یہیں سے ان کی سیاسی زندگی کی ابتداء ہوئی۔ عہد عثمانی میں آپ پورے شام (دمشق، اردن، فلسطین) کے ولی مقرر ہوئے۔

اسلام میں نظام خلافت کو نظام بادشاہت میں بدلتے والے حضرت امیر معاویہ ﷺ تھے۔ حضرت امیر معاویہ ﷺ نے دربار لگانے کا آغاز کی اور دربان رکھنے کا آغاز بھی کیا۔ انہوں نے مجلس شوریٰ کی بجائے مصائبین و مقریبین مقرر کیے جوان کے ذاتی و فادری کے معیار پر پورا اترتے تھے۔ سب سے بڑھ کر انہوں نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین نامزد کیا اور اس کے لیے ہر حیلے سے بیعت لی۔ حضرت امیر معاویہ ﷺ دولت امویہ کے واحد حکمران تھے جو صحابی رسول تھے۔ انہوں نے پہلے تینوں خلفائے راشدین کے دور دیکھئے تھے اور وہ پہلے دونوں خلفاء سے بہت متاثر تھے۔

وفات

حضرت امیر معاویہ ﷺ نے میں سال خلافت کے بعد ۷۷ سال کی عمر میں ۶۰ ہجری

میں دمشق میں وفات پائی۔

نظام خلافت اور کارنا مے

1- استحکام حکومت

حضرت امیر معاویہ رض نے اپنی حکمت عملی اور مذہب سے اموی حکومت کو مضبوط کر دیا۔ جب آپ خلیفہ بنے تو مملکت انتشار و افتراق کا شکار تھی۔ مختلف علاقوں میں باغی سراٹھار ہے تھے۔ آپ نے بہت جلد اندر ورنی خلفاً شارک ختم کر دیا اور بغاوتون کو کچل دیا۔

بعقول سید امیر علی: بحیثیت مجموعی معاویہ کا عہد داخلی طور پر امن کے لیے نہایت کامیاب تھا۔ کولمپیا انسائیکلو پیڈیا میں لکھا ہے: معاویہ کی پالیسی ہمیشہ بربارانہ تھی۔ آپ روشن دماغی سے امور مملکت سرانجام دیتے تھے۔“

2- خلافت کی بادشاہت میں تبدیلی

خلافت معاویہ سے پہلے کا زمانہ خلافت راشدہ کا ہے لیکن حضرت امیر معاویہ رض کی خلافت مسلمان بادشاہت کا آغاز ہے۔ حضرت امیر معاویہ رض نے اسلامی طرز حکومت میں ایسی تبدیلیاں کیں جن کی وجہ سے بادشاہت کا آغاز ہوا اور حکومت خلافت راشدہ کی نجخ سے ہٹ گئی۔ خلافاء راشدین کے طریق انتخاب پر نظر ڈالیں تو یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ ان کے انتخاب میں عوام کی رائے کو بہت دخل تھا۔

حضرت امیر معاویہ رض کی خلافت اس طریقے سے وجود میں نہیں آئی تھی۔ بلکہ حضرت عمر بن العاص رض کی سیاسی حکمت عملی کی مرہون منت تھی۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رض نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹے یزید کو نامزد کیا اور اس کے لیے بیعت بھی لی۔

3- توسعہ سلطنت

حضرت امیر معاویہ رض نے ملکی استحکام کے بعد فتوحات کی طرف توجہ دی۔ مہاب نے سندھ اور عبید اللہ رض نے ترکستان کے علاقے فتح کیے۔ عمر بن العاص رض کی قیادت میں شماں افریقہ کے علاقے فتح ہوئے۔ جزاں روم کی تغیر عہد معاویہ میں ہوئی۔ لہذا عہد معاویہ میں اسلامی سلطنت کی سرحدیں جزاں بیکریہ روم سے شمالی افریقہ اور بحر اوقیانوس تک جاہز سے سندھ اور ترکستان

تک پھیل گئیں۔

4- مملکت کا انتظام و انصرام

ملکی انتظام و انصرام کے لیے حضرت امیر معاویہ رض نے دور رس اقدام کیے۔ مرکزی اور صوبائی حکومت کی از سر تنظیم کی۔ انہوں نے اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل عمال حکومت مقرر کیے۔ علامہ شبلی کا قول ہے کہ عرب کی عقل و خرد چار آدمیوں میں جمع ہو گیا:

حضرت امیر معاویہ رض، حضرت عمر و بن العاص رض، مغیرہ بن شعبہ رض اور زیاد بن ابی سفیان رض عجیب اتفاق ہے کہ حضرت معاویہ رض نے ان سب کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ حضرت معاویہ رض کے قصر حکومت کے یہ تین ستون تھے۔

5- فوج تنظیم اور بحریہ کی تشکیل

حضرت معاویہ رض نے بری اور بحری فوج کی تنظیم نو کی۔ بری فوج کو دو حصوں: سرمائی اور گرمائی یونٹوں میں تقسیم کیا۔ فوجیوں کی تجنواہوں میں خاطر خواہ اضافہ کیا۔ آپ کے عہد میں باقاعدہ فوج کی تعداد ۲ لاکھ بیس ہزار تھی۔ بحری فوج کی تشکیل آپ کا ناقابل فرماوش کارنامہ ہے۔ حضرت معاویہ رض کے دور میں بحری بیڑہ ۷۰۰۰۰ جنگی جہازوں پر مشتمل تھا۔ اسکندریہ (مصر) میں جہازوں کا بہت بڑا کارخانہ قائم کیا گیا۔ ملک میں بے شمار فوجی چھاؤنیاں تعمیر کی گئیں۔

6- نئے شہروں کی تعمیر

آپ نے اسلامی نوا آبادیاں قائم کیں۔ ۳۳ھ میں انصار کیہ میں ایک نوا آبادی قائم کی۔ کئی ویران شہروں کو آباد کیا۔ افریقہ میں ایک نیا شہر قیر و ان بسایا گیا۔ شام کا شہر عرش دوبارہ آباد کیا گیا۔

7- رفاه عامہ کے کام

حضرت معاویہ رض نے اپنے دور حکومت میں بے شمار رفاه عامہ کے کام کیے جس سے رعایا کو بہت فائدہ ہوا۔ زراعت کی ترقی کے لیے کئی نہریں کھودی گئیں۔ مدینہ کے قرب و جوار میں نہر کاظمہ، نہر ارزق، نہر شہدا، نہر معقل جو پہلے موجود تھی اسے دور بارہ صاف کروایا گیا۔ نہروں کی

کھدائی سے زراعت کو ترقی ہوئی کیونکہ آپشاںی کا نظام بہتر ہو گیا۔ اس سے فصلوں اور چھوٹوں کی پیداوار میں بہت اضافہ ہوا۔ آپ نے کئی مساجد تعمیر کرائیں۔ پرانی مساجد کو از سر نو تعمیر کیا گیا۔ اس سے پہلے کعبہ کا غلاف معمولی قسم کا ہوتا تھا حضرت معاویہؓ نے اعلیٰ غلاف چڑھانے کا بندوبست کیا۔

بیزید اول بن معاویہ

حالات زندگی

بیزید بن معاویہ (بیزید بن معاویہ بن ابوسفیان بن حرب بن امیہ الاموی الدمشقی) خلافت امویہ کا دوسرا خلیفہ تھا۔ اس کی ولادت ۲۳ جولائی ۶۴۵ء کو حضرت عثمان بن عفانؓ کی خلافت میں ہوئی۔ اس کی ماں کا نام میسون تھا اور وہ شام کی کلبیہ قبیلہ کی تیجی خاتون تھی، اس نے امیر معاویہ کے بعد ۶۸۰ء سے ۶۸۳ء تک مند خلافت سنبھالا۔ اس وقت حضرت معاویہؓ سارے ملک شام کے امیر تھے۔ سیر و شکار، اہلوبع اور شراب اس کے پسندیدہ مشاغل تھے۔ باپ نے اصلاح کی بہت کوشش کی، قسطنطینیہ کی مہم پر زبردستی بھیجا، دودفعہ امیر حج بھی مقرر کیا مگر تربیت طبیعت پر غالب نہ آسکی۔ بیزید کے عہد حکومت میں تین ہولناک واقعات پیش آئے۔ پہلا حادثہ کہ بلاد و سرا واقعہ حربہ اور تیرساخانہ کعبہ پر سگ باری۔

بیعت پر اسرار

بیزید نے حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد اس بات کا انتظار نہ کیا کہ امت از سر نو اسکی نامزدگی کی تصدیق کرے۔ چونکہ حضرت امام حسینؑ اور حضرت عبد اللہ بن زیرؓ کی طرف سے اندیشہ تھا اس لیے مدینہ کے حاکم ولید بن عتبہ کو لکھ بھیجا کہ ان سے فوراً بیعت لی جائے۔ چنانچہ ولید نے مردان کی موجودگی میں حضرت امام حسینؑ اور حضرت عبد اللہ بن زیرؓ کو طلب کیا۔ حضرت عبد اللہ بن زیرؓ ایک دن کی مهلت لے کر مکہ روانہ ہو گئے۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: مجھ جیسا شخص خفیہ بیعت نہیں کر سکتا، لہذا امام حسینؑ بیعت کیے بغیر مکہ روانہ ہو گئے۔

اہل کوفہ کی دعوت

جب حضرت امام حسینؑ کل پہنچ تو کوفیوں نے انہیں سینکڑوں خطوط لکھ کر کوفہ آنے

کی دعوت دی تا کہ آپ وہاں سے خلافت اسلامیہ کے قیام کی جدوجہد کا آغاز کر سکیں۔

مسلم بن عقیل کی کوفہ روائی

حضرت امام حسینؑ نے مسلم بن عقیل کو تمام حالات کا جائزہ لینے کے لیے کوفہ بھیجا۔ شروع شروع میں بارہ ہزار کوفیوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ حالات ساز گارڈ یکھ کر حضرت مسلم بن عقیلؑ نے حضرت امام حسینؑ کو کوفہ آنے کے لیے لکھ دیا۔ حضرت امام حسینؑ اپنے اہل و عیال و اقارب کے ہمراہ روانہ ہو گئے لیکن راستے میں انہیں حضرت مسلم بن عقیلؑ کی شہادت کی خبر مل گئی۔ حضرت مسلمؑ کے ساتھ کوفیوں نے غداری کی اور ابن زیاد والی کوفہ کے ساتھ مل گئے۔

حر بن یزید تیمی کی آمد

ابن زیاد کو حضرت امام حسینؑ کی روائی کی اطلاع مل چکی تھی۔ اس نے حر بن یزید کو ایک ہزار سوار دے کر روانہ کیا۔ حضرت امام حسینؑ مقامِ ذی حشم پہنچ تو حر بن یزید نے حضرت امام حسینؑ کا راستہ روکا اور ابن زیاد کے حکم کے مطابق کربلا میں اترنے پر مجبور کر دیا۔ اس نے حضرت امام حسینؑ سے بیعت پر اصرار کیا۔ جب حضرت امام حسینؑ نے بیعت نہ کی تو ۷ حرم کو آپ اور آپ کے خاندان کے لیے پینی کا پانی بند کر دیا۔ عصر تک حضرت امام حسینؑ کے تمام ساتھی ایک ایک کر کے جام شہادت نوش کر گئے اور آپؑ تہارہ گئے۔ آپ اکیلہ ہزاروں کے زرغی میں آگئے اور مردانہ داراثتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ یہ ساخن بروز جمعہ ۱۰ محرم ۲۱ھ بہ طلاق ۱۰ اکتوبر ۶۸ء کو وقوع پذیر ہوا۔ اس معمر کے میں ۲۷ افراد شریک تھے۔ خاندان نبوی میں سے صرف امام زین العابدینؑ زندہ بچے جو علالت کی وجہ سے اس جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ امام سیوطی کا مؤلف قفہ ہے۔

لَعْنُ اللَّهِ فَاتَّلَهُ وَابْنُ زِيَادٍ وَمَعْنَاهُ يَزِيدٌ

(تاریخ الخلفاء۔ ج ۱، ص ۱۵)

”یعنی اللہ تعالیٰ، امام حسین کے قاتل اور ابن زیاد اور یزید پر لعنت کرئے“

سانحہ کر بلا کی اہمیت

سانحہ کر بلا ایک ایسا عظیم واقعہ ہے۔ جس نے اسلام کی سیاسی، دینی اور اجتماعی تاریخ پر بڑا اثر ڈالا۔ اس کافوری عمل یہ ہوا کہ عالم اسلام میں صفات متم بچھ گئی۔ غلام رسول مہر کہتے ہیں۔

”گز شستہ تیرہ سورس میں اس پر جتنے آنسو بھائے گئے، دنیا کی تاریخ میں شاید ہی کسی واقعہ پر بھائے گئے ہوں۔“

خاندان نبوت کے قتل کا یہ دل خراش واقعہ ایسا ہے جس کی نظریہ دنیا کی تاریخ میں نہیں ملت۔ اس واقعے نے دنیا کے اسلام کو دھصوں میں تقسیم کر دیا یعنی مسلمانوں کو دو الگ کمپوں میں تقسیم کرنے کی راہ ہموار کر دی۔

شہادت سیدنا امام حسینؑ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ نے عظیم قربانی دے کر طاغوتی قوتوں کے سامنے صدائے حق بلند کرنے کی روایت قائم کی۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ، یزید کو امیر المؤمنین کہنے سے سختی سے منع کرتے اور آپ نے ایک شخص کو اس بنابریں کوڑوں کی سزا دی کیونکہ اس نے یزید کو امیر المؤمنین کے لفظ سے یاد کیا۔ خواجہ معین الدین چشتی امام حسین اور یزید کو حق و باطل کی دوقوئیں فرار دیتے ہوئے کہا۔

شاہ است حسین و پادشاہ است حسین

دین است حسین و دین پناہ است حسین

سر داد، نداد دست در دست یزید

حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا:

حقیقتِ ابدی ہے مقامِ شبیری

بدلتے رہتے ہیں انداز، کونی و شامی

سانحہ کر بلا کے نتائج و اثرات

سانحہ کر بلانے تاریخ اسلام پر بہت گہرے اثرات چھوڑے جن میں سے چند اہم یہ ہیں:

1- اموی خلافت کا زوال

بنوامیہ کی حکومت کا ایک طبقہ پہلے ہی ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اب ان کے خلاف عوام کے جذبات اور زیادہ مشتعل ہو گئے۔ واقعہ کر بلانے ان کے خلاف عوامی نفرت کا طوفان برپا کر دیا جس نے ان کے اقتدار کی جڑیں کھو کھلی کر دیں جو بنی امیہ کے زوال کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

2- اہل بیت کی سیاست سے علیحدگی

سانحہ کر بلانے اہل بیت کو اس قدر متاثر کیا کہ انہوں نے سیاست سے دل برداشتہ ہو کر گوشہ نیشنی اختیار کر لی۔ بنوہاشم کے اکثر افراد میدان جنگ میں شہید ہو گئے اور ان کی قوت کا خاتمه ہو گیا۔ دشمنان اہل بیت نے انہیں اس قابل نہ چھوڑا کہ ہاشمی خلافت کی جدوجہد کریں۔

3- انتقامی جذبات

عراق ہمیشہ کے لیے انتقامی کارروائیوں کا مرکز بنا گیا۔ کوفہ کے لوگ اپنی نہ موام اور شرم ناک حرکت پر ندامت اور پریشانی کا اظہار کرتے رہے۔ اس سے تو این فرقہ کا ظہور ہوا جن کا مقصد امام حسین ﷺ کے خون کا قصاص تھا۔ مختار ثقفی نے تو این کے ساتھ مل کر اموی اقتدار کے خلاف بغاوت کر دی۔

4- عبد اللہ بن زیر ﷺ کی خلافت کا قیام

شہادت امام حسین ﷺ سے لوگ اموی اقتدار کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اہل مکہ نے حضرت عبد اللہ بن زیر ﷺ کو پنا غیفہ منتخب کر لیا۔ جلد ہی اہل مدینہ نے بھی آپ کی بیعت کر لی۔ اس سے اموی حکومت کے لیے بے پناہ مشکلات پیدا ہو گئیں۔

5- سیاسی و مذہبی تحریکیں

اس واقعہ کے بعد میں کئی سیاسی و مذہبی تحریکوں نے جنم لیا۔ مختار ثقفی نے کر بلا کے شہداء کا پورا پورا بدال لیا۔ قتلیں حسین کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ اہل ایران نے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے واقعہ کر بلا کا سہارا لیا۔ اہل عراق نے بعض انتقامی تحریکیں شروع کیں۔ تو این کی تحریک بھی ان لوگوں نے شروع کی تھی۔

6-واقعہ حربہ

جب شہادت امام حسینؑ کی خبر سرز میں جا ز میں پہنچی تو جا ز میں زبردست عمل ہوا اور انقلاب برپا ہو گیا۔ اہل مدینہ نے اموی حکام کو صوبہ سے باہر نکال دیا اور حضرت عبد اللہ بن زیرؓ کی بیعت کر لی۔ یزید نے شامیوں کی ایک فوج مدینہ روانہ کی جس میں عیسائیوں کی بڑی تعداد شامل تھی۔ ولید بن عقبہ نے شہر پر حملہ کا حکم دے یا اور اہل مدینہ نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا لیکن شامی فوج غالب رہی۔ بڑے بڑے اکابرین مدینہ شہید ہوئے۔ سات سو مزzen اور دس ہزار عوام مارے گئے۔ وحشی فوجیوں نے گھروں میں گھس گھس کے بے دریغ مومنات کی عصمت دری کی۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: ”کہا جاتا ہے کہ ان دنوں میں ایک ہزار عورتیں زنا سے حاملہ ہوئیں۔“ یہ یزید کا دوسرا بڑا اسیہ کار نامہ ہے۔

معاویہ ثانی

یزید نے اپنے لڑکے معاویہ کو اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ معاویہ ثانی کی عمر اس وقت ۲ سال تھی جب یزید کی وفات پر شامیوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ عمری میں ہی زہد و عبادت میں اس قدر منہمک تھے کہ اس کی طبیعت حکومت سے تنفر ہو چکی تھی۔ اس نے تین ماہ بعد ہی خلافت سے دست برداری کا اعلان کر دیا۔ حکومت سے دست برداری کے بعد معاویہ خانہ نشین ہو گیا اور چند مہینوں کے بعد انتقال کر گیا۔ اس واقعہ کے بعد عالم اسلام میں طوائف املو کی پھیل گئی اور خلافت کے متعدد عویدار اٹھ کھڑے ہوئے مگر رفتہ رفتہ سب ختم ہو گئے اور آخر کار دنیائے اسلام حضرت عبد اللہ بن زیرؓ اور مروان بن حکم کی دو متوازی خلافتوں میں تقسیم ہو کر رہ گئی۔

عبدالملک بن مروان (۲۸۵ء تا ۴۰۵ء)

عبدالملک ۲۶ھ میں پیدا ہوا۔ مروان کی وفات کے بعد ۲۸۵ء میں عبدالملک مند خلافت پر متنکن ہوا۔ اس وقت اس کی عمر ۳۳ سال تھی۔ اس کی پیدائش حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں ہوئی۔ مروان نے اس کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ دی۔ اس نے ارباب علم و کمال سے پورا استفادہ کیا۔ اگر زمانہ نے اس کو تخت سلطنت پر نہ بٹھا دیا ہوتا تو وہ مدینہ کی مند

علم کی زینت ہوتا۔

بناویہ کی تاریخ میں اس کا دور بڑا پر آشوب تھا۔ عبد الملک نے تمام مختلف حالات کا مقابلہ کر کے ان پر قابو حاصل کیا۔ بعض مومنین اسے سلطنت بن امیہ کا دوسرا بانی یا حقیقی بانی قرار دیتے ہیں۔

کارنامے

عبد الملک اموی حکومت کا دوسرا بانی ہے۔ معاویہ بن یزید کی دست برداری کے بعد اموی حکومت تقریباً ختم ہو چکی تھی اور ساری دنیا کے اہل اسلام نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رض کو خلیفہ تسلیم کر لیا تھا۔ مردان کو اتنی کامیابی ہوئی کہ اس نے شام پر قبضہ کر کے دوبارہ مرکز حکومت قائم کر دیا۔

گو عبد الملک کا دور پر آشوب تھا۔ اسکا پورا زمانہ شورشوں اور انقلابوں کو دبانے میں گزر۔ اسے تعمیری کاموں کا موقع کم ملا۔ تاہم پھر بھی اس نے اپنے دور میں بہت سے کارنامے سرانجام دیئے۔

1۔ اسلامی سکہ کا اجراء

اس کا سب سے ممتاز کارنامہ اسلامی سکہ کا اجراء ہے۔ اس وقت تک مسلمانوں کا اپنا سکنه تھا۔ اس نے ۲۷ھ میں دمشق میں مکمل قائم کر کے خالص عربی دینار اور درہم تیار کرائے۔

2۔ عربی بطور دفتری زبان

دوسری کارنامہ عربی زبان کا دفتری زبان قرار دینا ہے۔ دفتری کام ایران میں پہلوی زبان میں اور رومنی مقبوضات میں یونانی اور عبرانی زبان میں ہوتا تھا۔ عبد الملک کے عہد میں دفتری نظام آہستہ آہستہ عربی کے سانچے میں ڈھالا گیا۔ اس سے سہولت کے علاوہ عربی زبان کی بڑی اشاعت ہوئی۔

3۔ خانہ کعبہ کی تعمیر

جاز پر مکمل قبضہ کرنے کے بعد عبد الملک نے جاج کو حکم دیا کہ وہ خانہ کعبہ کی ساری عمارت گرا کر اسے پرانے نقشہ کے مطابق ازسرنو تعمیر کرائے، یوں خانہ کعبہ کی تعمیر نواس کے دور

میں مکمل ہوئی۔ نیز اس وقت سے ہر سال ریشم کا غلاف تیار ہو کر دمشق سے خانہ کعبہ کے واسطے آنے لگا۔

4- رفاه عامہ کے کام

اس نے رفاه عامہ کے بھی بہت سے کام کیے۔ ۸۰ ہجری میں مکہ میں بہت بڑا سیاہ آیا تھا جس سے شہر کی ساری آبادی زیر آب آگئی۔ عبد الملک نے ایسی تدابیر کیں کہ آئندہ ہمیشہ کے لیے یہ شہر اس قسم کی ناگہانی آفت سے نجات پا گیا۔ اس نے وادی کے کنارے تمام مکانات اور گلیوں میں پختہ بند تعمیر کروائے، اس نے نئے شہر بھی بسانے اور پرانے ویران شدہ شہر دوبارہ آباد کیے۔ متعدد مساجد بھی تعمیر کرائیں اور پرانی مساجد کی مرمت کرائی۔ وفات: خلیفہ نے ۱۵ شوال ۸۶ھ کو اس جہان فانی سے کوچ کیا۔ اسے دمشق میں دفن کیا گیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز (۷۱۷ء تا ۷۱۳ء)

ابتداٰی حالات

حضرت عمر بن عبدالعزیز ﷺ مشہور اموی فرمانرو امر و ان بن حکم کے پوتے تھے۔ باپ کا نام عبد العزیز تھا۔ آپ کی والدہ ام عاصم حضرت عمر فاروق ﷺ کی پوتی تھیں۔ یہ حضرت عمر فاروق ﷺ کے بیٹے عاصم کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز ﷺ کی ولادت ۲۱ھ مطابق ۶۲۸ء میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ عبد العزیز شاہی خاندان کے رکن تھے۔ اکیس سال تک مصر کے گورنر ہے۔ اس لیے عمر بن عبد العزیز ﷺ کی پروش بڑے شاہانہ ماحول میں ہوئی۔ آپ اموی خلیفہ عبد الملک کے بھتیجے اور داماد تھے اس لیے مختلف عہدوں اور مناصب پر فائز رہے۔ آپ ۷۰ء تا ۱۳۷ء مدینہ کے گورنر ہے۔

انہوں نے خلافت راشدہ کا سارا نظام دوبارہ رانجھ کیا۔ وہ بہت سادہ اور درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ جن کا نام آج تک بے حد احترام اور عزت سے لیا جاتا ہے۔

خلافت

خلیفہ سلیمان بن عبد الملک آپ کی شخصیت سے بے حد متاثر تھا اس لیے اس نے وفات سے پہلے آپ کو خلافت کے لیے نامزد کر دیا۔ سلیمان کی وفات کے بعد رجائب حیوا نے

دوبارہ اہل خاندان کو جمع کر کے ان سے سلیمان کی وصیت نامہ پر حضرت عمر بن عبدالعزیز ﷺ کی بیعت لی۔ خلافت کے بعد کی عظیم ذمہ داری کے احساس نے آپ کے طرز زندگی کو بدل دیا اور آپ کی زندگی انتہائی سادہ ہو گئی۔

خلافت کا باہر گراں اٹھاتے ہی آپ نے خلافائے راشدین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خلافت علی منہاج النبیہ قائم کرنے کی کامیاب کوشش کی اور نظام حکومت میں انقلابی تبدیلیاں اور زبردست اصلاحات کیں۔ بنوامیہ کی مخالفت کے باوجود آپ نے قلیل عرصہ میں وہ انقلاب پیدا کیا کہ خلافت راشدہ کی یادتاہ ہو گئی۔ آپ نے درج ذیل اصلاحات کیں:

1- جا گیروں اور جانیدادوں کی واپسی

شاہی خاندان کے افراد اور امراء نے ہر جگہ رعایا کی املاک کو ذاتی جا گیروں میں تبدیل کر لیا تھا۔ آپ نے سب سے پہلے ان جا گیروں کو ان کے اصل مالکوں کو واپس کر دیا اور اپنی جا گیر بھی واپس کر دی۔ آپ نے صوبائی حکام کو تاکیدی احکام روائہ کیے کہ تمام غصب شدہ جانیدادیں فوراً واپس کر دی جائیں۔ املاک کے علاوہ اگر نقدی کی صورت میں بھی کسی کا مال غصب کیا گیا تھا تو اسے واپس کر دیا گیا۔ اس پر بنوامیہ غصے میں آگے مگر آپ اپنے عزم پر قائم رہے اور فرمایا: اگر تم نے میرے ساتھ تعاون نہ کیا تو میں تمہیں رسواؤ کروں گا۔ آپ نے مسجد میں جا کر جا گیروں کے کاغذات منگوائے اور انہیں ضائع کر کے ساری جا گیریں اصل مالکوں کو واپس کر دیں۔

2- بیت المال کی اصلاح

آپ نے بیت المال کی حفاظت کا سخت انتظام کیا اور ذرہ ہی بے اختیالی پر باز پرس کیا کرتے تھے۔ خلافائے بنوامیہ بیت المال کو ذاتی ملکیت قرار دے کر اس میں خوب تصرف کرتے تھے حضرت عمر بن عبدالعزیز ﷺ نے اسے عوام کی امانت قرار دے دیا۔ آپ نے بیت المال کے گمراہوں کا مکمل احتساب کیا۔ آپ نے یزید بن مہلب والی خراسان کو خیانت کے جرم میں معطل کر دیا۔ آپ نے ملک کے تمام مخدوروں کا بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا۔ بعض کو نقدی کی بجائے چیزیں ملتی تھیں۔ شیرخوار بچوں کے وظائف مقرر کیے گئے۔ لنگر حانے سے مساکین اور غرباً کو کھانا ملتا

تحا۔

3۔ عمال کا ماحاسبہ

اموی عمال عموماً ظالم و جور کے خوگرتھے۔ حاج جو سب سے زیادہ ظالم تھا، کے پورے خاندان کو یعنی جلاوطن کر دیا۔ بدنام عمال سے حکومت کو صاف کرنے کے ساتھ ہی عام عمال کی اصلاح کے لیے ایک فرمان جاری کیا کہ حقداروں کے حقوق ادا کیے جائیں۔ آپ نے حاج کے مقرر کردہ تمام عمال کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ نیک دل اور خداتر س عمال مقرر کیے۔

4۔ رعایا کی خوشحالی

ناجائز آمدینبوں کے سدباب، مظالم کے انسداد کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے زمانہ میں رعایا آسودہ حال ہو گئی۔ ملک سے غربت و افلاس کا نام و نشان مٹ گیا اور کچھ عرصہ بعد صدقہ لینے والے انہیں ملتے تھے۔ ایک سال میں یہ حال ہو گیا کہ ایک سال پہلے جو لوگ صدقہ لیتے تھے وہ دوسرے سال صدقہ دینے کے قابل ہو گئے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز ﷺ کی مختصر مدت خلافت میں یہ حالت ہو گئی کہ لوگ عمال کے پاس صدقہ کا مال تقسیم کرنے کے لیے لے جاتے تھے اور کوئی لینے والا نہیں ملتا تھا اور وہ لوگ مجبوراً صدقہ واپس لے جاتے تھے۔

5۔ نسلموں سے حسن سلوک

حاج نسلموں سے بھی بیت المال کی آمدنی بڑھانے کے لیے جزیہ وصول کرتا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اسے بند کر دیا اور حکم جاری کیا جو لوگ مسلمان ہو جائیں ان کا جزیہ چھوڑ دیا جائے۔ اس بارے میں بہت زیادہ سختی کی گئی۔ آپ نے فرمان جاری کیا کہ اگر کسی غیر مسلم کا جزیہ ترازو میں رکھا جا چکا ہو اور اس حالت میں وہ اسلام قبول کرے تو اسکا جزیہ نہ لیا جائے۔ اس حکم پر تہام مصر میں اتنے مسلمان ہوئے کہ جزیہ کی آمدنی کم ہو گئی۔

6۔ احیاء شریعت

حضرت عمر بن عبد العزیز نے جس طرح حکومت کا سیاسی ڈھانچہ بدلا اور اس کے ہر شعبہ میں اصلاحات کیں اسی طرح شریعت کا احیاء اور اسکی تجدید کی۔ امویوں کے دور میں جو

شریعت سے ہٹ گئے تھے انہیں دوبارہ اس راستہ پر لگایا عمال کے نام جو فرائیں جاتے تھے ان سب میں احیائے شریعت کی تاکید ہوتی تھی۔ عقائد و عبادات میں جو تغیری پیدا ہو چلا تھا اسے روکا۔

7- خوارج سے سلوک

خارجی نہ صرف حکومت کے خلاف تھے بلکہ ان کا وجود امن کے لیے بھی خطرہ تھا۔ گذشتہ خلفاء کے دور میں ان سے مقابلہ جاری رہا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان کے مقابلہ میں تلوار روک لی اور عبدالحمید والی کو فوجوں پہلے خوارج کے مقابلہ پر مامور تھے لکھا کہ جب تک یہ لوگ خون ریزی اور فتنہ فساد نہ کریں ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے اور ان کی شورش کے تدارک کے کوئی دوراندیش آدمی مقرر کیا جائے۔

8- اشاعت اسلام

آپ نے اسلامی حکومت کی حدود میں توسعہ کی مجاہے اسلام کی اشاعت کو مقدم قرار دیا اور اسکے لیے ہر طرح کے مادی و اخلاقی ذرائع اختیار کیے۔

9- اموی دور کی علمی و ادبی ترقی

مورخین نے اموی دور کی علمی و ادبی سرگرمیوں کا بہت کم ذکر کیا ہے۔ اس دور میں تمام ترقیات و فتوحات اور قیام امن کی طرف رہی اور یہ علمی ترقی کا ابتدائی دور تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمانوں کی اصل علمی تاریخ کی ابتداء عہد عباسیہ سے ہوئی ہے جس میں علوم و فنون کی تدوین ہوئی لیکن اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ اموی عہد میں علوم و فنون پر توجہ نہیں دی گئی۔

خلافے بنو امیہ نے مشکل حالات و جنگ و جدل اور حکومتوں کی مصروفیات کے باوجود علوم و فنون کی سرپرستی کی۔ علوم و فنون کی ترقی اور تکمیل کی جو صورت عہد عباسی میں نظر آتی ہے اس کی ابتداء اموی دور میں ہوئی۔ ذیل میں اس عہد کے علوم کا اجمالی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

1- تبری جیسی رسم بد کا غائبہ حضرت عمر فاروق رض کے دور میں ہوا۔

2- ذمیوں سے حسن سلوک یا جاتا اور ان کے حقوق کی حفاظت کی جاتی تھی۔

3- غصب شدہ جا گیروں کو واپس ان کے حقیقی مالکوں کے حوالے کر دیا۔

4- بیعت المال کی اصلاح کی گئی۔

5- باغ فدک کی واپسی (خیر میں یہ باغ تھا)

6- عمال کا احساب

10- دینی علوم

اموی دور میں مسلمانوں نے زیادہ تر توجہ دینی علوم کی طرف کی۔ اس دور میں قرآن و سنت اور فقہ کے متعلقہ علوم کی اشاعت و ترویج ہوئی۔ اس عہد میں بہت سے ایسے صحابہ کرام تابعین، تبع تابعین موجود تھے جنہوں نے اپنے طور پر دین کی ترویج و اشاعت کا کام جاری رکھا۔ علوم کی اشاعت کرنے والوں میں حضرت عبد اللہ بن عمر رض، حضرت عبد اللہ بن مسعود رض، حضرت عبد اللہ بن عباس رض، حضرت عائشہ صدیقہ رض، حضرت ابو ہریرہ رض، حضرت زید بن ثابت رض، اور حضرت انس بن مالک رض اور قاضی شریح جیسی نامور شخصیات قابل ذکر ہیں۔ اس دور میں ایسی علوم کی تدوین کا آغاز ہوا۔

1- قرآن مجید

قرآن مجید تمام اسلامی علوم کا منبع اور مصدر ہے۔ خلافے راشدین کے عہد میں قرآن مجید پر نقطے اور اعراب نہیں تھے جس کی وجہ سے نو مسلموں کو قرآن مجید پڑھنے میں دقت ہوتی تھی۔ عبدالملک بن مردان نے الفاظ قرآن پر اعراب اور نقطے لگوانے کا اہتمام کیا۔ یہ کام جاجہ بن یوسف نے سرانجام دیا۔

2- حدیث

سب سے زیادہ ترقی حدیث میں ہوئی۔ دنیاۓ اسلام کے علمی مراکز میں درس حدیث کے حلقة قائم ہو گئے۔ حدیث کا سب سے بڑا مرکز مدینہ تھا۔ خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے امام زہری سے چار سو حدیثوں کا ایک مجموعہ مرتب کرایا۔ امام ابن شہاب زہری حدیث کی تلاش میں مدینہ کی گلگلی کا چکر لگاتے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے محدثین نے حدیثوں کے مجموعے مرتب کیے۔ حدیث کی تدوین اور اشاعت کا سب سے بڑا کارنامہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا ہے۔ آپ نے علماء سے احادیث کے مجموعے مرتب کرائے اور اسکی نقول تیار کر کر نہماں ممالک میں پھجوئیں۔

3۔ علم فقہ

اس زمانہ میں عام طور پر ایک ہی ذات مختلف علوم کی جامع ہوتی تھی۔ جو لوگ فقہ کا زیادہ ذوق رکھتے تھے وہ فقیہ کہلاتے تھے۔ ابراہیم نجفی، امام شعبی، امام جعفر الصادق، عبدالرحمٰن بن ابی سلمی اور قاضی شریح اس دور کے نامور فقهاء تھے جن سے علم فقہ کا سلسلہ پھیلا۔ ان میں سے بعض نے فقہ پر مستقلًا کتابیں بھی لکھیں۔

4۔ مغازی و سیرت

اس دور میں تاریخ کا آغاز ہوا۔ اس کی ابتداء مغازی اور سیرت سے ہوئی۔ مغازی اور سیرت پر سب سے پہلی کتاب عربہ بن زیر نے لکھی تھی۔ امام سہیل کے بیان کے مطابق اس فن پر سب سے پہلی تصنیف امام زہری کی ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔ محمد بن اسحاق نے سب سے زیادہ اس فن کو ترقی دی۔ ان کے بعد بھی لوگوں نے اس فن پر کتابیں لکھیں لیکن کوئی ان کے درجہ کو نہ پہنچ سکا۔ ابن ہشام کی سیرت پر کتاب جوزیادہ ترا ابن اسحاق ہی کی روایات پر مشتمل ہے۔ سیرت کی کتب میں معبر اور قدیم ماخذ ہے۔

عہد بنو امیہ کے سائنسی علوم

عہد بنو امیہ کے سائنسی علوم کی تفصیل درج ذیل ہیں:

1۔ طب

طب کے میدان میں عرب یونانیوں کے شاگرد ہیں۔ امیر معاویہ کا شاہی طبیب ابن اثال تھا۔ ماسر جویہ نے مردان بن حکم کے عہد میں علم طب پر ایک کتاب یونانی زبان سے عربی میں ترجمہ کی۔ خالد بن یزید نے چند مصری علماء طب کو بلا کر اپنے پاس رکھا۔ دمشق میں رہ کر علمی کتب کے ترجمے کیے۔

2۔ کیمیا

خالد بن یزید نے علم کیمیا، طب اور فلکیات پر یونانی کتب کے عربی میں تراجم کرائے۔

3۔ فلسفہ

فلسفہ کا زور اگرچہ عباسی عہد میں زیادہ ہوا لیکن اموی دور میں اس کی ابتداء ہو چکی تھی۔

بنا میہ کے زوال کے اسباب

بنا میہ کی حکومت کا زوال اس کے قیام کے تقریباً 90 سال بعد ہوا۔ بنا میہ کی حکومت کی بنیاد حضرت معاویہؓ نے رکھی اور مروان ثانی پرجا کریا اختتام پذیر ہوئی۔ ولید کے عہد میں اموی اقتدار عروج تک پہنچ گیا لیکن بعد کے خلفاء کی سیاست رو بے زوال ہوئی۔ اس کے زوال کے اسباب اس کی تغیر کے وقت سے ہی پیدا ہو گئے تھے۔ ناہل حکمرانوں کے عہد میں ایسی تحریکوں نے جنم لیا جن کی وجہ سے اموی اقتدار خاک میں مل گیا۔ اس خاندان کے زوال کے اسباب حسب ذیل ہیں:

1- نفرت الگیز آغاز

بنا میہ کی حکومت کا آغاز ہی نفرت انگریز تھا۔ حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ بیعت نہ کی۔ اس طرح اسلامی حکومت میں خانہ جنگ شروع ہو گئی اور مسلمانوں میں تفرقہ و انتشار پیدا ہو گیا۔ اس سے اموی حکمرانوں کے خلاف عوام کے خلاف عوام کے دلوں میں نفرت اور کدورت پیدا ہو گئی۔

2- خلافت کی ملوکیت میں تبدیلی

بنا میہ کی حکومت اسلامی خلافت کی بجائے شخصی اور موروٹی بادشاہت تھی۔ عوام کی اکثریت ملوکیت کے قیام سے ناخوش تھی۔ انہوں نے بنا میہ کے طرز عمل کو کبھی احسان کی نظر سے نہیں دیکھا۔ اموی خلافت میں قیصر و کسری کی حکومت کی تمام خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ اس تبدیلی کے خلاف عوام میں زبردست رد عمل پیدا ہوا چنانچہ مخالف قوتوں نے اس رد عمل سے فائدہ اٹھا کر اموی اقتدار کا خاتمه کر دیا۔

3- ولی عہدی کا نظام

حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے ولی عہدی کی رسم کا آغاز کیا تھا۔ یوں ولی عہدی کی رسم کا آغاز بنا میہ کے دور میں ہوا۔ بنا میہ کا ولی عہدی کا نظام بہت برا تھا۔ بعد میں آنے والے خلفاء ایک سے زیادہ جانشین نامزد کرتے تھے۔ اس رسم کے خطرناک نتائج نکلے۔ جب جانشین اول خلیفہ ہوتا تو وہ دوسرے جانشین کو ہٹا کر اپنے بیٹے کو جانشین بنادیتا۔

مروان نے اپنے بیٹوں عبد الملک اور عبد العزیز کو جائشیں مقرر کیا لیکن عبد الملک نے عبد العزیز کی جگہ اپنے دونوں بیٹوں ولید اور سلیمان کو نامزد کر دیا اسکی وجہ سے خاندان بنوامیہ میں گروہ بندی کا آغاز ہوا اور آپس میں باہمی عداوت پیدا ہوتی گئی۔

4- سانحہ کربلا

خلافت کی بادشاہت میں تبدیلی کی نوعیت کا بھرپور حضرت حسین بن ابی علیؑ نے نوٹ لیا۔ انہوں نے بیزید کی بیعت سے انکار کیا۔ اور کوفہ کی مدد سے ان کا مقابلہ کرنا چاہا لیکن کوفی عوام نے حکومت وقت کا ساتھ دیا اور امام حسینؑ کو اور ان کے ساتھیوں کو شہید کر دیا۔ اس شہادت نے اموی حکومت کے طالمانہ اور منافقانہ اداروں کو بے نقاب کر دیا اور وہ ان کی تباہی کا سبب بنے۔

5- بنوہاشم اور بنوامیہ کی قدیم آؤیش

اسلام سے قبل مکہ میں بنوہاشم اور بنوامیہ اہم ترین قریشی قبائل تھے اور دونوں کے درمیان شروع سے ہیر قابت موجود تھی۔ اسی رقبابت کی وجہ نبی پاک ﷺ کو بعض اموی لوگوں نے قبول نہ کیا۔ فتح مکہ کے بعد اموی لوگ ایمان لائے اور یہ کشمکش کا سلسلہ ختم ہوا۔ لیکن حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد امیر معاویہ نے جب حضرت علیؑ کے خلاف جنگ کی توبیدشی والے جذبات پھرا بھرنے لگے اور آخر اس کا انجام امام حسینؑ کی شہادت کا سبب بنے۔ اس طرح ہاشمی تحریک کا نام دے کر بنو عباس نے بنوامیہ سے شہادت امام حسینؑ کا انتقام لینا شروع کیا۔

6- قبائلی اور نسلی تقاضا

اسلام نے دور جاہلیت کا تمام قبائلی تھببات کا خاتمہ کر کے صرف ملت اسلامیہ کے رشتہ کو پروان چڑھایا۔ لیکن بنوامیہ کے دور میں یہ قبائلی تھببات پھرا بھر پڑے۔ عرب کے قبائل نسلی اعتبار سے دو گروہوں میں تقسیم تھے۔

ایک مضری جن کو بنو عدنان کہتے ہیں۔ اور دوسرا (جیمری) یعنی (بنو قحطان) بھی کہلاتے ہیں۔ امیر معاویہ نے اپنی بصیرت سے ان دونوں گروہوں کو اپنا مطیع بنائے رکھا لیکن

جب مروان اول کا زمانہ آتا یہ عداوت اور دشمنی دوبارہ جنم لے چکی تھی۔ مروان ثانی کے زمانے میں اب دونوں گروہوں کی باہمی آویزش مملکت کے ہر حصے خطرناک صورت اختیار کر چکی تھی۔ جس کا فائدہ اب مسلم خراسانی نے اٹھایا اور یہ بنوامیہ کے زوال کا سبب بنا۔

7۔ خوارج کاظہور

خوارج بنوامیہ کے مستقل دشمن تھے۔ خارجوں کاظہور جنگ صفين کے بعد ہوا۔ خلافت کے بارے میں ان کے اپنے الگ نظریات تھے۔ ان کے نزدیک خلافت ایک انتخابی اور جہوری ادارہ ہے۔ خلیفہ جب تک عدل کرے اس کی اطاعت جائز ہے جب وہ راست سے ہٹ جائے تو اس کے خلاف جنگ جائز ہے اس کو قتل یا معزول کر دیا چاہے یہ لوگ بہادر تھے اور اموی سپاہیوں سے جنگ کر کے ان کو شکست دیتے تھے۔

8۔ موالی کی ناراضگی

وہ غیر عرب لوگ جنہوں نے اسلام قول کر لیا موالی کہلانے۔ عرب اور غیر عرب کے درمیان کوئی بھی فرق روانہیں رکھا جا سکتا تھا۔ لیکن اموی حکومت شروع سے ہی عرب حکومت کا رنگ اختیار کیے ہوئے تھی۔ انہوں نے عرب اور غیر عرب لوگوں کے درمیان امتیاز کرنا شروع کر دیا اور غیر عرب لوگوں سے جزیہ وصول کرتے۔ عجمی لوگ پھر ان سے نفرت کرنے لگے۔ حاج بن یوسف نے غیر عرب (عجمیوں) پر بہت سختیاں کیں۔ عجمیوں کی نفرت ابو مسلم خراسانی کی تحریک کو کامیاب بنایا۔

9۔ ظالم گورنر

بنوامیہ میں ایسے ظالم لوگ عہدوں پر فائز ہوئے جو سختی سے عوام پر دباؤ ڈالتے تھے اور نہایت ہی ظالم، بے رحم اور سنگ دل حکمران بنے مثلاً حاج بن یوسف جس کے خلاف وقت کے جرنیلوں نے بھی احتجاج کیا۔ این زیاد نے عوام پر اپر سے دباو رکھا لیکن اندر سے وہ نفرت مزید بڑھتی گئی۔ سلمان بن عبد الملک نے نامور جرنیلوں کو قتل کروا دیا۔ اس کے ظلم کی انتہاء نے محمد بن قاسم کی موت کے گھاٹ اتنا دیا۔

10- سپہ سالاروں اور ارکین سلطنت کی رسوائی

وہ سپہ سالار جنہوں نے بنوامیہ کی حکومت کے استحکام اور وسعت کے لئے بیش بہا خدمات انجام دیں۔ انہیں خلافتے بنوامیہ نے اپنی شخصی رجھشوں کا نشانہ بننا کر رسوائی نہیں کیا بلکہ قید و بند میں ڈال کر قتل تک دربغ نہ کیا۔ قتبیہ بن مسلم اور ابن اشعت اور موسیٰ بن نصیر جیسے مایانا ز فاتح اور جرنیل سلیمان بن عبد الملک کے عتاب کا شکار ہوا۔ محمد بن قاسم کو حضن حجاج بن یوسف کی ذاتی دشمنی کی بنا پر قتل کر دیا گیا۔ اس طرح کے حالات اور سلوک کی وجہ سے باقی افواج میں جانشیری کا جذبہ باقی نہ رہا۔

11- عباسی دعوت کا زور اور حکمت عملیاں

بنوامیہ کی اس بے چین اور پر انتشار صورت حال سے عباسی رہنماؤں نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے بنوہاشم کے نام پر لوگوں کو جمع کیا اور امام حسین رض اور اہل بیعت سے اپنی رغبت ظاہر کی۔ خراسان کو دعوت کا مرکز بنایا گیا اور امام مسلم خراسانی اپنی اس دعوت میں کامیاب ہوئے۔

12- جذبہ جہاد کا فقدان

بنوامیہ کے کچھ حکمران صرف طاؤس ورباب کی محفلوں میں رہنا پسند کرتے تھے اور عظیم سپہ سالاروں کی ظلم سے لبریز قوتوں نے لوگوں کے اندر سے جہاد کا جذبہ ختم کر دیا تھا۔ سلیمان بن عبد الملک نے محمد بن قاسم، قتبیہ بن مسلم وغیرہ کو قتل کر دیا۔

خلافت بنو عباس (۱۲۵۸ء تا ۱۳۷۰ء)

(Period of Abbasids)

تعارف: خلافت راشدہ کے خاتمے کے بعد عربوں کی قائم کردہ دو عظیم ترین سلطنتوں میں سے دوسری بڑی سلطنت خلافت عباسیہ کہلاتی ہے۔

خلافت عباسیہ دو بھائیوں امام ابو السفاح عباسی اور ابو جعفر منصور عباسی نے قائم کی۔ جس کا قیام (۱۲۵۸ء تا ۱۳۷۰ء)ھ میں عمل میں آیا۔ اور (۱۲۵۸ء تا ۱۴۰۶ھ) میں تقریباً آٹھ سو سال بعد اس کا خاتمہ ہوا۔

اس خلافت کا آغاز ایک تحریک کے تحت ہوا جس میں خراسان کے ایرانی انسل ابو مسلم خراسانی نے بہت ساتھ دیا اور یہ تحریک بنو امیہ کے خلاف ابھری۔ ۰۵۷ء میں زاب کے کنارے جنگ زاب میں امیوں کو شکست دی گئی۔

خلافت عباسیہ کے ادوار

خلافت عباسیہ کے تین ادوار ہیں:

پہلا دور

یہ دور ۱۳۲ھ تا ۲۴۷ھ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس دور میں ۱۰ خلفاء برسراقتار آئے۔ اس دور کے حکمران غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل تھے۔ اس دور میں تہذیب و تمدن اور علوم و فنون میں بڑی ترقی ہوئی۔ یہ بنو عباس کی خلافت کا ذریعہ دو رہلاتا ہے۔

دوسرا دور

یہ دور ۲۴۷ھ سے شروع ہو کر 400ھ تک رہا۔ یہ عباسی حکومت کا انحطاط کا دور ہے۔ اس دور میں عباسیوں کا زوال شروع ہوا۔ اس دور میں صفاریوں اور سامانیوں کی خود مختار حکومتیں قائم ہو گئیں۔

تیسرا دور

خاندان عباسیہ نے دارالحکومت دمشق سے بغداد منتقل کیا۔ اور وصددیوں تک مکمل عروج حاصل کیے رکھا۔ عباسیوں کی حکومت کا خاتمه ۲۵۸ء میں منقول فاتح ہلاکو خاں کے حملے کے ذریعے ہوا۔ لیکن خلیفہ کی حیثیت سے ان کی ظاہری خلافت قائم رہی لیکن جب عثمانیوں کے ہاتھوں مملوکوں کو شکست ہوئی تو ان کی ظاہری حیثیت کا بھی خاتمه ہو گیا۔

۱۳۲ھ سے ۲۴۷ھ تک ابو العباس السفاح سے متولی تک ۱۰ حکمران صلاحیتوں کے مالک تھے۔ یہ زمانہ عروج کا تھا۔

Abbasیوں کا عہد مسلمانوں کی علمی، ادبی اور تہذیبی ترقی کا ذمانتہ ہے۔ امویوں نے زیادہ مفتاحات کی طرف توجہ دی لیکن انہوں نے تعلیم، تہذیب و تمدن پر بھر پور مختت کی۔ عباسی دور چاہے روحا نیت کی طرف کم مبذول تھا لیکن دنیاوی جاہ طلبی پر اس نے بہت کام

کیا۔ یہ علم و ادب کے حوالے سے اسلامی زریں دو رہا۔

1- عباسی خلافت کی اہمیت

- ۱۔ اسلام کی تاریخ میں بڑی بڑی اسلامی حکومتوں قائم ہوئیں اور بہت سے خانوادے تخت نشین ہوئے لیکن جو عظمت و شان اور اہمیت دولت عباسیہ کو حاصل ہوئی وہ کسی کے حصہ میں نہ آئی۔
- ۲۔ جب تک عباسی حکومت کا نام باقی رہا اس وقت تک اسلامی حکومتوں میں مرکزی حیثیت اس کو حاصل رہی۔ عباسی حکومت سے آزاد ہو کر جتنی حکومتوں قائم ہوئیں ان میں سے اکثر کاماتحت کی حیثیت سے آخر تک اس کے ساتھ تعلق رہا مثلاً اسلامی سلطنت، غزنوی سلطنت، سلجوقی سلطنت یا سب عباسی حکومت کے دربار سے ہی حکمرانی کے پروانے لیتے تھے۔
- ۳۔ عباسی خلفاء عموماً اپنے امراء کے زیر اثر ہے۔ اس دور کے آغاز سے ہی انتظام سلطنت وزراء کے ہاتھ میں چلا گیا۔ رفتہ رفتہ عجمی اور ترک امراء سیاہ و سفید کے مالک بن گئے۔
- ۴۔ عباسی عہد کے آغاز سے ہی مسلم قوم کی مرکزیت ختم ہوگی۔ اندرس کا ملک عبد الرحمن الداخل کے ماتحت علیحدہ ہو گیا۔ بعد میں مصر اور شمالی افریقہ میں فاطمیوں نے متوازن خلافت قائم کر لی۔ عباسی حکومت کے اندر خود مختاری کے رجحانات پیدا ہونا شروع ہو گئے۔
- ۵۔ عباسی خلفاء اموی خلفاء کی طرح صاحب شمشیر نہیں تھے۔ عباسی خلفاء اپنے پانچ سو سالہ عہد خلافت میں مسلم مقبوضات میں کوئی قابل قدر اضافہ نہ کر سکے۔
- ۶۔ اسلامی تاریخ میں علوم و فنون کی تدوین کا آغاز عباسی دور حکومت میں ہوا اور اسی کے عہد میں اون کمال کو پہنچا۔ مسلمانوں کی ساری علمی ترقیاں اور علم و فن کے بہترین ذخراً اسی دور کی یادگار بنیں۔ عباسی حکومت کا پایہ تخت بغداد مدینۃ العلم تھا جہاں پران کے صاحب کمال موجود تھے۔
- ۷۔ عہد عباسی میں منصب خلافت کو تقدس کا لبادہ پہننا دیا گیا۔ عباسی خلفاء کی حیثیت ایک مذہبی امام کی سی ہو گئی جن کا وجود بقائے اسلام کے لیے ضروری ہو۔ خلافت کے اس نظریے کا یہ فائدہ ہوا کہ ایک صدی کے بعد خلفائے عباسی کی سیاسی طاقت ختم ہونے کے باوجود اس خاندان کی خلافت پانچ سو سال تک قائم رہی۔ منصور نے خلافت کو تقدس اور روحانیت کا جامہ پہننا دیا۔

عباسیوں کا عہد مسلمانوں کی علمی، ادبی اور تہذیبی ترقی کا ذمانہ ہے۔ امویوں نے زیادہ مفتوحات کی طرف توجہ دی لیکن انہوں نے تعلیم، تہذیب و تمدن پر بھر پور محنت کی۔ عباسی

دور چاہے روحانیت کی طرف کم مبذول تھا لیکن دنیاوی جاہ طلبی پر اس نے بہت کام کیا۔ علم و ادب کے حوالے سے اسلامی زریں دور تھا۔

کاغذ کی فیکٹریاں

۸۰۰ء میں کاغذ کی فیکٹریاں لگائیں گئیں۔

سائنسی علوم میں تحقیقات

۸۵۰ء سے ۸۵۱ء تک کا دور سائنسی علوم میں ترقی کا دور کھلاتا ہے۔ پوری اسلامی

دنیا دنیا غرب ناطہ، قرطبه، بغداد، دمشق، اشبيلیہ وغیرہ میں علمی اور تحقیقی مرکزوں کا قیام عمل میں آیا۔ دنیا پہلی مرتبہ حکومت کا کام کاغذ پر کھاجا نے لگا۔

علم فلکیات

۹۰۰ء سے ۹۰۱ء میں فلکیات کے ماہرین نے زمین کی گولائی معلوم کرنے

میں کامیابی حاصل کی۔ طب، فلکیات اور ریاضیات پر تحقیقات کی گئیں۔

علم بصیرت اور طب

۹۰۰ء سے ۱۰۰۰ء میں عباسی عہد میں طبیعت کو مسلمانوں نے اپنی تحقیق کا

موضوع بنایا۔ انہوں نے مختلف اشیاء پر نظری بحثیں کیں۔ اس دور میں قطب نما ایجاد ہوا۔ اور پانی سے چلنے والی ایجادات بھی ہوئیں۔

پروفیسر راشد جاوید لکھتے ہیں کہ

"پورے عالم اسلام میں پر مسجد کے ساتھ مدرسہ تھا۔ جہاں ہزاروں طلبہ ہر وقت

علم حاصل کرنے میں سرگرم رہتے۔ خلیفہ الحکم الثانی نے ۷۲ وقف سکول قرطبه میں کھول رکھے تھے۔"

علم الکیمیا

۱۰۰۰ء سے ۱۰۵۰ء میں کیمیاء کی طرف کافی توجہ دی گئی۔ جابر بن حیان مشہور

کیمیادان تھا۔ گندھک کا تراپ شورے کا تیزاب اور بارود مسلمانوں نے اس عہد میں ایجاد کیا۔

جسٹن امیر علی پرست آف اسلام میں رقطراز ہیں

"جس وقت مشرقی دنیا میں باسیوں کی سر پرست تھی مسلمان اہل علم ستاروں کی گردش کا حال معلوم کر رہے تھے اور درس گاہوں کا ایک جال بچھا ہوا تھا اس وقت یورپ کا یہ حال تھا کہ وہاں کا شہنشاہ جو ہا رون کا ہم عصر تھا اپنے نام کے بچے درست کر رہا تھا۔"

یعقوبی، ابن حوقل ابو ریحان، یوعلی سینا، حسین بن اسحاق تمام سائنسدان، ابن ابی شیم، الیرونی، عمر خیام، جمال الدین محمد بن موسیٰ الخوارزمی، جابر بن حیان اور ابو بکر محمد بن زکریا الرازی اس دور کے عظیم ماہر علوم و فنون تھے۔

ہارون الرشید (۸۰۹ء تا ۸۲۷ء)

ہارون الرشید بن مہدی تخت نشین ہوا اس کا لقب الرشید تھا۔ عام لوگ اسے ہارون الرشید کہتے ہیں۔ عباسی حکمرانوں میں خلیفہ ہارون الرشید کا عہد بہت شاندار ہے۔ یہ نامور خلیفہ ۳ برس کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ ہارون اور اس کا بیٹا مامون الرشید عباسی خاندان کے سب سے نامور خلیفہ گزرے ہیں۔ ان کے عہد میں عباسی خلافت عروج کمال کو پہنچی۔ پھر اس کے اقبال کا سورج ڈھلنے لگا۔

ہارون جس رات مند نشین ہوا اسی رات اس کے گھر مامون پیدا ہوا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس رات ایک خلیفہ فوت ہوا وسرے کو مند حکومت ملی اور تیسرے نے دنیا میں قدم رکھا۔

فوتوحات

ہارون کا عہد بیرونی فتوحات کے لحاظ سے مشہور ہے۔ اس کے زمانے میں رومیوں کے ساتھ بکثرت لڑائیاں ہوئیں۔ بعض مہمات میں ہارون خود بھی شریک ہوتا تھا۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم معز کہ ایشائے کوچک پر حملہ ہے۔

وفات

ہارون بڑا دین دار تھا۔ اس نے ۲۳ برس حکومت کی۔ ہارون ایک شورش کو مٹانے کے لیے خراسان آیا، طوس پہنچ کر بیمار ہو گیا اور جمادی الثانی ۱۹۳ھ مارچ ۸۰ء میں فوت ہوا۔

ہارون الرشید کا سنبھلی دور

ہارون الرشید کا دور عباسی حکومت کا زریں دور تھا۔ اس کے زمانہ میں سلطنت عباسیہ علمی، تمدنی اور سیاسی حیثیت سے اوج کمال پہنچ گئی۔ سیرہ و کردار، شان و شوکت، عدل و انصاف اور رعایا پروری کے اعتبار سے ہارون کا شمار دنیا کے عظیم ترین بادشاہوں میں کیا جاسکتا ہے۔ علماء اور صلحاء کی قدردانی

ہارون الرشید کو علماء اور صلحاء کی صحبت بڑی مرغوب تھی۔ اسے مشہور محدث سفیان ثوری، فضیل بن عیاض اور ابن سماک سے بڑی عقیدت تھی اور وہ ان سے پند و صاحب سنتا تھا۔ منصور بن عمار کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں تین آدمی ریقق القلب تھے ان میں فضیل بن عیاض، ابو عبد الرحمن زادہ اور ہارون الرشید۔

فقہ حنفی کی تدوین کا آغاز

ہارون کے زمانہ میں امام یوسف کے ہاتھوں فقہ حنفی کی تدوین کا سلسہ شروع ہوا۔ ہارون کے عہد کے ممتاز علماء میں سے عبداللہ بن ادریس، عیسیٰ بن یونس اور ابراہیم موصی نے بہت شہرت حاصل کی۔

علوم و فنون کی ترقی

ہارون علماء کا بڑا قدردان تھا۔ اس کی علماء پروری اور علم پروری کے بہت سے واقعات ہیں۔ ہارون علماء اور اصحاب کمال سے رغبت، فقہ و فقہاء اور شعر اور شعراء سے محبت رکھتا تھا۔ وہ پہلا غایفہ ہے جس نے امام مالک سے سماع حدیث کے لیے مدینہ کا سفر کیا۔ ہارون الرشید علم و ادب اور فنون لطیفہ اور سائنس کا دلدادہ تھا۔ وہ علوم کی اشاعت اور ترقی پر بے دریغ خرچ کرتا تھا۔

ہارون نے علم کی ترقی کے بیت الحکمت کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جہاں دیگر زبانوں کے علوم و فنون کی کتب کے عربی میں تراجم کیے جاتے تھے۔

مامون الرشید (۸۱۳ء تا ۸۴۳ء)

مامون الرشید محرم ۱۹۸ھ ستمبر ۱۳۸۴ء میں مسند خلافت پر بیٹھا۔ یہ عباسی خاندان کا

سب سے بڑا غلیفہ تھا اور ذاتی اوصاف و فضائل میں اپنے باپ ہارون سے بڑھا ہوا تھا۔ اس کی ماں ایک خراسانی کینٹھی جس کا نام مراجل تھا۔

مامون کی تعلیم و تربیت بڑے اہتمام سے ہوئی۔ جب ذرا بڑا ہوا تو جعفر برکتی اس کا اتالیق مقرر ہوا۔ ہارون کی خواہش تھی کہ مامون اس کا جانشین ہو لیکن چند مجبوریوں کی وجہ سے اس نے امین کو ولی عہد مقرر کر دیا۔

امین اور مامون کی کشمکش

امین اور مامون کی باہمی کشمکش کے دوران مامون الرشید نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا لیکن امین کے قتل کے بعد اس کی خلافت کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ ہارون کی طرح اس کا زمانہ بھی عہد عباسی کا عہد زریں شمار کیا جاتا ہے۔

عہد خلافت

فضل بن سہیل کی غلط حکمت عملی سے عراق اور جازیہ میں بغاوتیں ہوئیں اور خلافت کے کئی دعویدار کھڑے ہوئے مگر فضل مامون کو کوئی اطلاع نہیں دیتا تھا، مامون علم و ادب کی محفوظی میں مصروف تھا۔ آخر مامون خراسان سے بغداد چلا آیا۔ کچھ عرصہ بعد مامون کے ایسا پر فضل کو قتل کر دیا گیا۔ اس نے فضل کی جگہ اسکے بھائی حسن کو اپنا وزیر بنالیا۔ اس طرح کچھ عرصہ کے بعد اسلامی مملکت میں مکمل امن ہو گیا۔

ایرانی اثرات کا غلبہ

عہد مامون میں ایرانی اثرات ہر شعبہ زندگی میں واضح نظر آنے لگے۔ مامون کے مقابلے میں امین کو شکست درحقیقت عجم کے مقابلہ میں عرب کو شکست تھی۔ مامون کے تخت نشین ہوتے ہی عربوں کا اقتدار ختم ہو گیا ہر جگہ عجمی چھا گئے۔ عباسی دربار میں ہر جگہ عجمی روایات کی چھاپ نظر آنے لگی اور ہر طرف ایرانی تہذیب پھیلنے لگی۔ فارسی زبان و ادب نے اس دور میں خوب ترقی کی۔

وفات

مامون الرشید، ایشیائے کوچک میں ایک مہم کے سلسلہ میں طروں کے مقام پر خیمه زن

تحاکم اچانک بیمار ہوا اور فوت ہو گیا۔ اس وقت اس کی عمر اڑتا لیس سال تھی۔

مامون کا سنہری دور

تمام موئین جنین اس بات پر متفق ہیں کہ مسلمانوں میں ایک بھی بادشاہ ایسا نہیں گزر اجو فضل و کمال کے اعتبار سے مامون کی شان کیتائی کا حریف ہو سکتا ہے۔ ادب، حدیث، فقہ، ایام العرب، شاعری، فلسفہ، ریاضی غرضیکد وہ ہرن کی بزم میں نمایاں نظر آتا ہے۔

خلافت عباسیہ کے زوال کے اسباب

خلافت عباسیہ تقریباً پانچ سو سال رہی۔ اس حکومت کا پہلا سو سالہ دور عباسیوں کے عروج، عظمت و وقار کا دور ہے۔ اس کے بعد زوال کے آثار نظر آنے لگے لیکن خلافت کے لبادہ تقدس نے عباسی خلفاء کی کمزوری کے باوجود اس خاندان کی حکومت کو ایک مدت تک قائم رکھا۔ ہر حکومت عروج کے بعد زوال پذیر ہوتی ہے۔ عباسی خلافت کے زوال کے بھی ائمہ اسباب تھے جنہوں نے مل کر اسکی نمیادوں کو کھو کھلا کر دیا تھا یہاں تک کہ تاتاریوں نے ایک ہی بیگناہ سے اس کا خاتمه کر دیا۔

1۔ علویوں کی مخالفت

ہاشمی تحریک کے دوران عباسیوں اور علویوں نے مل کر اموی حکومت کے خلاف جدو چہد کی تھی۔ اس وقت علوی اور ان کے حامی اس خیال میں تھے کہ عباسی علویوں کے استحقاق خلافت کو تسلیم کرتے ہیں اور اموی اقتدار کے خاتمہ پر وہ خلافت کی باغ ڈور، علویوں کے ہاتھ میں دے دیں گے مگر ان کی توقع کے برکس ہاشمی تحریک کی کامیابی کے بعد عباسیوں نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ اسی دن سے ان کے درمیان اختلافات کی خلیج حائل ہو گئی، جو رفتہ رفتہ وسیع ہوئی گئی۔

2۔ ترکوں کا اقتدار

خلافت عباسیہ کے زوال کا ایک اہم سبب ترک نوازی اور ترکوں کا عروج و اقتدار تھا۔ ابتداء میں عباسی خلفاء نے عربی اور ایرانی عناصر کی قوت کو زائل کرنے کے لیے عباسی خلفاء نے

ترکوں کو فوج میں بھرتی کیا تھا لیکن رفتہ رفتہ ترک اس قدر با اثر ہو گئے کہ وہ خلیفہ بغداد کے وبال جاں ثابت ہوئے خلیفہ کا وقار ختم ہو گیا اور ملک میں انتشار اور طوائف الملوکی پھیل گئی۔

3۔ خلفاء کی عیش پرستی

شخصی حکومتوں کی کامیابی اور ناکامی کا دار و مدار بادشاہ کی ذات پر ہوتا ہے۔ عباسی حکومت کے پہلے نو تاجداروں نے تدبیر اور انتظامی قابلیت سے سلطنت کی شان و شوکت کو پڑھایا لیکن خلیفہ متوكل کے جانشین آرام طلب، شراب کے متواہے اور نالائق تھے۔ جس سے خلافت کی ساکھ ختم ہو گئی اور ملک کے طول و عرض میں چھوٹی چھوٹی خود مختار سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ ایسی صورت میں سلطنت عباسیہ کی تباہی یقینی تھی۔

4۔ نسلی اختلافات

عباسیوں نے ایرانیوں کی مدد سے حکومت حاصل کی تھی۔ لہذا انہوں نے عربوں کو یکسر نظر انداز کر دیا ہر شعبہ حکومت میں عجمی اور ایرانی فائز کیے گئے جس کی وجہ سے عرب عباسیوں کے خلاف بغاوتوں میں حصہ لینے لگے۔ دوسری طرف، عجمی اقتدار میں اس حد تک بڑھ گئے کہ خلفاء سے زیادہ اہمیت کے حامل بن گئے جس کی وجہ سے حکومت کو نقصان پہنچا جس کی بڑی مثال ابو مسلمہ خراسانی اور برلماکی ہے۔

5۔ خود مختار یاستوں کا قیام

خلفاء عباسیہ کا وقار مٹ جانے اور ان کے کمزور ہو جانے سے مرکزیت اور سیاسی وحدت ختم ہو گئی، جگہ جگہ خود مختار سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ سلطنتیں ہر طرح آزاد تھیں اور خلیفہ کو صرف مذہبی تقدس کی وجہ سے تسلیم کرتی تھیں۔ یہ آزاد یاستوں سے خلیفہ کی حیثیت محض رسی رہ گئی۔

6۔ نئے فرقوں اور تحریکیوں کا عروج

بنو عباس کے عہد میں بے شمار نئے فرقے اور تحریکیں وجود میں آئیں مثلاً اسماعیلی، قرامطہ، معتزلہ وغیرہ۔ عباسی حکومت ان فرقوں کا انسداد کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ انہوں نے اپنے عقائد کی تبلیغ کے لیے جہ و تشدد سے کام لیا۔ اس سے لوگوں میں خلافت کا اعتماد اٹھ گیا۔

7- وباٰی امراض کا سبب

خلافت عباسی کے عہد تنزیلی میں وباٰی امراض نے ملک کو تباہ کرنا شروع کر دیا۔ اس سے بے پناہ جانی نقصان ہوا۔ زمینیں غیر آباد ہو گئیں اور قحط کے حالات پیدا ہو گئے۔ ان حالات کا لازمی نتیجہ اقتصادی بدحالی تھا جس نے سیاسی استحکام پر بہت براثر ڈالا۔

8- سقوط بغداد

منگولوں نے عباسی سلطنت کا خاتمہ کیا۔ 1258ء میں چنگیز خان کے پوتے ہلاکوں خان نے بغداد پر حملہ کیا (24 دن میں 18) اٹھارہ لاکھ انسانوں کو قتل کیا بغداد مسلم شان و شوکت کا مرکز تھا۔

بغداد کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہتی رہی۔ دریا کا پانی سرخ ہو گیا۔ المعتصم بالله کو اس کے محل سے نکلا کر منگولوں نے گدھوں کی کھال میں سہ کے گھوڑوں کے پاؤں تلے روند کر کچل دیا۔

تاریخ سے متعلقہ کتب

- ۱- تاریخ ابن کثیر، علامہ حافظ ابوالفرد اعم الدین ابن کثیر
- ۲- تاریخ الظہری، ابی جعفر محمد بن جریر الطبری
- ۳- تاریخ اخلفا، علامہ جلال الدین سیوطی
- ۴- تاریخ اسلام، شاہ معین الدین ندوی
- ۵- تاریخ اسلام، مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی
- ۶- ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، ثروت صولت
- ۷- طبقات ابن سعد، محمد ابن سعد بغدادی
- ۸- خلفاء راشدین، حکیم ظفر محمود
- ۹- تاریخ ابن خلدون، علامہ عبد الرحمن ابن خلدون

﴿سوالات﴾

- ۱۔ تاریخ سے کیا مراد ہے اس کی ابتداء کب ہوئی اور ضرورت کیا ہے؟
- ۲۔ خلافت راشدہ کے انتظامی کارناموں پر روشنی ڈالیں۔
- ۳۔ حضرت عثمان غنیؓ کے دور کی مشکلات پر سیر حاصل گفتگو کریں۔
- ۴۔ واقعہ کربلا کے بعد بنو امیہ کی مشکلات (زواں) پر نوٹ لکھیں۔
- ۵۔ عباسیوں کے سنہری دور حضرت عمر بن عبدالعزیز پر نوٹ لکھیں۔

اسلام کا معاشرتی اور اخلاقی نظام (Islamic Social & ethical System)

- ۱۔ معاشرہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف
- ۲۔ اسلامی معاشرے کی بنیادیں
- ۳۔ اسلام کا تصور اخلاق

اسلام کا معاشرتی اور اخلاقی نظام (Islamic Social & ethical System)

معاشرہ کا لغوی معنی مفہوم

افراد کا ایسا گروہ جو اس اصول پر آپس میں رہائش پزیر ہوں۔ کہ ان کے مفادات مشترک ہوں۔

اسلامی معاشرے کا مفہوم

اسلامی معاشرہ سے مراد وہ معاشرہ ہے جہاں لوگ اپنی زندگی کے معمولات کو عین اسلامی قدروں کے مطابق گزارتے ہوں۔ اسلامی معاشرہ توحید کے اعلان و اقرار سے وجود میں آتا ہے۔ توحید کے ساتھ ساتھ اقرار رسالت بھی انسانی و اسلامی معاشرے کی بنیاد ہے۔ معاشرہ کو ارتقاء سے لے کر انتہاء تک پہنچانے کے لئے جن اصولوں اور قوانین کی ضرورت ہوتی ہے قرآن میں منزل بہ منزل اسکی وضاحت کی گئی ہے۔ قرآن مجید کے نزول کا ایک مقصد منصانہ بنیادوں پر معاشرے کا قیام ہے اور قرآن مجید نے ایسے اصول اور ہدایات بیان فرمائی ہیں جن کی بنا پر معاشرے میں عدل اجتماعی قائم ہو سکتا ہے۔

اسلام کے معاشرتی نظام کے بنیادی تصورات

اسلام ایک دین فطرت ہے اور اس کا اپنا ایک نظام معاشرت بھی ہے۔ معاشرت چونکہ انسان کی طبی اور فطرتی ضرورت ہے اس لئے لازم تھا کہ اسلام زندگی کے اس اہم شعبے میں بھی انسان کی رہنمائی کرتا۔ چنانچہ اسلام نے معاشرتی زندگی کے لئے متوازن اور دائیٰ احکامات دیئے ہیں۔ اسلام کے معاشرتی نظام میں کچھ ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو ہمیں کسی سوسائٹی میں نظر نہیں آتیں۔ اسلام کے معاشرتی نظام کی بنیادیں مضبوط اور پائیدار ہیں اور ان بنیادوں پر تغیریش دہ عمارت بھی مکمل اور پائیدار ہے۔ اسلامی نظام معاشرت کے قوانین اور رضا بطی مسئلہ مستقل ہیں جو معاشرے کو محکم، دائیٰ اور مضبوط بناتے ہیں۔

اسلام کا معاشرتی نظام ہمہ گیر ہے، زندگی کا کوئی گوشہ اس کی گرفت سے باہر نہیں۔ یہ زندگی کی ہر قسم کی سرگرمیوں پر صحیط ہے۔ اس میں کوئی تصادم اور کشمکش نہیں۔ یہ نظام پوری زندگی اور

اسکے مختلف گوشوں میں مدد و معاون ثابت ہوتا ہے، کوئی چیز بھی اس نظام کی پیٹ سے باہر نہیں۔

اسلامی معاشرے کی بنیادیں

1- وحدت نسل انسانی

اسلامی معاشرے کی پہلی بنیاد یہ ہے کہ سب انسان ایک نسل سے ہیں۔ پوری انسانیت آدم کی اولاد ہے۔ رنگ، زبان، نسل، قبیلہ، برادری اور ملک و قوم کی فطری تقسیم باہمی تعارف کے لئے ہے۔ ان اختلافات کی وجہ سے تعصُّب، تفریق، اونچ تجھ کرنا غلط ہے۔ اسلام وحدت انسانی کی بنیاد پر جو معاشرہ تشکیل دینا چاہتا ہے وہ اسکی اساس وحدت آدم پر رکھتا ہے۔

2- احترام آدمیت

یہ اسلامی معاشرے کی دوسری بنیاد ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر انسان بحیثیت انسان معزز و محترم ہے۔ سب انسان قابل عزت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمَنَا بَنَى آدَمَ ﴿سورة بنی اسرائیل: ۷۰﴾
ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی۔“

اسلام کی نظر میں انسان کا معیارِ فضیلت مال و دولت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ یہ معیارِ معاشرے کے ہر فرد کو معزز شہری بناتا ہے، ہر شخص انسان ہونے کے لحاظ سے احترام کا مستحق ہے۔

3- احساس ذمہ داری

اسلامی معاشرہ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ انسان میں ذاتی اور شخصی طور پر احساس ذمہ داری پیدا کرتا ہے۔ معاشرہ کے تمام افراد اس ذمہ داری کو محسوس کریں جو معاشرے کی فلاح و بہبود کے لئے ان پر عائد ہوتی ہے۔ اسلام نے معاشرے کا مقصد یہ بتایا ہے کہ معاشرہ نیکیوں کو قائم کرتا اور برائیوں سے روکتا ہے۔ احساس ذمہ داری ہی معاشرے کی بہود کی ضامن ہے۔

4- امر بالمعروف و نهى عن المکر

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس معاشرہ میں خیر کے قیام اور شر کے مٹانے کی سعی

نہیں ہوتی وہ معاشرہ آخر کار ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اچھائیوں کی تلقین اور برائیوں سے اجتناب کی تبلیغ معاشرہ میں حسن و نکاح پیدا کرتی ہے۔ ارشادربانی ہے:

كُنْتُمْ خَيْرًا مِّمَّا يَرَى إِلَيْكُمْ وَأَخْرَجْتُ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَايُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ.

﴿سورة آل عمران: ۱۱۰﴾

تم بہترین امت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلانی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔

5۔ اخوت

اخوت کا معنی ہے بھائی چارہ۔ اسلام کی رو سے تمام مسلمان خواہ وہ کسی بھی علاقے میں رہتے ہوں اور کسی بھی نسل سے تعلق رکھتے ہوں مسلمان ہونے کی وجہ سے بھائی بھائی ہیں۔ ارشادربانی ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ. (سورة الحجرات: ۱۰) سب مومن بھائی بھائی ہیں۔
اخوت اسلامی معاشرے کی بنیاد ہے۔ اسلامی معاشرے کی بنیاد باہمی بھائی چارہ پر رکھی گئی ہے۔

6۔ رواداری

اسلامی معاشرہ رواداری کا علمبردار ہے۔ اس میں تمام الہامی کتب اور تمام پیغمبروں کو مانند کا حکم دیا ہے۔ اسلام میں لوگوں کو جرأۃ دین اسلام کی طرف راغب کرنے کی اجازت نہیں۔ ارشادباری تعالیٰ ہے:

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ﴿سورة البقرة: ۲۵۶﴾ ”دین میں جرنہیں۔“

اسلامی معاشرہ میں تمام مذاہب کی عبادت گاہوں کو قابل احترام سمجھا جاتا ہے اور اسلام ان کی حفاظت کی تعلیم بھی دیتا ہے۔ اسلام تعصب اور تنگ نظری کے خلاف ہے۔

7۔ مساوات

اسلامی معاشرے کی بنیاد اصول مساوات پر رکھی گئی ہے۔ اسلام کی نظر میں سب انسان برابر ہیں۔ انسانی مساوات کا عقیدہ اسلامی معاشرہ کی بنیاد ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو

سے سب انسان، انسان ہونے کے لحاظ سے برابر ہیں۔ اسلامی معاشرہ میں تمام انسانوں کو مساوی حقوق حاصل ہیں۔

8۔ شفقت و احترام

اسلام واضح طور پر مطالبہ کرتا ہے کہ معاشرے میں ہر بڑا چھوٹے کے ساتھ مشفقاتنے سلوک کرے اور ہر چھوٹا بڑا کا احترام کرے۔
حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَيْسَ مِنَ الْمُرْحَمَ صَغِيرَنَا، وَلَيْوَقْرَ كَبِيرَنَا

(جامع ترمذی، کتاب البر والصلة عن رسول الله ﷺ، حدیث: ۱۹۲۱)
حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو شخص چھوٹے پر رحم اور شفقت نہ کرے اور بڑے کا احترام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔“
اگر انسان اس اخلاقی مدرکوں پر تو ساری اخلاقی قدریں خود، خود اس میں پیدا ہو جائیں گی۔

اسلام کا تصور اخلاق

(Ethical Values Of Islam)

حکماء اخلاق نے اپنے اخلاقی فلسفہ کی بنیاد اسلامی تعلیمات پر رکھی۔ اگر یہ تصور کر لیا جائے تو اسلام کے تصور اخلاق کو بڑی آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام سے پہلے کسی مکمل اخلاقی فلسفہ کی تلاش فضول ثابت ہو گی۔ فلسفہ اور مذہب دونوں نے اخلاقیات کی طرف یکساں توجہ دی تھی لیکن فلسفہ کے پاس چونکہ کوئی ٹھوں بنیاد ہی نہ تھی لान اخلاقی اقدار کو مذاہب نے معاشرے میں پروان چڑھایا۔

اسلام کے اخلاقی نظریہ کی بنیاد وحی پر قائم ہے اور یہ نظریہ دوسرے اخلاقی نظریات سے بالکل متصاد نہیں بلکہ اخلاق کا کمال یہ قرار دیتا ہے کہ اسکی ادا نیگی میں انسان کا خمیر، وجود، اخلاقی حاسہ اور عقل ان میں سے کوئی ایک یا جو حاصل ہو یا سب متفق ہوں اور اس اتفاق پر یہ اعتقاد

بھی محیط ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں اسلام کی نظر میں جس طرح وہ عمل ناقص ہے جو صرف ضمیر یا وجہان وغیرہ کے تقاضے پر مبنی ہے اور اسکے حکمِ الہی ہونے کی حیثیت کو بلوظ نہ رکھا جائے۔

اسلام کا اخلاقی نقطہ نظر تمام اخلاقی نظریات کے مقابلہ میں زیادہ وسیع بلند اور انجام کے اعتبار سے زیادہ مستحکم ہے۔ عام نظریات انسان کو لذت، منفعت یا مشل اعلیٰ کے فانی دائرہ تک محدود رکھتے ہیں۔ لیکن اسلامی نظریہ اخلاق اس فانی لذت و منفعت کا رشتہ آخوت کی ابدی لذتوں سے جوڑ دیتا ہے۔

نظریہ اخلاق (قرآن و حدیث کی روشنی میں)

قرآنی آیات اور احادیث رسول ﷺ سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی بعثت کا اہم ایک مقصد اخلاق حسنہ کی تعلیم اور تکمیل تھا ارشادِ ربانی ہے:

وَيَنْزَلُ إِلَيْهِمْ وَيَعْلَمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ﴿سورة الجمعة: ۲﴾

ان کو پاک و صاف کرتے اور ان کو کتاب و حکمت کی باتیں سمجھاتے ہیں۔

قرآن کی دوسری آیات سے وضاحت ہوتی ہے کہ یہاں حکمت سے اخلاقی امور ہی مراد ہیں۔ فرمانِ رسول ﷺ ہے:

۱. عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَا شَيْءُ اتَّقِلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ وَإِنَّ اللَّهَ لَيَبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَدِيءَ

(جامع ترمذی، کتابُ البرِّ والصلة عن رَسُولِ اللهِ ﷺ، حدیث: ۲۰۰۲)

”حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن مومن کی میزان میں اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی چیز نہیں ہوگی۔ بے شک اللہ تعالیٰ بے حیا، بدگو سے نفرت فرماتا ہے۔

۲. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سُلَيْمَانُ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ؟ فَقَالَ تَفْوَى اللَّهُ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَسُئَلَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ؟ فَقَالَ الْفَمُ وَالْفَرْجُ .

(جامع ترمذی، کتابُ البرِّ والصلة عن رَسُولِ اللهِ ﷺ، حدیث: ۲۰۰۳)

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کون سے اعمال ہیں جو لوگوں کو بکثرت جنت میں لے جائیں گے، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا خوف (تقوی) اور اچھے اخلاق۔ ان چیزوں کے بارے میں پوچھا گیا جو زیادہ لوگوں کو جہنم میں لے جانے کا باعث ہیں تو فرمایا منہ (زبان) اور شرمنگاہ (زناء)۔

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان جس سے بڑھ کر اسلام میں کوئی چیز نہیں اسکی تکمیل اخلاق حسنے سے ہی ہوتی ہے۔

اسلامی معاشرہ میں اخلاق کا مقام

اسلامی معاشرہ میں اخلاق کو جو بلند مقام حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اخلاق کسی بھی معاشرہ کو صحیح راستے پر چلانے میں رہبری کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے خوش خلقی پر بہت زور دیا ہے۔

اسلام کے برگزیدہ پیغمبر نے جو خلق عظیم کا مکمل نمونہ تھے عرب کی جھگڑا اور تہذیب سے نآشاقوم کو ایک شاستہ قوم میں تبدیل کر دیا جس نے ایک انقلاب برپا کر دیا۔ عربوں کی یہ تبدیلی ایک مجرہ سے کم نتھی جو پیغمبر اسلام کی بے مثل تعلیم اور اخلاق سے ظہور پذیر ہوئی۔

اخلاق کی ترویج میں صوفیائے کرام کا حصہ

صوفیائے کرام نے اخلاق و کردار کی بلندی کا جو نمونہ پیش کیا اس نے اسلام کو دنیا میں ایک مقبول مذہب بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اسلام کی ترویج اور ترقی میں پیغمبر اسلام ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام اور صوفیائے کرام کے بے مثل اخلاق نے بہت اہم کردار ادا کیا۔ صوفیائے کرام نے بلند اخلاق کی جو روایات قائم کیں ان کی نظری تاریخ انسانی میں مشکل سے ہی ملتی ہے۔ صحابہ کرام کے بعد آئئے کرام اور صوفیاء کرام نے اخلاق کی اعلیٰ قدرتوں کو برقرار رکھا۔ اور اسلام کے پرچم کو دنیا میں بلند رکھا۔ اسلام کی روشنی انہی بزرگان دین کی مثالی زندگی سے فروزاں رہی۔ تمام بزرگوں نے اپنی کتب میں بھی اخلاقیات پر الگ الگ باب قائم کیے ہیں۔ جیسے رسالہ قشیریہ، احیاء العلوم، حسن اخلاق وغیرہ۔

اسلامی معاشرتی اور اخلاقی موضوع پر کتب

- ۱۔ اصلاح معاشرہ، مرزا محمد علی یگ
- ۲۔ اقبال اور اسلامی معاشرہ، الطاف حسین
- ۳۔ اخلاق اور فلسفہ اخلاق، مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوطہ باروی
- ۴۔ امداد المحتناق الی اشرف الاخلاق، مولانا اشرف علی تھانوی
- ۵۔ حُسن اخلاق، ڈاکٹر محمد طاہر القادری
- ۶۔ نوجوان نسل کے اخلاقی مسائل اور آن کا حل، تصدق حسین بابر
- ۷۔ قرآن اور اخلاق نبوي، راشد اقبال

﴿سوالات﴾

- ۱۔ اسلام کے معاشرتی نظام پر نوٹ لکھیں
- ۲۔ اسلام کی اخلاقی اقدار پر سیر حاصل گنتگو کریں۔
- ۳۔ اسلامی معاشرے کی بنیادوں پر نوٹ قلمبند کریں۔
- ۴۔ معاشرہ سے کیا مراد ہے اور اسلامی معاشرے پر نوٹ لکھیں۔

باب دهم

اسلامی تہذیب و ثقافت (Islamic Culture and Civilization)

- ۱۔ ثقافت (Culture) کا مفہوم
- ۲۔ تہذیب و تمدن (Civilization)
- ۳۔ اسلامی تہذیب و ثقافت کی خصوصیات

ثقافت (Culture)

ثقافت (Culture) کا مفہوم

ثقافت کو انگریزی میں Culture کہتے ہیں۔ کلچر انہائی وسیع المعانی اور مختلف المعانی لفظ ہے۔ یہ جسمان لفظ Cultivation سے مشتق ہے جو Cultivation (یعنی بونا، جوتنا اور اگانا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے)۔

کلچر کے لغوی معنی کو دیکھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ لفظ اپنے اندر کتنا وسیع اور مختلف النوع مفہوم لیے ہوئے ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر برہان احمد فاروقی لکھتے ہیں:

”کلچر کے لفظ میں بونے، جوتنے اور اگانے کا استعارہ پایا جاتا ہے۔ مگر جو کچھ بوسا جاتا ہے وہ تینج نہیں بلکہ تصورات و خیالات ہیں اور جو کچھ جوتا جاتا ہے وہ بال نہیں بلکہ انسان کا ذہن اور دماغ ہے اور جو کچھ اگایا جاتا ہے۔ وہ اناج نہیں بلکہ انسان کے خصائص (Manners) ہیں جن کی بدولت کسی گروہ میں وحدت کا شعور راست ہوتا ہے۔“

کلچر کی تعریف

1- فرانسیں (1561-1626) نے کلچر کی تعریف یوں کی ہے۔

”Civilization (ثقافت) کو (تہذیب و تمدن) سے وسیع تر اور اعلیٰ

مفہوم میں استعمال کیا،“

2- میتھیو آرلنڈ کلچر کی تعریف یوں کرتا ہے۔

”کلچر (ثقافت) کسی بھی فن میں کمال حاصل کرنے کا نام ہے جو کسی مخصوص خطہ میں کے افراد اپنی بے لوث کوششوں کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں۔“

3: میلی نوسکی Mali Nowski کہتا ہے:

”زندہ رہنے کے مجموعی سلیقہ کا نام ثقافت ہے جو ہمہ قسم کے ذاتی، معاشرتی، اور مادی آلات پر مشتمل ہے۔ ثقافت ہمارے کردار اور شخصیت کی تشکیل کرتی ہے۔ ہماری عادات و اطوار کو بناتی ہے۔ ہمارے خیالات اور تصورات کو جنم دیتی ہے اس کے ذریعے معاشرتی اقدار کا نظام

مرتب ہوتا ہے ہم اس نظام کو اپناتے اسے فروغ دیتے ہیں اور اسے آنے والی نسل کو منتقل کر دیتے ہیں۔“

اسلامی ثقافت

اسلامی ثقافت اس فکری تسلسل کا نام ہے جو اسلامی اقدار کی حامل ہوا اور وہ اسلامی فکر زندگی کے مختلف شعبوں میں ہم آہنگی پیدا کرے۔ اسلامی ثقافت دنیا میں ایک منفرد مقام کی حامل ہے۔ اس کا آغاز محمد عربی ﷺ کی بعثت مبارکہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسلامی ثقافت کی بنیاد "لا اله الا الله" پر استوار ہوئی ہے۔ اسلامی ثقافت عالمگیر ہے۔ اس کی بنیاد یہ تمام ثقافتوں میں قدر مشترک کی حیثیت رکھتی ہیں۔ خواہ یہ ترکی ثقافت کھلانے یا ایرانی یہ ثقافتیں اپنے جوہر میں مسلم ثقافتیں کھلانیں گی جو اسلامی ثقافتی بنیادوں پر استوار ہونے کے سبب اسلامی ثقافتیں کھلانے کی مستحق ہوں گی۔

اسلامی ثقافت میں عقیدہ توحید ایک مستحکم بنیاد ہے۔ اس اعتبار سے مسلمانوں کی جماعت خواہ وہ کسی بھی خطہ ارض سے تعلق رکھتی ہو ایک ہی ثقافتی و رشد کی کڑی ہو گی لیکن اگر اس میں شرک کی ذرا سی بھی بوآتی ہو تو پھر وہ اسلامی ثقافت نہیں کھلانے گی۔ دین اسلام ایک مکمل ثقافت ہے اور اس کا واحد معیار تقویٰ ہے۔ اسلام نے زندگی گزارنے کے لیے ہمیں اصول دیئے ہیں

تہذیب و تمدن (Civilization)

تہذیب کا لغوی معنی

تہذیب عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ "هذب" ہے۔ اس کے معنی شائستگی اور صفائی کے ہیں اور تہذیب سے مراد ہے کسی چیز کو صاف سترھی کرنا، خالص بنانا، درست کرنا اور تعلیم و تربیت کرنا ہے۔ تہذیب کے لیے انگریزی لفظ Civilization استعمال ہوتا ہے۔

اصطلاحی مفہوم

اصطلاح میں تہذیب کسی ملک و قوم کی اعلیٰ عادات و اطوار اور عمدہ طور طریقوں کا نام ہے۔ تہذیب ایک وسیع لفظ ہے جس میں انسانی زندگی کے بنیادی تصورات، عقائد و افکار، زندگی کا

نصب لعین اور نام افعال ارادی جن میں انسان کا چلنا پھرنا، انداز گفتگو، کردار اخلاق، آداب و اطوار، اس کے علمی، ادبی، سائنسی اور ثقافتی کارنا میں اس کی سیاست، معاشرت اور معیشت سب شامل ہیں۔

ورلڈ انسائیکلو پیڈیا (World Encyclopedia) کے مطابق:

”تہذیب ایک گروہ کی پختہ عادات و روایات، سماجی رسومات اخلاقی اقدار اور معاشرتی معاملات میں روحانی، علمی، فنی رجحانات و حالات کا مجموعی نام ہے جو بڑوں سے چھوٹوں کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے۔“

تہذیبی شعور کسی معاشرے کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا زندہ رہنے کے لیے سانس لینا۔ انسانی تہذیب انسانی تجربات کا نخوڑ ہے۔

تہذیب و تمدن کا تعلق

تمدن اصل میں کسی خاص تہذیب کی عملی صورت کا نام ہے بلکہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ تہذیب اصل ہے اور تمدن اس سے پھوٹنے والی ایک شاخ جو کسی مخصوص جغرافیائی ماحول میں پیدا ہوتی ہے۔

یوں بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ مادی، معاشرتی اور فنی ترقی کا نام تمدن ہے اور روحانی اور رہنمی ارتقاء کا نام تہذیب ہے۔ اس لحاظ سے تہذیب و تمدن کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ تہذیب و تمدن کا آپس میں چوی دامن کا ساتھ ہے چونکہ تہذیب نام ہے نظریات کا اور نظریات کے بغیر کوئی تمدن وجود میں نہیں آ سکتا۔ ان دونوں کا آپس میں روح اور جسم کا تعلق ہے۔ تہذیب روح ہے اور تمدن اس کا جسم ہے۔ تہذیب بیج ہے اور تمدن اس سے پیدا ہونے والا درخت۔

اسلامی تہذیب (Islamic Culture)

اسلامی تہذیب کی اساس کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ یعنی عقیدہ توحید اور اقرار رسالت پر رکھی گئی ہے۔ اس عقیدہ کی جڑوں سے جو شاخ نکلے گی عین اسلامی تہذیب ہو گی۔

ہر قوم کی تہذیب اس کے مذہب سے پھوٹتی ہے لیکن بعد ازاں جغرافیائی حالات کی حد تک اس پر اثر انداز ہو جاتے ہیں لیکن اس کی اساس بہر حال دین ہی ہوتا ہے۔ ہر قوم اپنے مذہب سے ضرور متاثر ہوتی ہے اور اس کے زندگی گزارنے کے طریقے اور رسم و رواج ضرور مذہب سے متاثر ہوتے ہیں۔ اسلام بھی اپنے پیروکاروں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی تہذیب اور تمدن کو اسلامی سانچے میں ڈھالیں۔

تہذیب نظریات سے جنم لیتی ہے اور انسان کو نظریات دین عطا کرتا ہے۔ اسلامی تہذیب کا سرچشمہ قرآن حکیم ہے اور اس کی تشریع و تعبیر کا کام حدیث کرتی ہے۔ لہذا اسلامی تہذیب کو قرآنی تہذیب بھی کہہ سکتے ہیں۔
ڈاکٹر سعید اللہ قادری رقم طراز ہیں:

”اگر ہم اسلامی تہذیب کا نقشہ بنانا چاہیں تو اس کو ایک عمارت کے نقشے کی صورت میں اس طرح پیش کیا جائے گا کہ ایمان اور عقیدہ اس کی بنیاد ہیں۔ توحید یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ان بنیادوں کی بنیاد ہے۔ ان کی دیواریں اور شہتیر ارکانِ خمسہ ہیں، ان کی چھتِ جہاد ہے۔ اس عمارت کی کمزوری اور مضبوطی کا دار و مدار اس کی خشت اول (توحید) کے اوپر بنیادوں، دیواروں، شہتیروں اور چھت پر ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ نہایت اہم ہے۔ یہ عمارت یا یہ نقشہ اسلامی تہذیب و تمدن کا نقشہ اور عمارت سے اور اس کے اندر جو عملی کارروائی ہوگی وہ تمدن کھلائے گی۔“

اسلامی تہذیب و ثقافت کی خصوصیات

(Characterstics of Islamic Culture and Civilization)

1۔ توحید

اسلامی تہذیب کی بنیاد نظریہ توحید پر رکھی گئی ہے۔ توحید کا مطلب ہے اللہ وحده لا شریک ہے، ساری کائنات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، وہی اس کائنات کا حاکم ہے۔ وہ اقتدارِ عالیٰ کا مالک ہے۔ لہذا اُسی کے احکامات کی اطاعت لازم ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿سورة البقرة: ٢٠﴾

بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

اسلامی تہذیب کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کو ذات و صفات میں ایک مانا جاتا ہے۔ صرف اُسی کی عبادت کی جاتی ہے لہذا صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔ انسان صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے سرجھ کائے۔ انسانی عظمت کے یہ لائق نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی پوجا کرے۔

2- حاکمیت اعلیٰ

اسلامی تہذیب و ثقافت کے نتیجے میں وجود میں آنے والی ریاست میں حاکمیت اعلیٰ یعنی مقدار اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو تسلیم کیا جاتا ہے ارشادِ ربانی ہے۔

بَلْ لِلّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا ﴿سورة الرعد: ٣١﴾

بلکہ سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیارات ہیں۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَئِكُمْ أَنْعَمُونَ

﴿سورۃ النساء: ۵۹﴾

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو۔“

اسلامی تہذیب میں انسان اللہ تعالیٰ کا نائب ہے۔ وہ اپنے اختیارات کو صرف امانت کے طور پر استعمال کرتا ہے۔

3- مادیت اور روحانیت کا امتران

دنیا کی بڑی بڑی تہذیبوں میں صرف مادی ترقی پر زور دیا گیا ہے۔ ان میں روحانیت کا نقدان ہے۔ اسلامی تہذیب واحد تہذیب ہے جو دین و دنیا اور روح و مادہ دونوں کی ضروریات کو لے کر چلتی ہے۔ اسلامی تہذیب روحانیت کے ساتھ مادیت کو بھی تسلیم کرتی ہے۔ غیر اسلامی تہذیبوں صرف انسان کے مادی اور جسمانی تقاضوں کو پورا کرتی ہیں۔ اس کے برعکس اسلام نے انسان کے مادی اور جسمانی تقاضوں کے علاوہ اس کے روحانی تقاضوں کو بھی پورا کرنے کا انتظام کیا ہے۔

4- عالمگیریت

اسلامی تہذیب عالمگیر تہذیب ہے۔ اس کے بنیادی اصول پوری بنی نوع انسان کے لیے ہیں۔ اسلام سے قبل کسی بھی تہذیب کو عالمگیر تہذیب نہیں کہہ سکتے۔ دنیا کی تہذیبیں خاص زمانہ تک زندہ رہیں بعد میں مٹ گئیں۔ جیسے مصری تہذیب، رومی تہذیب اور یونانی تہذیب سب وقت کے ساتھ ساتھ صفحہ ہستی سے مٹ گئیں۔ لیکن اسلامی تہذیب عالمگیر ہے۔ یہ تہذیب مکانی لحاظ سے بھی اور زمانی اعتبار سے بھی عالمگیر ہے۔

5- مساوات

اسلامی تہذیب کا بڑا امتیاز مساوات ہے۔ اسلامی تہذیب مساوات کا سبق دیتی ہے اور تصویر ذات پات کو جز سے اکھاڑتی ہے۔ اسلام میں رنگِ نسل، حسب نسب زبان یا دولت کی وجہ سے کوئی امتیاز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف برتری اور فضیلت اُسے ہے جو مقنی اور پرہیز گار ہے۔ اسلام میں مساوات کا عملی سبق نماز اور حج کے موقع پر ملتا ہے۔ حج کے موقع پر دنیا کے کوئے کوئے مسلمان کمہ معظمه میں جمع ہوتے ہیں اور ایک ہی لباس میں ملبوس ہو کر مناسک حج ادا کرتے ہیں۔ یہاں گورے اور کالے کا امتیاز مٹ جاتا ہے۔ مساوات کا اس قسم کا نظارہ دنیا کے کسی اجتماع میں نظر نہیں آتا۔

6- جامعیت

اسلامی تہذیب کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں جامعیت پائی جاتی ہے۔ اسلامی تہذیب بیک وقت انفرادی اور اجتماعی معاملات پر حاوی ہے۔ اسلامی تہذیب میں زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ یہ انسان کے معاشرتی، معاشی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی تمام گوشوں پر حاوی ہے۔ اس کی جامعیت کا یہ عالم ہے کہ اس نے زندگی کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا اور اجتماعی زندگی کا کوئی گوشہ نا مکمل نہیں چھوڑا۔

7- اعتدال پسندی

اسلامی تہذیب زندگی کے ہر شعبہ میں اعتدال پسندی کی تعلیم دیتی ہے اور افراط و تفریط سے منع کرتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا﴾ سورۃ البقرۃ: ۱۲۳

اور (اے مسلمانو!) اسی طرح ہم نے تمہیں (اعتدال والی) بہترامت بنایا۔
امت و سلطی سے مراد ایسا گروہ ہے جو افراط و تفریط سے پاک ہو۔ دین اسلام میانہ
روی کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کی تعلیمات کا مرکزی نقطہ اعتدال ہے۔ عبادات میں بھی میانہ روی کا
اصول کا فرماء ہے۔ ایسی طویل دعائے منع کیا گیا ہے جس سے طبیعت اکتا جائے۔

8۔ اخوت

اخوت اسلامی تہذیب کا ایک اہم عنصر ہے۔ کہ سب مؤمن بھائی بھائی ہیں۔

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ **سورۃ الحجرات: ۱۰**

”بات یہی ہے کہ (سب) اہل ایمان (آپس میں) بھائی ہیں۔“

عَنِ النَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلَ
الْجَسَدِ إِذَا أَلِمَ بَعْضُهُ تَدَاعَى لِذَلِكَ كُلُّهُ

(مصنف ابن أبي شيبة، الرقم الحديث: ۳۵۵۸)

”حضرت نعمان بن بشیر رض روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: مونوں کی مثال ایک جسم کی مانند ہے اگر اس کے ایک حصہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے تمام
اعضاء بے چین ہوا ٹھتے ہیں۔“

ایک جسم کی مانند جتنا نے سے کہ ایک واحد مسلم فرد کے درد میں تمام مسلمان شریک
ہوتے ہیں اور وہ اس کے درد کو محسوس کرتے ہیں کیونکہ وہ ایک ہی جسم کے حصے ہیں چاہے وہ کسی
بھی وطن سے تعلق رکھتے ہوں، کسی بھی زبان کے بولنے والے ہوں یا کسی بھی نسل سے ہوں۔
اس لئے تولما مہابقبال نے کہا ہے۔

اخوت اس کو کہتے ہیں چھے کاٹا جو کابل میں

ہندوستان کا ہر پیرو جو ایک بیتاب ہو جائے

اسلام مسلمانوں کو اخوت کے رشتہ میں جوڑتا ہے۔ اخوت کی مثال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک دیوار اور ایک جسم سے دی ہے کہ مسلمان معاشرے کا ہر فرد دوسرے فرد کے لیے اس طرح مددگار
ہوتا ہے جیسے ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط کرتی ہے۔

9: سادگی

اسلامی تہذیب میں سادگی پائی جاتی ہے۔ اسلام میں نہود و نمائش کے کاموں سے منع کیا گیا ہے۔ تصنیع، بناؤٹ، نمائش اور آرائش و زیبائش کو اسلام پسند نہیں کرتا۔ اسلام نے روزمرہ کی زندگی میں سادگی کو سرفہرست رکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سادہ زندگی گزار کر امت مسلمہ کے لیے اعلیٰ نمونہ اور مثال قائم فرمائی۔

10: احترام انسانیت

اسلامی تہذیب کا درخشاں پہلو احترام انسانیت ہے۔ یہ پہلو ہے جو دنیا کی کسی بھی تہذیب میں نہیں پایا جاتا۔ اسلام وہ پہلا دین ہے۔ جس نے انسان کے صحیح مقام کا تعین کر کے اسے کائنات میں عزت بخشی۔ باہمی احترام اسلامی کی بنیادی خصوصیت ہے۔ انسانی جان کے ضیاء اور اس کی توہین کی سخت ممانعت کی گئی ہے۔

11- دین و دنیا کا امترانج

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو حکم دیا ہے کہ اس سے یہ دعا کریں۔

رَبَّنَا إِنَّا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَّ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَّقَنَا عَذَابَ النَّارِ^۵

﴿سورۃ البقرۃ: ۱۲۰﴾

اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں (بھی) بھلائی عطا فرم اور آخرت میں (بھی) بھلائی سے نواز اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔

دنیا کے تمام مذاہب (الہامی اور غیر الہامی) دنیا سے دوری اور اس سے کنارہ کشی کی طرف مائل ہیں لیکن اسلام میں دین و دنیا کی تفریق نہیں کی گئی۔ اسلام میں ترکِ دنیا سے منع کیا گیا ہے۔ اسلام میں دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیا گیا ہے۔

12- الہامی اور داعی تہذیب

اسلامی تہذیب الہامی ہے جس کا مطلب ہے کہ اس میں انسان کی کوششوں کو دخل نہیں۔ اس کے بنیادی اصولوں میں انسانی فکر اور عقل کو دخل نہیں۔ یہ قادر مطلق اور خالق کائنات کی طرف سے ہے۔ انسان اس میں کوئی ترمیم نہیں کرسکتا۔ یہ داعی اور اٹل ہے۔ یہ ناقابل تغیر ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا تَبْدِيلُ لِكَلِمَتِ اللَّهِ﴾ سورۃ یونس: ۲۳
 ”اللَّهُ تَعَالَى کے فرمان بدلا نہیں کرتے۔“
 جس تہذیب کے اصول دائیٰ اور مستقل ہوں وہ اعلیٰ درجے کی حامل ہوتی ہے۔

13۔ تصور مسؤولیت اور جوابدہ

اسلامی تہذیب کی ایک اہم خصوصیت تصور مسولیت اور تصور جوابدہ ہے۔ اسلامی معاشرہ اللہ تعالیٰ کے آگے جوابدہ ہے۔ ہر شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں مسٹوں اور جوابدہ سمجھتا ہے۔ خود حضور نبی اکرم ﷺ بار بار یہ دعائیں نگاہ کرتے تھے۔
 مسولیت کا یہ تصور ہر فرد کو ذمہ دار بنادیتا ہے۔ آخرت پر یقین رکھنے سے انسان میں ذمہ داری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ وہ اپنے اعمال کا اپنے خالق و مالک کے سامنے جوابدہ ہے۔ اس سے وہ پوری لگن اور امانت داری سے اپنے فرائض سر انجام دیتا ہے۔ اس سے معاشرے پر بہت اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور پورا معاشرہ پر امن اور خوشحال ہو جاتا ہے۔

14۔ رواداری

اسلامی تہذیب کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ یہ تہذیب مذہبی رواداری کی علمبردار ہے۔ اسلامی معاشرہ میں مذہب اور عقیدہ کی پوری آزادی ہے۔ اسلامی تہذیب ہر ایک سے مطالبه کرتی ہے کہ ہر الہامی کتاب (تورات، زبور، انجیل، قرآن مجید) پر ایمان رکھا جائے۔
 ارشادِ ربانی ہے:

مَنْ أَمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمُلْكَةَ وَالْكِتَبِ وَالنَّبِيِّنَ ﴿سورۃ البقرہ: ۷۷﴾
 ”بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے۔“

15۔ انسانی حقوق

اسلامی تہذیب نہ صرف معاشرے کو زندگی گزارنے کے اصول دیتی ہے بلکہ معاشرتی زندگی میں معاشرے کے افراد اور دیگر مخلوقات کو انسان کے حقوق (Rights) بھی دیتی ہے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرَّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴿سورۃ البقرہ: ۲۲۸﴾

اور دستور کے مطابق عورتوں کے بھی مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر، البتہ مردوں کو ان پر فضیلت ہے۔

16- مکالمہ بین المذاہب کی دعوت

اسلامی تہذیب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسلام دیگر مذاہب کے ساتھ نہ صرف حسن سلوک کرتا ہے۔ بلکہ نظریاتی طور پر بھی اگر کوئی سوالات ہوں تو ان کو بھی مل بیٹھ کر حل کیا جا سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فُلْ يَأْهُلُ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى الْكَلْمَةِ سَوَّا إِنْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الَّا نَعْبُدُ إِلَّا اللَّهُ
وَلَا نُشَرِّكُ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَنَحَّدُ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ طَفَانُ
تَوَلُّوا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِاَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿۲۶﴾ **سورہ آل عمران:**

آپ فرمادیں: اے اہلِ کتاب! تم اس بات کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے، (وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرا کیں گے اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوارب نہیں بنائے گا، پھر اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دو کہ گواہ ہو جاؤ کہ ہم تو اللہ کے تالع فرمان (مسلمان) ہیں۔

اسلامی تہذیب سے متعلقہ کتب

۱۔ اسلام میں مذہبی رواداری، سید صباح الدین عبدالرحمن

۲۔ اسلامی تہذیب کے چند درختاں پہلو، ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی

۳۔ اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل، سید قطب شہید

۴۔ اسلام اور تہذیب مغرب کی کلکش ایک تجزیہ ایک مطالعہ، ڈاکٹر محمد امین

۵۔ تہذیب اسلامی کی روح، محمد فاضل بن عاشور

۶۔ حُسنِ اخلاق، ڈاکٹر محمد طاہر القادری

۷۔ رواداری اور دینی غیرت، ڈاکٹر محمد صدیق شاہ بخاری

۸۔ اسلامی اخلاق و تصوف، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود

۹۔ اسلام کا نظام اخلاق، پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیق

﴿سوالات﴾

- ۱۔ فقط تہذیب سے کیا مراد ہے؟ اور اسلامی تہذیب کی خصوصیات بیان کریں۔
- ۲۔ ثقافت اور تہذیب ایک ہی چیز ہے یا مختلف ہیں۔ وضاحت کریں؟
- ۳۔ اسلامی تہذیب کے سماجی اور معاشرتی اثرات بیان کریں۔
- ۴۔ اسلامی تہذیب سے کیا مراد ہے؟
- ۵۔ تہذیب اور تمدن میں کیا فرق ہے وضاحت سے بیان کریں؟

University of Education

Islamic Studies

Final (spring 2019)

Course : ISLA 1111

(2020)

Marks: 60

(Objective)

1. Four possible options are given for each statement

circle the correct option.

$1 \times 18 = 18$

I. How many names of Holy Quran .

- A. 52 B. 55 C. 66 D. 57

II . What is the name of Book of Shah Wali Ullah ?

- A. Satat B. Al Fozul Kabeer C. Aloom Ul Quran D. Al Itiqan

III. Where Sura Al Hujrat was Revealed

- A .Makki B. Taif C. Madni D. Quba

IV. Meaning of the word "الأنفال"

- A. Sadaqa B. Inheritance C. Infaq-e-WajibA D. Zakat

V. Who many Kinds of Wahee ?

- A. 5 B. 2 C.3 D. 8

VI. How many years Hazrat Muhammad (P.B.U.H) preached Islam in Mecca?

- A. 10 B. 13 C.9 D. 15

VII. How many Muqatta? at are in the Quran.?

- A. 27 B. 29 C.31 D. 5

VIII. How many Books are included in "sihaah sitta" ?

- A. 8 B. 4 C.6 D. 10

IX. Book of hadeeth "Saheeh" is

- A. Saheeh Muslim B. Jaami' Tirmidhi
- C. Sunan Nisaai'i D. Sunan Ibn-i-Maaja
- X. The Writer of Jaami'Tirmidhi was born in
A. 239 H. B. 209 H. C. 229 H. D. 219 H.
- XI. How many Hadeeth are included in Sunan Ibn Maajah.?
A. 4002 B. 4010 C. 4000 D. 4037
- XII. Spoils of war are Belong to.
A. Allah and the Messenger B. Allah and Soldiers
C. Allah and the Children's D. Allah and the women's
- XIII. Name of the Holy QurAn.
A. Al Kitab B. Al MakkAh C. Al Shorah D. Al Room
- XIV. The period of revelation of Quran
A. 22 years B. 24years C. 25years D. 21 years
- XV .Wahee-e-Matlu Meen
A. Hadeeth B. Quran C. Story D. Poem
- XVI. How many Types of Sunnah?
A. 4 B. 6 C. 3 D. 7
- XVII. Imaam Maalik ibn Anas compiled the first major collection of hadeeth
A. Sunan Nisaai'i B. Mu'atta.
C. Saheeh Muslim D. Sunan Ibn Maajah
- XVIII. Element of the state.
A. provinces B. Territory C. Union council D. City

(Subjective)

2. Write the Short Answers. $3 \times 6 = 18$

I .Write the kinds of Revelation (Wahee).

II.Translate the following Verse.

يَا يَاهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

III.Write any four Characteristics of Madni Suras.

IV.Explain the concept of Sadaqa.

V .Write the kinds of INFAQ-FI-SABILLILAH.

VI-Write down the nisab of Zakat.

3. Write the Answer in detail. $12 \times 2 = 24$

I. Explain the elements of State.

II. Write division of Knowledge According to Shah Walli ullah.

UNIVERSITY OF THE PUNJAB

B.S 4 Years Program (First Semester) 2020

Course Code: ISE-111

Final

Marks: 60

سوال نمبر 1: درج ذیل (چار مکانہ) میں سے درست جواب پر کا نشان لگائیں۔ (10x1=10)
1- حضرت داود ﷺ پر کونی کتاب نازل ہوئی تھی؟

1- تورات 2- زبور

2- حضرت ابوکبر صدیق رضی اللہ عنہ نے کس کے خلاف جہاد کیا؟

1- اسود عُنْصُری 2- مسلمہ کذاب

3- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کتنی نہریں بنوائی تھیں؟

1- سات 2- چار

4- قرآن مجید کے کتنے مشہور نام ہیں؟

50- 3 57- 2 55- 1

5- الفوز الکبیر کی کتاب ہے؟

3- شاہ ولی اللہ 2- شاہ عبدالعزیز

6- منافق کی کتنی علمات ہیں؟

3- دو 2- چار

7- زکواۃ کس پر فرض ہے؟

3- امیر پر 2- صاحب نصاب پر

8- قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ ﷺ کے پیروکاروں کو کس نام سے بیان کیا ہے؟

3- حواری 2- صحابی

1- دوست

9- قرآن مجید کی پہلی کونی سورت نازل ہوئی۔

3- علق 2- المؤمنون

1- آل عمران

10- اسلام میں اقتدار علی کامال کون ہے؟

3- فرشتے 2- سیاستدان

1- اللہ تعالیٰ

(حصہ انشائیہ)

سوال نمبر 2: درج ذیل سوالات کے مفہوم جواب لکھیں۔ (10x2=20)

1- چار مشہور الہامی کتابوں کے نام لکھیں۔

2- خدمتِ خلق کے بارے میں مختلف مذاہب کے نظریات بیان کریں۔

3- سورۃ الحزاد میں پردے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

4- ترجیح کیجیے۔ انما المُؤْمِنُونَ اخْوَةٌ .

5. قرآن کا علم سیکھنے کی فضیلت حدیث کی روشنی میں بیان کریں۔

6- The Message of Quran کے مصنف کا نام لکھیں۔

7- صلح نامہ حدیبیہ کی شرائط میں سے کوئی دو لکھیں۔

8- آیت قد افْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ کا ترجیح بیان کریں۔

9- نکروذبر پر قرآنی آیت مبارکہ لکھیں۔

10- تفسیر روح المعانی اور ظلال القرآن کے مصنفوں کے نام لکھیں۔

سوال نمبر 3: درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب لکھیں۔ (3x10=30)

1- ہجرت مدینہ کے اسباب و اثرات بیان کیجیے۔

2- خطبہ حجۃ الوداع پر مفصل نوٹ لکھیں۔

3- اسلامی تہذیب کے نمایاں خصائص کوں کوں سے ہیں۔ کسی دو پر تفصیل سے گنتگو کیجیے۔

منہاج یونیورسٹی (شعبہ اسلامیات / عربی)

کل نمبر: 60

فائل نام:

اسلامیات لازمی (کوڈ: 111)

بہار: 2020

وقت: ۲ گھنٹے

﴿ حصہ معروضی ﴾

سوال نمبر 1: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔ (2 x 10 = 20)

- ۱۔ مواخات مدینہ سے کیا مراد ہے؟
- ۲۔ غزوہ احمد کس سن بھری میں واقع ہوا؟
- ۳۔ غزوہ احزاب میں کفار کے لشکر کی تعداد کیا تھی؟
- ۴۔ بیعت رضوان سے کیا مراد ہے؟
- ۵۔ فتح مکہ کس سن بھری میں ہوا؟
- ۶۔ حدیث قوی سے کیا مراد ہے؟
- ۷۔ صحیح مسلم کس کی تصنیف ہے؟
- ۸۔ تعلم القرآن کی اہمیت پر حدیث تحریر کریں۔
- ۹۔ فتنی کی دو خصوصیات لکھیں۔
- ۱۰۔ حضرت ابو بکر صدیق رض کی خلافت کی کل مدت کیا تھی؟

﴿ حصہ انشائیہ ﴾

- سوال نمبر 2: خلافتِ راشدہ کی خصوصیات لکھیں۔ 10
- سوال نمبر 3: حدیث کی روشنی میں ختم نبوت پر سیر حاصل گنتگو کریں۔ 10
- سوال نمبر 4: اسلامی تہذیب و ثقافت پر نوٹ لکھیں۔ 10
- سوال نمبر 5: اسلامی نظامِ معيشت کی خصوصیات لکھیں۔ 10

کتاب کی خصوصیات

- ۱- یہ کتاب ہائیکوکیشن کمیشن کے نافذ کردہ نصاب کے عین مطابق ہے۔
- ۲- قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کی تخریج (Reference) بھی لگادیئے ہیں تاکہ اسائنسٹ لکھنے میں طباء کو آسانی رہے۔
- ۳- تمام موضوعات کو قرآن و حدیث کی روشنی سے مزین کیا گیا ہے۔
- ۴- زبان اور اسلوب آسان فہم پیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔
- ۵- ہر باب کے آخر پر اس میں سے سوالات بھی دے دیئے ہیں۔
- ۶- ہر موضوع سے متعلقہ اضافی کتب اور ان کے مصنفین دیئے ہیں۔
- تاکہ اسائنسٹ لکھنے میں آسانی ہو اور مطالعہ میں بھی اضافہ ہو۔
- آخر پر مختلف یونیورسٹیوں کے پپر زبھی دے دیئے ہیں۔
- تاکہ طلباء اور اساتذہ کرام کو رہنمائی مل سکے۔

